بسم الله الرحمن الرحيم

مَولَایَ صَلِّ وَسَلِّم دَائِمًا اَبَدًا — عَلٰی حَبِیبِکَ خَیرِ الخَلقِ کُلِّهِم

هُوَ الحَبِیبُ الَّذِی تُرجٰی شَفَاعَتُهٗ — لِکُلِّ هَولٍ مِّنَ الاَهوَالِ مُقتَحِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الکَونَینِ وَالثَّقَلَینِ — وَالفَرِیقَینِ مِن عُرُبٍ وَّمِن عَجَمِ

فَاِنَّ مِن جُودِکَ الدُّنیَا وَضَرَّتَهَا — وَمِن عُلُومِکَ عِلمَ اللَّوحِ وَالقَلَمِ

مکتبہ حنفیہ | قادری رضوی کتب خانہ لاہور

خلیفۂ اوّل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تا حضرت خواجہ مُحمّد باقی رحمۃ اللہ علیہ

مشائخ نقشبندیہ کا قدیم، مُستند اور مُدلّل تذکرہ

حضراتُ القُدس اُردو

دفترِ اوّل

تصنیف لطیف

کاشفِ حقائق علامہ بدرُالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ حضرت مجدّد الف ثانی قُدِّس سِرُّہٗ

ترتیب و ترجمہ

خادم اہل اللہ حافظ مُحمّد اشرف مُجدّدی نقشبندی

گنج بخش روڈ، لاہور 042-7213575

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب	....-.-.... حضرات القدس جلد اوّل
نام مصنف	....-.-.... علامہ بدر الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	....-.-.... فقیر حافظ محمد اشرف نقشبندی مجددی
صفحات	....-.-.... 816
اشاعت اوّل	....-.-.... 1401ھ
اشاعت دوم	....-.-.... 2010ء 1431ھ
تعداد	....-.-.... 1100
زیر نگرانی	....-.-.... چوہدری محمد خلیل قادری
تحریک	....-.-.... چوہدری محمد ممتاز احمد قادری
ناشر	....-.-.... چوہدری عبد المجید قادری
قیمت	....-.-.... =/450 روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ حنفیہ گنج بخش روڈ لاہور

قادری رضوی کتب خانہ۔ گنج بخش روڈ لاہور

Hello: 042-7213575, 0333-4383766

مکتبہ انوارِ مدینہ نور آباد فتح گڑھ سیالکوٹ

فہرست

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حرفِ آغاز

حضرات القدس محبوبانِ رب العالمین اور وارثانِ رحمۃ للعالمین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا مستند تذکرہ ہے، سبحان اللہ! تذکرہ عارفین وصالحین کا ہو اور تذکرہ نگار بھی مقبول بزرگ اولیاء کاملین ہو تو پھر عقیدت ومحبت سے یہ تذکرہ پڑھنے والے رحمتِ خداوندی سے کیوں کر محروم رہ سکتے ہیں۔ تَتَنَزَّلُ الرَّحْمَۃُ عِنْدَ ذِکْرِ الصَّالِحِیْنَ (صالحین کے ذکر کے وقت اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے)

مدت سے حضرات القدس کا ترجمہ کم یاب تھا، خدا بھلا کرے صوفی محمد ظفر صاحب (رنگپورہ سیالکوٹ) کا کہ انہوں نے فقیر کو حضرات القدس دفتر اول کے ترجمے کا نسخہ عنایت فرمایا۔ پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ مشائخ نقشبندیہ کی تعلیمات اور ان سے روحانی فیض حاصل کرنے کیلئے اس کتاب کا مطالعہ ازبس ضروری ہے اسلئے اہل محبت کو روحانی غذا مہیا کرنے کے لیے اس کتاب کو شائع کرنے کا عزم کرلیا۔ چونکہ اصل کتاب فارسی میں ہے اس کے حصول کے بغیر یہ کام نہیں ہوسکتا تھا۔ دفتر اول کے اصل نسخہ کا کہیں سراغ نہ مل سکا۔ اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا کہ دفتر اول کا فارسی نسخہ مولانا عبدالرشید صاحب قاسمی مالک کتب خانہ رشیدیہ لاہور کے پاس بھیج دیا، حسنِ اتفاق کہ فقیر کو بھی جلدی معلوم ہوگیا کہ ان کے پاس اصل کتاب آگئی ہے۔ بندہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو مولانا نے بڑی فراخدلی سے اپنے نسخہ سے استفادہ کرنے کی اجازت دیدی۔ مولانا اس علم دوستی کی وجہ سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ جزاہ اللہ خیرالجزاء۔ قارئین کرام کو اس کتاب کی انتظار میں بڑی زحمت اٹھانا پڑی ہے۔ اسکی بہت سی وجوہات ہیں، جنکا ذکر طوالت کا باعث ہے الحمدللہ! تمام مراحل طے ہوگئے اور کتاب چھپ کر آپکے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ سب اہل اسلام کو اس سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

زیرِ نظر کتاب سے متعلق چند ضروری گذارشات فائدہ سے خالی نہیں ہونگی اس لیے حاضر خدمت ہیں۔

۱: جن بزرگوں کا تذکرہ مصنف نے جس عنوان سے کیا ہے ہم نے وہی الفاظ قائم رکھے ہیں۔

۲ : قارئین کی سہولت کے پیشِ نظر ذیلی عنوان اپنی طرف سے اضافہ کئے ہیں۔

۳ : کتاب میں جو قرآنی آیات اور احادیث مصنف نے ذکر کی ہیں ان میں سے بعض کے ماخذ مترجم اوّل نے حاشیہ میں ذکر کئے تھے ہم نے بھی اُن کو درج کردیا ہے اور اس جگہ ان کے نام کی مخفف علامت (ا۔ ح) ڈال دی ہے۔ بندہ نے مولانا مرحوم کے ترجمہ سے بھی استفادہ کیا ہے۔

۴ : چند مقام پر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب مدظلہٗ (حیدرآباد۔ سندھ) نے تحقیقی حواشی رقم فرمائے تھے اپنے مقام پر تحریر کر کے وہاں اُن کا نام لکھ دیا ہے۔

۵ : کتاب کے باقی تمام حواشی احقر کے اضافہ کردہ ہیں، کہیں کہیں حاشیہ کے آخر اپنے نام کا مخفف (م۔ ا) لکھ دیا ہے۔

۶ : مندرجات کتاب کے ماخذ کا بعض جگہ علم نہیں ہوسکا۔ اگر اہل علم حضرات ان کی نشان دہی فرمائیں گے تو آئندہ اشاعت میں وہ حوالے درج بھی کردیئے جائیں گے۔ انشاء اللہ۔

۷ : کتاب کی تصحیح میں حسبِ استطاعت پوری کوشش کی ہے۔ لیکن بھول اور خطا سے فقیر مبرا نہیں اس لیے اہل علم حضرات سے استدعا ہے کہ جہاں غلطی پائیں ادارہ کو اطلاع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہوسکے۔

احقر ان سب حضرات کا شکرگزار ہے جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں کسی طرح بھی اعانت فرمائی۔ اس سلسلہ میں محترمی جناب ضیاء محمد ضیاء مدظلہٗ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں کہ انہوں نے اپنا قیمتی وقت صرف کرکے اشعار کی تصحیح میں مدد فرمائی۔

فقیر کے دیرینہ مہربان علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب نے مصنف کتاب کا تعارف تحریر فرما کر احسان کیا ہے اللہ تعالیٰ اپنے دین کی خدمت کے لیے ان کے زورِ قلم کو اور زیادہ فرمائے۔ اپنے مخلص دوست جناب قمر یزدانی صاحب کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ادارہ کی ہر کتاب کے لیے قطعہ تاریخ عنایت فرماتے ہیں۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم
بحق رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

محمد اشرف نقشبندی مجددی

تعارف

پیرزادہ علامہ اقبال احمد صاحب فاروقی ایم۔اے

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی کی ذات گرامی پر آج تک جس قدر تالیفات سوانحی دنیا میں سامنے آئی ہیں، ان میں سے خواجہ محمد ہاشم کشمی کی زبدۃ المقامات اور شیخ بدر الدین سرہندی کی (زیر نظر) تالیف حضرات القدس کو جو ممتاز مقام حاصل ہے وہ کسی دوسری کتاب کو میسر نہیں ہو سکا، یہ دونوں حضرات امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے تربیت یافتہ جلیس مجلس خاص، رفقاء دعوت عزیمت اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی روحانی برکات کے مبلغین کی صف اول میں نظر آتے ہیں، خواجہ شیخ بدر الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب حضرات القدس مسمی باسم تاریخی درجات الابرار (۱۰۴۳ھ) خانوادۂ مجددیہ کے حالات زندگی، مقامات حقانی، احوال عرفانی اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ تجدیدی کارناموں کی تفصیلات کے بیان و ترتیب میں ایک خاص مقام رکھتی ہے۔ فاضل مولف نے اپنی کتاب کو بارہ ابواب (حضرات) میں تقسیم کرتے ہوئے حضرت اولیٰ میں حضور سرور کائنات جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں خلفاء حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم سے لیکر حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ تک اکابر نقشبندیہ کا تذکرہ کیا ہے، حضرت ثانیہ سے حضرت نہم میں امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے احوال و مقامات کو بیان کیا ہے، پھر حضرت دہم (باب دہم) کے آخر تک حضرت مجدد الف ثانی کی زندگی کے آخری لمحات تک کے حالات بیان کئے گئے ہیں، حضرت یازدہم آپ کی اولاد اور حضرت دوازدہم میں آپ کے خلفاء کا تذکرہ کیا گیا ہے، عام تذکرہ نگاروں کی طرز سے ہٹ کر مولف،

علامہ نے ابواب کی بجائے حضرت کی اصطلاح کا استعمال کیا ہے، اقوالِ اکابر کو قدسیہ یا ملفوظ، مقامات کو درجہ اور کرامات کو کرامت یا تصرف کے القاب سے عنوانات قائم کئے، حقیقت یہ ہے کہ حضرات القدس کی فنی اصطلاح کے باوجود کتاب کے نام میں جو معنوی حسن پیدا ہو گیا ہے وہ رمز شناسانِ ادب ہی جانتے ہیں۔

حضرات القدس کی تالیف کے کوائف، ترتیبِ کتاب میں تعویق، پھر کتاب کی تکمیل و تصنیف میں مشکلات، کتاب کی تالیف کے محرکات، کتاب کے موضوعات و عنوانات پھر کتاب کی مقبولیت اور پذیرائی کے تمام کوائف مؤلفِ علام نے حضرات القدس کے حصہ دوم کے آخرین اوراق میں بیان کر کے قارئین کے دامن مطالعہ کو معلومات و تعارف کے موتیوں سے بھر دیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ

"کہ ہر چند ایں حقیر پیشِ ازیں در حالاتِ بابرکات آں قبلۂ حاجات یک بارے مقاماتِ ایشاں را مسودہ کردہ بود، و آں را بسیرِ احمدی نام نہادہ و در نظرِ کیمیا اثر ایشاں گزارندہ۔ حضرت ایشاں خوش شدہ بر سبیل طیب فرمودہ کہ بارے نخستین تصنیف شما در ذکرِ احوال ما واقع شدہ۔"

مؤلف حضرات القدس نے اپنی اس تصنیف سے پہلے ایک کتاب مقاماتِ مجددیہ بنامِ سیرِ احمدی مرتب کی تھی۔ جسے حضرت مجدد الف ثانی نے نہ صرف پسند فرمایا بلکہ اپنے دستِ مبارک سے بعض الفاظ کی اصلاح فرمائی اس سیرِ احمدی کا مسودہ آپ کے اثاث البیت کے ساتھ چوری ہو گیا تھا، جس کا مصنف کو بہت قلق ہوا، طبیعت میں مایوسی اور افسردگی آگئی، اور ایک عرصہ تک اس گوہر گم گشتہ پر افسردہ خاطر رہے، اس اثنا میں آپ کے رفیقِ سلوک خواجہ ہاشم کشمی قدس سرہ کا تذکرہ زبدۃ المقامات کے نام سے ۱۰۳۶ھ میں منظرِ عام پر آیا تو اس کے مطالعہ سے مؤلف میں ایک نیا ولولہ اور تازہ تحریک پیدا ہوئی، چنانچہ آپ نے ۱۰۳۹ھ میں (حضرت مجدد الف ثانی کے وصال کے بعد) اس کارِ خیر کا دوبارہ آغاز کیا۔ مگر بعض موانع اور عوائق آپ کے راہوارِ قلم کی رفتار کو قدم قدم پر روکتے رہے۔

جن تالیفی اور تصنیفی رکاوٹوں نے فاضل مؤلف کو حضرات القدس کی تسوید سے دور کر دیا ان میں بعض کا ذکر کرنا نہایت ضروری ہے ۱۰۲۳ھ میں کتاب کی سرسری تسوید سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ سرہند شریف کے ایک سید صاحب نے نہایت خلوص اور محبت سے اولیاء اللہ کے ایک جامع تذکرہ لکھنے کی فرمائش کی، وہ اپنے اس جذبہ میں اتنے مخلص اور بے تاب تھے کہ مؤلف گرامی نے حضرات القدس کے کام کو روک کر مجمع اولیاء کے نام سے ایک ہزار پانچ سو ۱۵۰۰ بزرگان دین کے حالات جمع کر دیئے اور یہ اہم کام ۱۰۴۳ھ کے اواخر میں مکمل کر کے فارغ ہوئے اور حضرات القدس پر نظر ثانی کر کے مسودہ صاف کرنے کے کام میں مصروف ہو گئے، مگر حاکم وقت سید صاحب نے آپ کو مجمع الاولیاء کی تکمیل و تسوید کے لیے دوبارہ بلا لیا اور مسودات کی تصحیح، ترمیمات اور حذف و اضافہ کے کام نے آپ کو ۱۰۴۶ھ تک مصروف رکھا۔ تین سال کے بعد آپ اس کام سے فارغ ہو کر اپنی تالیف لطیف کی طرف متوجہ ہوئے ہی تھے کہ شہزادہ داراشکوہ کا پروانہ طلبی آ پہنچا، اور اس نیک دل بادشاہ نے آپ کو بہجۃ الاسرار اور روضۃ النواظر کو فارسی میں منتقل کرنے کی خدمت انجام دینے میں لگا دیا۔ ان کتابوں سے فرصت ملی تو داراشکوہ نے بہمان بقلی کی تفسیر عرائس البیان کو فارسی میں منتقل کرنے کا کام سونپ دیا۔ مگر آپ نے عرائس البیان کے ترجمہ کیساتھ ساتھ ہی حضرات القدس کے مسودہ کو صاف کر لیا، اسطرح زیرِ نظر کتاب ۱۰۵۳ھ کو پایۂ تکمیل تک پہنچی۔

اذکار نقشبندیہ مجددیہ اور خصوصیت سے مقاماتِ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر لکھی جانیوالی کتابوں میں سے حضرات القدس کو ایک منفرد و ممتاز مقام حاصل رہا ہے۔ اور سلسلۂ مجددیہ سے روحانی نسبت رکھنے والے حضراتِ قدس کے لیے یہ کتاب مشعل راہ بنی پھر جناب امام ربانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے احوال و آثار پر کام کرنے والے اہل علم محققین نے اسے ایک مستند مفصل اور جامع ماخذ کی حیثیت سے پایا۔ زبدۃ المقامات بھی اسی موضوع پر اسی عہد میں لکھی گئی، اور اس کے مؤلف بھی حضور مجدد الف ثانی کے خلیفہ اور تربیت یافتہ تھے، مگر حضرات القدس کو جو منفرد اور ممتاز مقام حاصل ہوا وہ کئی پہلوؤں سے نمایاں رہا ہے، اس کی بنیاد فاضل مصنف کے رسالہ سیر احمدی پر رکھی گئی۔ جسے

حضرت مجدد کی نگاہ میں شرفِ قبولیت حاصل رہا، بلکہ بعض مقامات پر اس کی تصحیح اور پسندیدگی کا اعزاز بھی بخشا، پھر زبدۃ المقامات کے منظرِ عام پر آنے کے بعد حضرات القدس کے فاضل مؤلف نے حضرت مجدد کی زندگی کے ان پہلوؤں کو بھی بیان کیا جو حسبِ روایت زبدۃ المقامات سے صرفِ نظر ہو گئے تھے۔ زبان کے لحاظ سے حضرات القدس، زبدۃ المقامات سے سلیس اور پختہ ہے، غرضیکہ یہ دونوں کتابیں مقاماتِ مجددیہ پر اپنی اپنی انفرادیت کی حامل ہیں۔

اہلِ تحقیق نے حضرت شیخ بدرالدین بن شیخ محمد ابراہیم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (مؤلف حضرات القدس) کی تاریخ پیدائش کو مختلف آثار کی روشنی میں ۱۰۰۲ھ لکھا ہے، پندرہ سال کی عمر میں آپ تحصیل علوم کے لیے حضرت مجدد الف ثانی کے والد مکرم عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ دارالعلوم (بعد میں سلسلہ مجددیہ کے سالکان طریقت کی تربیت کا گہوارہ بن گیا) میں داخل لیا، ان دنوں اس دارالعلوم کا اہتمام حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا، فاضل مؤلف نے حضرت مجدد الف ثانی سے ہی ظاہری علوم حاصل کرنے کی سعادت حاصل کی۔ وہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

"ایں حقیر شرح مواقف، بیضاوی، عضدی با حاشیہ میر در خدمتِ آں حضرت خواندہ است، و بہ سعادت تلمذ آں حضرت نیز مستعد گشت"

شیخ بدرالدین سرہندی سترہ سال تک اسی درسگاہِ علم و عرفان میں زیرِ تربیت رہے، ظاہری علوم کیساتھ ساتھ آپ نے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ سے مقاماتِ سلوک طے کرنے میں بڑی مستعدی سے حصہ لیا، حضرت مجدد نے بھی آپ کی تربیت میں بڑی کاوش سے کام لیا، ظاہری علوم کی تحصیل کے دوران ایک ایسا وقت بھی آیا۔ جب حضرتِ مُرشد نے حکم دیا کہ

"چند روز ترکِ سبق خود و تکرارِ طلبہ باید کرد تا ذکر ملکۂ دل گردد"

چند دنوں تک اسباق کو ترک کر دیا جائے، طلبہ سے تکرار اسباق سے اجتناب کیا جائے کیا جائے تاکہ دل پر ذکرِ الٰہی کے اثرات مرتب ہو سکیں۔ چنانچہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر ایک ایسا وقت بھی آیا کہ کتابوں کی تعلیم اور لوگوں کے میل جول سے فارغ ہو کر گنجینۂ سینہ کو خزینۂ اسرار سے معمور کر لیا، حتیٰ کہ شجر و حجر تک ہر چیز ذکرِ الٰہی میں مخمور دکھائی دینے لگی اور اس طرح آپ مظہرِ جمالِ ربانی کے مقام پر فائز ہوئے۔

سلوک کی منازل طے کرتے ہوئے حضرت شیخ بدرالدین سرہندی صحو و محو، تشبیہ و توحید وجودی کی کیفیات و احوال سے گزرتے گئے اور معرفتِ ذات کی دولت سے ہمکنار ہوگئے۔ بقول مؤلف ایک مقام ایسا بھی آیا۔

"در ہمہ مجلس ذکر در گرفت و کار از اختیار بیرون رفت"

"اس مجلس میں ذکر کی کیفیت یوں ہوئی کہ تمام احوال انسانی اختیار سے ماورٰی ہوگئے۔"

یہ قلبی کیفیات حضرت مجدد کی تربیت کا نتیجہ تھیں، آپ نے اپنے اس زیر تربیت سالک کو مختلف مقامات سے گزارتے وقت پوری پوری نگہداری سے کام لیا۔ شیخ بدرالدین سرہندی نے حضرات القدس کی جلد دوم کی آخری صفحات میں ان مقامات و احوال کا تذکرہ کیا ہے۔ جن میں سے آپ گزرے، اگر ان مقامات کی تفصیل بیان کی جاتی تو قارئین کو اندازہ ہو جاتا کہ حضرت مجدد کی توجہاتِ عالیہ اور صحبتِ کیمیا اثر نے آپ کو کن مشکل منازل طے کرانے میں توجہ فرمائی۔

صاحب حضرات القدس اپنی نورانی تالیف میں اپنے پیر و مرشد مجدد الف ثانی کے فیضان کا ذاتی تجربہ بیان کرتے ہوئے مقاماتِ سلوک، مدارجِ عروج، منازلِ نزول، احوال و کوائف قلبیہ، کمالاتِ ولایت اور کمالاتِ وراثت و نبوت کے فیوض و برکات کا تذکرہ فرماتے ہیں۔ تو اندازہ ہوتا ہے کہ طریقہ مجددیہ اپنے سالکان راہ سلوک کو کس اسلوب سے تربیت دیتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی کے انیس خلوت اور ندیم جلوت ہونے کے ساتھ ساتھ جب کبھی آپ مجلس سے دور ہوئے تو حضرت امام ربانی نے اپنے پاکیزہ مکتوبات کے ذریعہ آپ کی تربیت کا کام جاری رکھا، چنانچہ مکتوبات امام ربانی کے تین دفاتر میں مؤلف علام کے نام متعدد ایسے خطوط ملتے ہیں جن میں معارف و اسرارِ تصوف کو کھل کر بیان فرمایا ہے۔

مکتوب نمبر ۲۸۹ میں اسرار قضا و قدر، مکتوب نمبر ۲۹۷ میں احاطہ و سریانِ حق کی تحقیق، دفتر دوم کے مکتوب نمبر ۴۰ میں شان ورود دیہ کے ضمن میں حجب شہودی اور مقام وجودی کو بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح عالم ارواح، عالم مثال اور عالم اجسام کے اسرار کو بھی مختلف مکتوبات میں بیان فرمایا گیا۔

حضرت شیخ بدرالدین سرہندی کثیر العیال تھے، ان کی پرورش کی ذمہ داری نے آپ کو کئی بار امراء و سلاطین کے احکامِ حسنہ کی تعمیل پر بھی آمادہ کیا۔ اور فکرِ معاش کے سلسلہ میں انہیں کئی سفر کرنے پڑے، کئی معاشی امور انجام دینا پڑے،

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے

"ہم چاہتے ہیں کہ آپ ایک جگہ بیٹھ جاتے اور مخلوقِ خدا کی علمی اور روحانی راہنمائی فرماتے مگر عیالداری نے آپ کو اجازت نہ دی " آپ کو دہلی۔ آگرہ اور دوسرے مقامات پر کئی بار تشریف لے جانا پڑا۔ بایں ہمہ آپ جہاں جاتے اہل اللہ کے مزارات سے بھی روحانی فیوض پاتے، آپ نے اپنی دنیاوی مصروفیتوں اور روحانی منازل کے طے کرنے کے باوجود اپنی قابلِ قدر تالیفات یادگار زمانہ چھوڑی ہیں جن میں مندرجہ ذیل کتابیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

۱۔ حضرات القدس	۲۔ ترجمہ فارسی فتوح الغیب
۳۔ ترجمہ فارسی تفسیر عرائس البیان	۴۔ ترجمہ فارسی بہجۃ الاسرار
۵۔ رواح	۶۔ کرامات اولیاء
۷۔ مجمع الاولیاء	۸۔ وصال احمدی
۹۔ سنوات الاتقیاء	۱۰۔ ترجمہ فارسی روضۃ النواظر

فاضل مؤلف کو جس طرح زیرِ نظر کتاب حضرات القدس کی تالیف کے سلسلہ میں گوناگوں مشکلات اور موانعات کا سامنا کرنا پڑا۔ اور اس کتاب کی ترتیب تقریباً دس سال تک تعطّل و تعویق کا شکار رہی، ایسے ہی کتاب کے ترجمہ میں (ناشر) حافظ محمد اشرف صاحب مجددی کو انتہائی خواہش کے باوجود شعوری اور لاشعوری طور پر بعض ایسے موانع و مصروفیات سامنے آئیں کہ کتاب کے ترجمہ، کتابت اور پھر طباعت کا کام کئی سال میں مکمل ہوا۔

طباعتی دنیا میں آج تک حضرات القدس کی جلد اوّل سامنے نہیں آئی تھی۔ اس کا صرف اردو ترجمہ، اللہ والوں کی قومی دکان لاہور نے ۱۹۲۵ء میں شائع کیا۔ پھر یہ فارسی نسخہ نادر و نایاب بن گیا۔ جلد دوم کا فارسی متن محکمہ اوقاف پنجاب کے زیرِ اہتمام، جون

سنہ ۱۹۷۱ء میں زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر اہلِ ذوق کے مطالعہ میں پہنچا۔ اس نسخہ کو مولانا محبوب الٰہی صاحب نے اپنے فاضلانہ مقدمہ، تحقیق و تصحیح کے مساعیٔ جمیلہ کے ساتھ ترتیب دیا فاضل مرتب کے سامنے خانقاہ کندیاں شریف، کتاب خانہ خانقاہ موسیٰ زئی شریف، آغا ہاشم جان (سندھ) کے ذاتی خطی نسخے سامنے رہے، مگر جلد اوّل کا خطی نسخہ ناشر کو مولانا عبدالرشید صاحب قاسمی کتب خانہ رشیدیہ لاہور نے اپنی ذاتی لائبریری سے عنایت فرمایا۔ یہ نسخہ صحت لفظی اور خطی خوش زیبائی کا عمدہ نمونہ تھا:

اقبال احمد فاروقی ایم۔ اے

۲۷ / مارچ سنہ ۱۹۸۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرات القدس تنزلات احدیت ذات را کہ رشحاتِ جود وجود بر ریاض عدمات بوساطتش فائض گردیدہ جہاں ستائش وسپاس ونفحات الانس تعینات واحدیت صفات را کہ لمعاتِ نور ظہور آن بر شبستان عرصہ وہم وخیال بتوسطش درخشدہ گونا گوں سپاس بے قیاس ایں سلسلۃ الذہب مراتب مقدسہ از وحدت سرائے غیب تا دار الخلافت شہادت ہمہ شایان محمدت وسزاوار منقبت است وایں شجرۂ طیبہ با اصول و فروع آن ہمہ لائق شکر پردازی ومستحقِ ثناگستری وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ حاکی ایں مقام است وَلَہُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَۃِ مُخبرِ ایں مرام چہ تسبیح وتحمید در ہر درجہ از درجات کہ واقع شود دارج مدارج اصل الاصل است وتنزیہ وتقدیس در ہر مرتبہ از مراتب کہ بوقوع آید عارج معارج فوق الفوق چرا چنیں نباشد کہ ایں عرصہ کائنات عکس اسماء و صفات است وایں نشأ موہومات ظل وشیون کمالاتِ ذات حضرات انبیاء علیہم السلام واولیاء علیہم الرحمۃ وسائر الممکنات مظاہر ومرائی واحدیت اند۔

ومحمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مظہر اتم وحدت است وبرزخ بین الاحدیت والواحدیت وواسطہ وصول فیوض از جناب احدیت بمظاہر واحدیت وعارج معارج قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعَلَی الْاَنْبِیَاءِ اَجْمَعِیْنَ۔

حمد | بے حد و بے حساب حمد و ثنا ذاتِ حق سبحانہٗ تعالیٰ کے ان مقدس تنزّلات کی بارگاہوں کے لیے ہے جن کی وساطت سے وجود یعنی ہستی کی بخشش و کرم کی بارش نے عدم یعنی نیستی کے باغوں پر نزولِ فرمایا۔ اور بے عدد و بے شمار شکر لائقِ صفاتِ باری تعالیٰ کی ان محبت آمیز تعینات کی نگہتوں کے واسطے جن کے انوار کے ظہور سے وہم و خیال کے تیرۂ و تاریک منوّر اور درخشاں ہوئے۔ مقدس مراتب کا یہ سنہری سلسلہ جو غیب کے وحدت سرا سے شہادت کے پائے تخت تک وسیع ہے ہر طرح کی تعریف اور توصیف کے لیے شایاں ہے۔ اور یہ پاکیزہ درخت اپنے اصول اور فروع کے ساتھ شکر گزاری کے قابل اور ثنا گستری کے لائق ہے۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ[1] (اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی نہ بولے) اسی مقام کا بیان فرما رہی ہے اور لَہُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَۃِ[2] (اسی کی تعریف سب سے اوّل اور آخر ہے) اسی مضمون کو ادا فرما رہی ہے۔ کیونکہ جس قسم کی تسبیح اور تحمید تنزّلاتِ ذات کے مدارج میں سے جس درجہ کی بابت ہو اصل الاصل کے مدارج میں داخل ہے اور پاکی اور بزرگی صفاتِ الٰہی کے مراتب میں سے جس مرتبہ کے لیے واقع ہو وہ بالا سے بالا مقام پر عروج کرتی ہے کیوں نہ ہو کہ یہ کائنات کا میدان خدا تعالیٰ کے ناموں اور صفتوں کا عکس ہے۔ اور ان موہومات کا پیدا ہونا ذاتِ الٰہی کے کمالات کا سایہ اور اس کی شانیں ہیں حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء علیہم الرحمہ بلکہ سارے ممکنات واحدیت کے آئینے اور مظاہر ہیں۔

نعت | اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ذاتِ وحدت کے مظہرِ کامل اور اَحدیت و واحدیت کے درمیان برزخ ہیں اور واحدیت کے مظاہر کے ساتھ جنابِ اَحدیت سے فیوض پہنچنے کا واسطہ و ذریعہ ہیں۔ آپ ہی قابَ قوسینِ اَوْ اَدْنٰی[3] اور اس سے بھی بلند اور بالا مقامات پر عروج فرمانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی اولاد پاک اور اصحاب

---

[1] پ ۱۵ رکوع ۵ [2] پ ۲۰ رکوع ۱۰ [3] (پ ۲۷ ع ۵)

پر رحمت نازل فرمائے اور سب انبیاء و اولیاء پر۔

امابعد!

سببِ تالیف اہلِ بصیرت کے دل خوب جانتے ہیں کہ حضرت حق سبحانہٗ کلامِ مجید اور فرقانِ حمید میں فرماتا ہے وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ[1] (اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو) اور حق تعالیٰ شانہٗ فرماتا ہے قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ[2] (تم فرماؤ یہ میری راہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اور جو میرے قدموں پر چلیں دل کی آنکھیں رکھتے ہیں) اور آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں عُلَمَاءُ اُمَّتِيْ كَاَنْبِيَاءِ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ[3] (میری اُمت کے علماء (تبلیغ میں) بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں) اور نیز ارشاد ہے اَلشَّيْخُ فِيْ قَوْمِهٖ كَالنَّبِيِّ فِيْ اُمَّتِهٖ[4] (مرشد اپنی قوم میں ایسا ہے جیسا نبی اپنی اُمت میں) اور یہ بھی ارشاد ہے کہ مَنْ لَّا شَيْخَ لَهٗ لَا دِيْنَ لَهٗ[5] (جس کا کوئی پیشوا نہ ہو اس کا دین نہیں) اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ مَنْ لَّا شَيْخَ لَهٗ فَشَيْخُهُ اِبْلِيْسُ[6] (جس کا کوئی ہادی و مرشد نہ ہو اس کا پیر شیطان ہے)

---

[1] پ۶ رکوع ۱۰ [2] پ۱۳ رکوع ۶ [3] یہ حدیث گو لفظاً منقول نہیں لیکن معنیً صحیح ہے جیسا کہ مقاصدِ حسنہ میں تحقیق کیا ہے۔ (التشرف ص۱۸۹) صاحبُ التشرف دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ: اس کا مضمون صحیح ہے اور اس حدیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علماء وارث ہیں انبیاءؑ کے بمقاصد میں اسی حدیث کے باب میں کہا ہے کہ اس کو احمد و ابوداؤد و ترمذی نے اور دوسروں نے بھی ابوالدرداء سے انہی الفاظ سے مرفوعاً روایت کیا ہے مع اس زیادت کے کہ انبیاء نے میراث میں نہ دینار چھوڑا نہ درہم چھوڑا صرف علم کو میراث میں چھوڑا ہے اور اس حدیث کو ابنِ حبان اور حاکم وغیرہما نے صحیح کہا ہے اور حمزہ کنانی نے حسن کہا ہے اور ان کے غیر نے ضعیف کہا ہے بوجہ اس کے کہ اس کی سند میں اضطراب ہے لیکن اس کے شواہد متعدد ہیں جن سے اس کو تقویت ہو جاتی ہے۔ (التشرف ص۲۲۸) ۱۲ [4] ابنِ حبان فی الضعفاء من حدیث ابن عمر و ابو منصور الدیلمی من حدیث ابی رافع بسند ضعیف (التشرف ص۲۲) یعنی اس کو ابنِ حبان نے کتاب الضعفاء میں ابنِ عمر کی روایت سے ذکر کیا اور ابو منصور دیلمی نے ابو رافع کی روایت سے ضعیف سند کے ساتھ ۱۲

پس راہِ خدا کے طالب کے لیے ایسے پیر کی بے حد ضرورت ہے جو خدائے بزرگ و برتر کی راہ کی طرف رہبری فرماتے اور خدا کی طرف جانے والے کو راستہ دکھاتے۔

(۱) پیر ایسا ہو کہ اس کا سلسلہ سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتا ہو (۲)، اور وہ پیر حبیب ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع سے آراستہ ہو۔ (۳)، ہر سالک کے لیے یہ امر بھی ارکانِ طریقت سے ہے کہ اپنے پیر سے لے کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک سلسلہ کی اسناد کا علم حاصل کرے۔ (۴) طریقت کے اصول میں سے یہ بات بھی ہے کہ مرید اپنے پیرانِ سلسلہ کے طرز اور طریقے اور ان کے اقوال و احوال اور مقامات و کرامات سے واقفیت حاصل کرے تاکہ وہ ان نعمتوں سے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکار سے عطا ہوں درجہ بدرجہ اپنے پیرانِ کبار کے واسطہ سے مستفیض ہو سکے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سلسلہ یعنی زنجیر کی خاصیت ہے کہ اس کے ایک سرے کی حرکت دوسرے سرے تک پہنچتی ہے۔

مُریدِ صادق کو چاہیئے کہ اللہ سے مناجات کرتے وقت حضورِ دل سے التجا اور عاجزی کے ساتھ اپنے سلسلہ کے بزرگوں کو نام بنام یاد کرے اور ہر ایک ظاہری اور باطنی مشکل اور مصیبت میں ان کو اپنا شفیع گردانے اور ان کے وسیلہ اور واسطہ سے اپنی مراد مانگے تاکہ جلد قبولیت حاصل ہو[۱]۔

چنانچہ حضرت سیّد الطائفہ شیخ جنید بغدادی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ مرید کے لیے پیروں کا کلام پڑھنے، لکھنے اور سننے میں بہت سے فائدے ہیں جن کی کوئی حد نہیں۔ ان کا کلام ایک لشکر ہے خدائے جلّ و علا کے لشکروں میں سے۔ جب مرید سب کی طرف سے نا اُمید ہو کر خدا کے لشکروں کی امداد سے قوی دِل ہو جاتا ہے تو اپنے کام میں اچھی طرح سے مشغول ہو جاتا ہے اور اسے شرح صدر اور انبساط حاصل ہوتا ہے اور غرور اور خود پسندی سے پاک ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتا ہے وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ

---

[۱] تمام سلاسل میں اپنے پیرانِ عظام کا شجرہ پڑھنے کا معمول ہے تو اس ہدایت کے مطابق ہے ۱۲

اَنۡبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ[1] (اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارا دل ٹھہرائیں) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ[2] (صالحین کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے) چنانچہ اس امر پر اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجماع ہے کہ تفسیر و حدیث کے بعد بزرگانِ دین کے ارشادات بہترین کلام ہیں۔

منقول ہے کہ جو شخص اپنے پیرانِ سلسلہ کے حالات، ارشادات اور مقامات اور کرامات لکھے تو ہر ایک حرف کے بدلے ستر ستر نیکیاں اس کے اعمال نامہ میں لکھی جاتی ہیں۔ اسی بنا پر اس کمترین خاک نشینانِ بارگاہِ انوار بدرالدین بن شیخ ابراہیم سرہندی نے پیرانِ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مقامات کو اول سے آخر تک اس طرح جمع کر دیا ہے کہ کسی اور نے اس طریقہ پر آج تک ان مقامات کو جمع کرنے کی توفیق نہ پائی تھی۔ اور اس کا نام حضرات القدس رکھا۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وعليه التكلان۔ (اللہ ہی مددگار ہے اور اسی پر تکیہ ہے)

---

[1] پ ۱۲ رکوع ۱۰

[2] اس روایت کے متعلق التشرف ص۸ میں ہے۔ حدیث مرفوع میں اس کی کچھ اصل نہیں صرف سفیان بن عیینہ کا قول ہے اسی طرح ابنِ جوزی نے صفوۃ الصفوۃ کے مقدمہ میں روایت کیا ہے۔ ف یہ اصل ہے بزرگوں کی حکایات جمع کرنے کی اور تبع تابعین کا قول ایسے امر میں حجت ہے۔ متن میں مذکور قول کی تائید اس حدیث سے ہو جاتی ہے جسے محدثین نے ذکر کیا ہے جو اسی التشرف میں ہے: ذِكْرُ الصَّالِحِيْنَ كَفَّارَةٌ لِلذُّنُوْبِ (للدیلمی) یعنی صالحین کے مناقب و صفات کا تذکرہ گناہوں کا کفارہ ہے۔ (ص۳۹۴) ظاہر بات ہے کہ گناہوں کا کفارہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی سے ہوتا ہے۔

لہٰذا مصنف نے جو الفاظ ذکر کیے ہیں وہ حاشیہ والی حدیث کے لیے روایت بالمعنی کے حکم میں ہوتے۔ ۱۲ واللہ اعلم بالصواب۔

شجرہ خاندانِ عالیہ نقشبندیہ

واضح ہو کہ حضرت (پیر و مرشد) شیخ الاسلام، قطب الانام، سیّد المحققین، حجت المتاخرین، ازلی خزانوں کے جمع کرنے والے، ابدی معدنوں کے تقسیم کرنے والے، نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وارثِ حبیب اللہ ہمارے شیخ اور امام شیخ احمد فاروقی کابلی سرہندی قدس سرہٗ مرید و خلیفہ غوثِ عالم حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ کے ہیں۔ (آپ قریشی الاصل ہیں کابل میں پیدا ہوئے اور دہلی تشریف لا کر سکونت اختیار فرمائی) اور وہ حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں اور وہ اپنے والد ماجد حضرت مولانا درویش محمد قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں اور وہ اپنے خالو حضرت مولانا محمد زاہد وخشی قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں۔ اور وہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں۔ اور وہ حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں۔ اور وہ قطب الاقطاب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں اور وہ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں۔ اور وہ حضرت خواجہ بابا سماسی قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں۔ اور وہ حضرت خواجہ علی رامیتنی معروف بہ حضرت عزیزاں قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں۔ اور وہ حضرت خواجہ محمود الخیر فغنوی قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں۔ اور وہ حضرت خواجہ عارف ریوگری قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں اور وہ حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں۔ اور وہ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں۔ اور وہ حضرت شیخ ابو علی فارمدی قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں اور وہ حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی کا حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی سے بلا کسی واسطہ کے انتساب ہے۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ شیخ ابو علی فارمدی کو حضرت شیخ

ابوالقاسم گرگانی قدس سرہٗ اور ان کو حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ سے اور ان کو سلطان العارفین حضرت شیخ بایزید بسطامی قدس سرہٗ کی روحانیت سے اور ان کو حضرت امام جعفر صادق قدس سرہٗ کی روحانیت سے اور ان کو حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم سے اور ان کو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے اور ان کو حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے انتساب ہے۔

کتاب شرح وصایائے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ میں (جو مصنفہ حضرت خواجہ ابوالخیر فضل اللہ بن روز بہان المشہور بخواجہ مولانا اصفہانی ہے) اس طرح سے مذکور ہے کہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کے پیر تعلیم حضرت خواجہ خضر علیہ السلام تھے اور پیر خرقہ خواجہ یوسف ہمدانی اور ان کے پیر شیخ ابوالحسن خرقانی اور ان کے پیر چند واسطوں سے شیخ بایزید بسطامی ہیں۔ اور ان کے پیر امام جعفر صادق ہیں۔ اور ان کے پیران کے والد ماجد امام باقر ہیں اور ان کے پیران کے والد ماجد امام زین العابدین ہیں۔ اور ان کے پیران کے والد ماجد حضرت امام حسین ہیں اور ان کے پیران کے والد ماجد امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں اور ان کے پیر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

کتاب ثمرۂ شجرہ[1] میں مذکور ہے کہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جس طرح حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نسبت حاصل ہے۔ اسی طرح تینوں خلفاء سے جو آپ سے پہلے ہیں انتساب ہے جو باتفاق اہلِ تحقیق ثابت ہے اور آپ نے تربیتِ باطنی تینوں خلفاء سے حاصل کی ہے۔ نیز حضرت امیر المومنین کرم اللہ وجہٗ کو حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے صحبت حاصل تھی۔ اور ان کو حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے اور ان کو حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے۔

پس تمام سلسلوں کو درحقیقت حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے انتساب ہے۔ اور یہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ تک اور بھی طریقوں سے پہنچتا ہے۔

(۱) ایک یہ کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد

---

[1] اصل فارسی میں "ثمرہ و شجرہ" لکھا ہے اور مطبوعہ ترجمہ میں "ثمرۂ شجرہ" درج ہے

جس طرح حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے صحبت حاصل رہی اسی طرح حضرت امیر کرم اللہ وجہہ سے بھی رہی ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ امام جعفر کو جس طرح سے (اپنے نانا) امام قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم سے انتساب ہے۔ اسی طرح سے ان کو اپنے والد ماجد امام محمد باقر سے بھی انتساب ہے۔ اور انہیں اپنے والد ماجد امام زین العابدین سے اور ان کو اپنے والد ماجد حضرت امام حسین سے اور ان کو اپنے والد ماجد امیر المومنین علی رضی اللہ عنہم اجمعین سے۔

(۳) نیز امام قاسم بن محمد کو امام زین العابدین سے بھی نسبت ہے اور ان کو اپنے والد ماجد امام حسین رضی اللہ عنہ سے اور ان کو اپنے والد ماجد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے۔

(۴) شیخ ابوالقاسم گرگانی طوسی کو شیخ ابوعثمان مغربی سے انتساب ہے اور کو شیخ ابوعلی کاتب سے اور ان کو شیخ ابوعلی رودباری سے اور ان کو شیخ جنید بغدادی سے اور ان کو شیخ سری سقطی سے اور ان کو حضرت معروف کرخی سے اور ان کو امام علی موسیٰ رضا سے اور ان کو امام موسیٰ کاظم سے اور ان کو امام جعفر صادق سے اور ان کو امام زین العابدین سے اور ان کو امام حسین سے اور ان کو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہم سے اور ان کو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے۔

(۵) علاوہ ازیں حضرت معروف کرخی کو حضرت داؤد طائی سے اور ان کو حضرت حبیب عجمی سے اور ان کو حسن بصری سے اور ان کو امیر المومنین حسن بن علی رضی اللہ عنہما[1] سے انتساب ہے۔ اور ان کو حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے اور ان کو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی ارادت حضرت امیر المومنین کرم اللہ وجہہ سے بلاواسطہ صحیح نہیں ہے اور خلافِ واقعہ مشہور ہو گئی ہے۔ اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے آپ کی ارادت کو صاحبِ تذکرۃ الاولیاء نے صحیح بیان کیا ہے۔ لیکن حضرت حسن بصری کا

---

[1] اصل فارسی نسخہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام رہ گیا ہے مطبوعہ اردو نسخہ میں موجود تھا اسے درست سمجھتے ہوئے درج کر دیا ہے ۱۲

جناب امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے بھی ملاقات کرنا تذکرۃ الاولیاء میں منقول ہے۔ ہم نے ان روایتوں کو بیان کر دیا ہے تاکہ طالبوں کو یاد کرنے میں آسانی ہو۔

امیر المومنین اور حسن بصری کی ملاقات

واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بصرہ میں اونٹ کی مہار اپنی کمر میں باندھے ہوتے تشریف لائے اور تین روز وہاں مقیم رہے آپ نے حکم دیا تھا کہ منبروں کو توڑ دیا جائے اور واعظوں کو وعظ کہنے سے ممانعت کی جائے۔ پھر آپ حسن بصری کی مجلس میں تشریف لاتے اور استفسار فرمایا کہ تم عالم ہو یا متعلم؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں دونوں میں سے کوئی بھی نہیں ہوں۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جس قدر حدیثیں مجھ تک پہنچی ہیں، میں ان کو مخلوق تک پہنچاتا ہوں۔ آپ نے یہ سن کر ان کو وعظ کی اجازت دے دی اور فرمایا کہ اے جوان تو نے اچھا جواب دیا۔ پھر آپ تشریف لے گئے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو فراست سے پہچانا اور آپ کی تلاش میں نکلے اور آپ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے عرض کیا کہ خدا کے لیے مجھ کو طہارت سکھائیے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے پانی منگایا اور حضرت حسن بصری کو طہارت سکھائی۔

نیز خواجہ عارف ریوگری کا انتساب خواجہ محمد معشوق سے ہے اور ان کو خواجہ ماوراء النہر سے اور ان کو خواجہ ابو الحسن خرقانی سے اور ان کو ابو المظفر مولانا ترک طوسی سے اور ان کو خواجہ اعرابی بایزید عشقی سے اور ان کو خواجہ محمد مغربی سے اور ان کو سلطان العارفین شیخ بایزید البسطامی سے تا آخر سلسلہ انتساب ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

بعض احباب نے اس شجرۃ طیبہ کو نظم کیا ہے تاکہ طالبوں کو اس کا یاد کرنا آسان ہو

---

[1] یہ واقعہ تذکرۃ الاولیاء باب نمبر ۳ میں مذکور ہے۔

شجرۂ اوّل

رسید فیض بصدیق ز احمدِ مختار — ازو رسید بسلمان مخزنِ اسرار

ازو بقاسم و جعفر ابو یزید ازو — بخرقانی ازو بوعلی سرِ ابرار

از دست یوسف از و عجدوانی و عارف — ز فغنویست برامیتنی بزرگوار

از دست حضرتِ باباپس از امیر کلال — بہاء ملت و دین نقشبند فخرِ کبار

عقیبِ ایں ہمہ یعقوب چرخی ست دگر — ازو بخواجہ عبیداللہ آں سرِ احرار

از دست زاہد و درویش فتولجہ امکنگی — ازو بخواجہ باقی قدوۂ اخیار

ازو امامِ زماں قطبِ وقت شیخ احمد

کہ ہست بانئ ایں رہ مجددِ ایں کار

بعض احباب نے اس شجرۂ طیبہ کو اس طرح سے نظم کیا ہے۔

شجرۂ دوم

الفِ ثانی را مجدد شیخنا تاجُ الرجال — شیخ احمد مجمع البحرین علم حال وقال

پیرِ ایشاں خواجہ باقی بحق فانی ز خویش! — شیخِ ایشاں خواجۂ اَمکنگی بدرالکمال

مُرشدِ او والدِ او خواجہ درویش دل — قدوہ مولانا محمد زاہد او را پیر وخال

شیخ او خواجہ عبیداللہ سرِ احرار بود — مُرشدِ او شیخ یعقوب آں مہِ چرخِ کمال

شیخِ او سلطان بہاءُ الحق والدین نقشبند — خواجہ نوشید ایں مے از خمخانۂ میرِ کلال

پیر سید خواجہ بابائے محمد نام او — رستہ از خاکِ سماس آں گلبن گلہائے حال!

شیخ او خواجہ علی رامیتنی تاجِ عشق — آنکہ اعیانِ بخارا شد براہش چہرہ مال

عاقبت محمود شد از خواجہ محمود ایں عزیز — آنکہ بود ابجیر فغنو چشمۂ آبِ زُلال

مرشدِ او خواجہ عارف لعلِ کانِ ریوگر — رہبرِ او خواجہ عبدالخالق آں دریائے حال

بود شاہ عجدواں از شاہِ ہمداں راہ داں — قطبِ عالم خواجہ یوسف یوسفِ مصرِ وصال

مرشدِ او شیخ سرمد بوعلیِ فارمدی — رہبرِ او خرقانی بوالحسن بحرِ نوال

پیرِ او سلطانِ معنے بایزید و شیخِ او — جعفرِ صادق کہ در وصفش زبان ہا ماندہ لال

شیخِ او سلمانِ فارس فارسِ میدانِ دیں — با وجودِ صحبت از صدیق ہم دارد کمال

رہبرِ صدیق خیر الانبیاء ختم الرسل

مصطفےٰ صد رحمتِ حق بروے و اصحاب و آل

خیرالاولیا خیرالرسل

فضائل وکمالات خُلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم

چاروں خلفاء رضی اللہ عنہم کے کمالات وفضائل کے متعلق جو احادیث اور نصوص آئی ہیں پہلے ذکر کی جاتی ہیں۔ پھر ہر ایک صاحب کے مناقب وفضائل علیحدہ علیحدہ جس طرح سے احادیث اور نصوص میں ہر ایک کی شان میں وارد ہوئے ہیں تحریر ہوں گے۔

پھر مشائخ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے حالات ترتیب کے ساتھ ذکر کیے جائیں گے۔ اور آیات واحادیث کو معہ ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔

۱۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اِخْتَارَ اَصْحَابِیْ عَلَی الْعَالَمِیْنَ سِوَی النَّبِیِّیْنَ وَاخْتَارَ مِنْ اَصْحَابِیْ اَرْبَعَۃً فَجَعَلَھُمْ خَیْرَ اَصْحَابِیْ وَھُمْ اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ[۱]

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اصحاب کو نبیوں کے سوا تمام جہانوں میں برگزیدہ فرمایا۔ اور تمام اصحاب میں سے چار کو منتخب کیا۔ اور ان کو میرا بہترین دوست بنایا اور وہ ابوبکر، عمر، عثمان اور علی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو۔

۲۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِتَّخَذَ اللّٰہُ اَبَابَکْرٍ وَّالِدِیْ وَعُمَرَ مُشَاوِرِیْ وَعُثْمَانَ سَنَدِیْ وَعَلِیًّا ظَھِیْرِیْ[۲]۔ آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کو میرا والد یعنی خسر اور عمر کو میرا وزیر اور عثمان کو میرا تکیہ گاہ اور علی کو میرا پشتیبان بنایا ہے۔

---

[۱] اس حدیث کو خطیب نے بروایت انس رضی اللہ عنہ کسی قدر اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے (ا ح)

یہ حدیث منتخب کنز العمال صفحہ ۶۳ جلد ۵ میں بھی ہے ۱۲

[۲] اس حدیث کو دیلمی نے ضمان الفردوس میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے (ا ح)

۳۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَرْبَعَۃٌ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَھُمْ فِیْ اُمِّ الْکِتَابِ لَا یُحِبُّھُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّلَا یُبْغِضُھُمْ اِلَّا فَاجِرٌ وَھُمْ خَلَائِفُ نُبُوَّتِیْ وَعَضُدُ دِیْنِیْ وَعِصْمَۃُ اُمَّتِیْ وَمَعْدِنُ حِکْمَتِیْ، لَا تُقَاطِعُوْا وَلَا تُحَاسِدُوْا[1]

آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چار شخصوں کے بارے میں لوحِ محفوظ میں پختہ عہد لیا کہ ان کو دوست نہ رکھے گا۔ کوئی شخص سوائے مومن کے اور ان سے بغض نہ رکھے گا کوئی سوائے فاجر کے۔ وہ میری نبوت کے خلیفے ہیں اور میرے دینِ متین کے بازو اور میری امت کی عصمت ہیں اور میرے عِلم کے معدن ان سے تعلق قطع نہ کرو اور نہ ان سے حسد کرو۔

شیخ ابوطالب مکی قدس سرہ العزیز نے کتاب قُوْتُ الْقُلُوْب میں نقل کیا ہے کہ ہر زمانہ کا قطب قیامت تک اپنے مرتبہ اور مقام میں امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قائم مقام رہے گا۔ اور تینوں اوتاد جو قطب سے کم درجہ کے ہوتے ہیں۔ ہر زمانہ میں باقی تین خلفاء یعنی امیر المومنین عمر فاروق عثمان ذوالنورین اور امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قائم مقام ہوں گے اور ان کی صفت وحالت اور یقین کے مطابق رہیں گے۔ باقی چھ صدیق جن کی حالت یہ ہے کہ:

بِھِمْ تَقُوْمُ الْاَرْضُ وَبِھِمْ یُدْفَعُ الْبَلَاءُ مِنْ اَھْلِ الْاَرْضِ فَبِھِمْ یُرْزَقُوْنَ وَبِھِمْ یُمْطَرُوْنَ[2]

ان کی برکت سے زمین قائم ہے اور اہلِ زمین کی بلائیں دفع ہوتی ہیں اور ان ہی کی برکت سے رزق دیا جاتا ہے اور پانی برسایا جاتا ہے۔

یہ ہر زمانہ میں بقیہ عشرہ مبشرہ چھ اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قائم مقام ہوتے ہیں۔

---

[1] ابنِ عساکر نے اس حدیث کو نقل کیا ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے (اح) نمبر ۲، ۳، ایک حدیث ہے منتخب کنز میں بھی بحوالہ ابونعیم اور ابنِ عساکر قدرے تغیر کے ساتھ موجود ہے۔ (منتخب کنز صفحہ ۹۳ جلد ۵)

[2] اس عبارت میں تین حدیثوں کے مضمون کو جمع کر دیا ہے تفصیل کے لیے دیکھئے الجامع الصغیر صفحہ ۲۱ مطبوعہ پاکستان از علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲

۴۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَبُوْبَکْرٍ وَزِیْرِیْ وَالْقَائِمُ فِیْ اُمَّتِیْ بَعْدِیْ وَعُمَرُ حَبِیْبِیْ وَعُثْمَانُ مِنِّیْ وَعَلِیٌّ اَخِیْ وَصَاحِبُ لِوَائِیْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ[1] آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ابوبکر میرا وزیر اور میری اُمت میں میرے بعد میرا قائم مقام ہے اور عمر میرا حبیب ہے اور عثمان مجھ سے ہے اور علی میرا بھائی اور میرا علمبردار ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

۵۔ قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لَایَجْتَمِعُ حُبُّ ھٰؤُلَاءِ الْاَرْبَعَۃِ اِلَّا فِیْ قَلْبِ مُؤْمِنٍ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ[2] آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چار اشخاص یعنی ابوبکر اور عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کی محبت سوائے مومن کے دل کے جمع نہیں ہوتی۔

۶۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبُوْبَکْرٍ بَصَرِیْ وَعُمَرُ یَنْطِقُ بِلِسَانِیْ وَعُثْمَانُ رُوْحِیْ فِیْ جَسَدِیْ وَعَلِیٌّ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ[3]۔ آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ابوبکر میری آنکھوں کی روشنی ہے اور عمر میری زبان سے گفتگو کرتا ہے اور عثمان میری روح ہے جو میرے جسم میں ہے اور علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ رضی اللہ عنہم۔

۷۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَنَا مَدِیْنَۃُ الصِّدْقِ وَاَبُوْبَکْرٍ سَقْفُھَا وَاَنَا مَدِیْنَۃُ الصَّلَابَۃِ وَعُمَرُ عِمَادُھَا وَاَنَا مَدِیْنَۃُ الْحَیَاءِ وَعُثْمَانُ جِدَارُھَا وَاَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا[4]۔ آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

[1] اس حدیث کو بروایت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ترمذی نے کسی قدر لفظی اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے (اح) یہ روایت کچھ اختلاف سے منتخب کنز ص ۶۳،۶۲ ج ۵ میں بھی حضرت انس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ۱۲

[2] اس حدیث کو صاحب منتخب کنز نے بحوالہ ابن عساکر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے۔ ۱۲

[3] اس حدیث کو بروایت ابن خطیب ترمذی نے نقل کیا ہے (اح)

[4] علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اللآلی المصنوعہ کے باب المناقب میں یوں بیان کیا ہے۔ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَاَبُوْبَکْرٍ اَسَاسُھَا وَعُمَرُ حِیْطَانُھَا وَعُثْمَانُ سَقْفُھَا وَعَلِیٌّ بَابُھَا (ص ۳۳۶ جلد اول)

فرماتے ہیں کہ میں صدق کا شہر ہوں اور ابوبکر اس کی چھت ہے۔ میں صلابت کا شہر ہوں اور عمر اس کا ستون ہے۔ میں حیاء کا شہر ہوں اور عثمان اس کی دیوار ہے۔ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ رضی اللہ عنہم۔

۷۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ يَجْمَعُ اللّٰهُ أُمَّتِيْ عِنْدَ قَبْرِيْ وَيَجْمَعُ الصِّدِّيْقِيْنَ مَعَ اَبَا بَكْرٍ وَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَالْاٰمِرِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ مَعَ عُمَرَ وَاَهْلَ الْحَيَاءِ مَعَ عُثْمَانَ وَاَهْلَ السَّخَاءِ وَحُسْنِ الْخُلُقِ مَعَ عَلِيٍّ وَاَهْلَ الْعِلْمِ مَعَ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَاَهْلَ الْقِرَاءَةِ مَعَ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَالْفُقَرَاءَ مَعَ اَبِي الدَّرْدَاءِ وَاَهْلَ الزُّهْدِ مَعَ اَبِيْ ذَرٍّ وَالشُّهَدَاءَ مَعَ حَمْزَةَ وَالْمُؤَذِّنِيْنَ مَعَ بِلَالٍ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَقَدْ وَعَدَنِيْ رَبِّيْ اَنْ يَدْخُلَ مِنْ اُمَّتِيْ سَبْعِيْنَ اَلْفًا بِلَا حِسَابٍ۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میری کل اُمّت کو میری قبر کے پاس جمع کرے گا۔ ان میں سے صدیقین کو ابوبکر کے ہمراہ کرے گا اور وہ ان کے ساتھ بہشت میں داخل ہوں گے۔ اور نیکی کا حکم کرنے والوں کو عمر کے ہمراہ اور حیا کرنے والوں کو عثمان کے ہمراہ اور سخاوت اور اچھے اخلاق والوں کو علی کے ساتھ اور علماء کو معاذ بن جبل کے ساتھ اور قاریوں کو ابی بن کعب کے ساتھ اور درویشوں کو ابودرداء کے ساتھ اور زاہدوں کو ابوذر کے ساتھ اور شہیدوں کو حمزہ کے ساتھ اور موذنوں کو بلال کے ساتھ جمع کرے گا اور سب جنت میں جائیں گے۔ خدائے پاک نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری اُمّت کے ستر ہزار آدمی بے حساب جنت میں جائیں گے۔

ف

حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دس صحابی میرے جنتی ہیں
ابو بکر، عمر، عثمان، علی، عبد الرحمٰن بن عوف، طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص، ابو عبیدہ
بن جراح اور سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔[1]

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ اِذْ يُبَايِعُونَكَ
تَحْتَ الشَّجَرَةِ[2]۔ بے شک راضی ہو گیا حق سبحانہٗ تعالیٰ ان مومنوں سے جو درخت کے نیچے
تم سے بیعت کر رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں چاروں صحابیوں کو متعدد مقامات میں یاد فرمایا ہے ان
میں سے بعض آیتیں ہیں۔ اَلصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ وَالْقَانِتِينَ وَالْمُنْفِقِينَ وَ
الْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْاَسْحَارِ[3]۔ مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں صَابِرِينَ (صبر
کرنے والے) سے مراد خود حضرت خاتم النبیین ہیں اور صَادِقِينَ (سچ کہنے والے)
سے ابو بکر صدیق اور قَانِتِينَ (دعا کرنے والے) سے عمر فاروق اور مُنْفِقِينَ (خرچ کرنے
والے) سے عثمان ذوالنورین اور مُسْتَغْفِرِينَ بِالْاَسْحَارِ (صبح میں مغفرت چاہنے
والے) سے حیدر کرار مراد ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهٗ اَشِدَّاءُ
عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا[4]۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں یعنی ابو بکر، زیادہ سخت ہیں کافروں پر یعنی
عمر، مہربان ہیں آپس میں یعنی عثمان، تو ان کو رکوع کرتے ہوئے، سجدہ کرتے ہوئے دیکھے
یعنی علی رضی اللہ عنہم۔

دوسری آیت میں فرماتا ہے مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَ

---

[1] اس حدیث کو کسی قدر اضافہ کے ساتھ ترمذی نے عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابن ماجہ نے سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے ۱۲ (اح) (مشکوٰۃ باب مناقب العشرۃ)

[2] (پ ۲۶ رکوع ۱۱) [3] (پ ۳ رکوع ۱۰) [4] (پ ۲۶ رکوع ۱۲)

الصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا[1]۔ نَبِيِّيْنَ یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور صِدِّیْقِیْنَ یعنی صدیق اکبر اور شُہَدَآءِ یعنی فاروق اعظم اور صَالِحِیْنَ یعنی ذوالنورین وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا اور یہی لوگ رفاقت کیلئے بہتر ہیں یعنی علی المرتضیٰ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

نیز فرمایا جل جلالہٗ نے اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ[2]۔ بے شک تمہارا ولی خدا اور اس کے رسول (یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے (یعنی ابوبکر صدیق) جو قائم رکھتے ہیں نماز کو (یعنی عمر فاروق) اور زکوٰۃ دیتے ہیں (یعنی عثمان ذوالنورین) اور وہ رکوع میں رہتے ہیں (یعنی علی مرتضیٰ) رضی اللہ عنہم۔

نیز فرمایا اللہ جل جلالہٗ نے فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِيْنَ[3]۔ پس یہ بھی ان لوگوں میں سے ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا نبیوں میں سے یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدیقوں میں سے یعنی صدیق اکبر اور شہداء میں سے یعنی تینوں خلفاء جنہوں نے شہادت پائی اور صالحین میں سے یعنی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم۔

نیز خدائے تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ[4]۔ جو لوگ ایمان لائے غیب پر یعنی ابوبکر صدیق کہ تمام بڑی عمر والوں میں ایمان لانے میں پہل کر گئے[5]۔ اور قائم کرتے ہیں نماز کو یعنی عمر فاروق۔ اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں یعنی عثمان ذوالنورین۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اس پر جو تم پر نازل ہوا یعنی علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہم)۔ جو ایمان لانے میں تمام جوانوں پر سبقت لے گئے۔

---

[1] (پ۵ رکوع ۶) [2] (پ۶ رکوع ۱۲) [3] (پ۵ رکوع ۶) [4] (پ۱ رکوع ۲)

[5] احقر کے ذہن میں آتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی کیفیت کو اس آیت سے یہ مناسبت بھی ہے کہ آپ نے بغیر معجزہ دیکھے اپنے نورِ باطن کی وجہ سے اسلام قبول کیا۔ جبکہ دوسرے صحابہ نے معجزے دیکھے پھر بھی کافی غور وفکر کے بعد ایمان لائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۲۔

نیز خدائے جل وعلا فرماتا ہے وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ اس نے مال خرچ کیا خدا کی محبت میں (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ اور قائم کیا اس نے نماز کو (عمر فاروق رضی اللہ عنہ) وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ اور اس نے زکوٰۃ دی (عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ) وَالْمُوْفُوْنَ بِعَھْدِھِمْ[1] اور اپنے وعدوں کو پورا کرنے والے (علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ)

نیز فرمایا تبارک وتعالیٰ نے اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ جو لوگ خرچ کرتے ہیں خوشی میں اور رنج میں (ابوبکر صدیق) وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ اور پی جانے والے غصہ کے (عمر فاروق) وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ اور معاف کرنے والے لوگوں کو (عثمان ذوالنورین) وَاللہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ[2]۔ اور اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے (علی المرتضیٰ) رضی اللہ عنہم

نیز اللہ جل جلالہٗ فرماتا ہے۔ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اور قسم ہے آخر دن کی بے شک انسان نقصان میں ہے۔ مراد اس سے ابوجہل ہے اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مگر جو لوگ ایمان لے آئے۔ مراد اس سے حضرت ابوبکر ہیں وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اور نیک کام کیے۔ یعنی حضرت عمر وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ اور وصیت کی انہوں نے حق کے ساتھ یعنی حضرت عثمان۔ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ[3] اور وصیت کی انہوں نے صبر کے ساتھ یعنی حضرت علی۔ رضی اللہ عنہم۔

حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے لَاتَسُبُّوْا[4] اَصْحَابِیْ فَاِنَّھُمْ اٰمَنُوْا مِنْ خَوْفِ اللہِ وَاٰمَنَ النَّاسُ مِنْ خَوْفِ السُّیُوْفِ برا نہ کہو میرے اصحاب کو کیونکہ ایمان لائے ہیں وہ خدا کے خوف سے بخلاف دوسرے لوگوں کے کہ وہ ایمان لائے ہیں تلوار کے ڈر سے۔

---

[1] (پ۲ رکوع ۶)۔ [2] (پ۴ رکوع ۵)، [3] (پ۳۰ رکوع ۲۸)۔

[4] اس حدیث کو ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔ ۱۲ (و۔ح)

حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ جب تخت خلافت پر بیٹھے تو آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ خطبہ ارشاد فرمایا۔ حق سبحانہ وتعالیٰ کی حمد وثنا اور حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود کے بعد فرمایا: اے مسلمان بھائیو! معلوم کرو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام انسانوں میں بہتر ابوبکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم ہیں جو شخص ان کو برا کہے اور ان کے حق میں بہتان لگائے اس پر خدا اور رسول اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

حضرت[۱] محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے اپنے باپ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام لوگوں سے بہتر کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ابوبکر ہیں میں نے عرض کیا ان کے بعد کون ہے؟ فرمایا عمر۔ میں نے پوچھا ان کے بعد کون ہے؟ فرمایا عثمان (رضی اللہ عنہم) میں نے کہا ان کے بعد اے امیر المومنین آپ ہی افضل ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں[۲] بھی خدا تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں۔

---

[۱] یہ روایت حضرت محمد بن الحنفیہ سے امام بخاری نے نقل کی ہے (ل۔ح)

[۲] حقیقت یہ ہے کہ شیر خدا رضی اللہ عنہ تینوں خلفاء کے بعد ساری امت سے افضل ہیں لیکن قربان جایئے ایسی انکساری پر کہ اپنی صحیح فضیلت کا بھی دعویٰ نہیں فرماتے۔

فضائل و مناقب

خلیفۂ اوّل حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

خیر الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلفاء میں سے آپ پہلے[1] خلیفہ ہیں۔ اور آپ نے علومِ ظاہری اور باطنی حضرت سیّد الاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نسب حضرت سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ جناب مرہ[2] بن کعب میں مِل جاتا ہے۔ آباؤ اجداد کی تعداد میں حضرت افضل الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ آپ کو پُوری پُوری مناسبت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے نسب میں جناب مرہ تک چھ پشتیں ہیں۔ (شجرۂ نسب اس طرح ہے)

ابوبکر صدیق بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ۔ آپ کی والدہ کا نام سلمٰے اور ان کی کنیت اُم الخیر بنت صخر بن عمرو مذکور تمیمیہ ہے۔ آپ کی پیدائش سنہ فیل سے دو سال چند روز کم چار ماہ بعد ہوئی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَاصَبَّ اللّٰهُ فِيْ صَدْرِيْ شَيْئًا اِلَّا صَبَبْتُهٗ فِيْ صَدْرِ اَبِيْ بَكْرٍ۔[3] کوئی چیز ایسی اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ میں

---

[1] آپ کا رنگ سفید، بدن دُبلا، چہرہ شگفتہ، آنکھیں روشن اور پیشانی فراخ تھی۔ بہترین اخلاق کے مالک، رحم دل اور نرم خو تھے۔ ہوش و خرد، عاقبت اندیشی اور بلندیٔ فکر و نظر میں اپنی مثال آپ تھے۔

[2] حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بن عثمان ابوقحافہ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ

[3] اس حدیث کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حاکم نے مستدرک میں نقل کیا ہے۔ (د۔ ح)

نہیں ڈالی جس کو میں نے ابوبکر کے سینہ میں نہ ڈال دیا ہو۔

نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخر عمر میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا: اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ اِتَّخَذَ صَاحِبَکُمْ خَلِیْلًا وَ لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا دُوْنَ رَبِّیْ لَا تَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا لٰکِنْ ھُوَ شَرِیْکٌ فِیْ دِیْنِیْ وَصَاحِبِی الَّذِیْ اَوْجَبْتُ لَہٗ صُحْبَتِیْ فِی الْغَارِ وَخَلِیْفَتِیْ فِیْ اُمَّتِیْ۔[1] خدائے بزرگ و برتر کی حمد وثنا کے بعد معلوم ہو کہ اللہ نے تمہارے صاحب کو اپنا خلیل (حبیب) بنایا ہے۔ (اس میں اشارہ اپنی ذات مبارک کی طرف ہے) اگر میں اپنے پروردگار کے سوا کسی اور کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن وہ میرے شریک ہیں میرے دین میں یعنی میرے مددگار او معین ہیں اور میرے دین اور یقین کے مظہر ہیں۔ وہ میرے یارِ غار ہیں کیونکہ میں نے غار میں اپنا ساتھی ان کو منتخب کیا۔ اور وہ میری اُمت میں میرے خلیفہ ہیں۔

دُوسری حدیث میں ارشاد فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ اِتَّخَذَ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلًا وَّمُوْسٰی نَجِیًّا وَّاتَّخَذَنِیْ حَبِیْبًا ثُمَّ قَالَ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَاُوْثِرَنَّ حَبِیْبِیْ عَلٰی خَلِیْلِیْ وَنَجِیِّیْ۔[2] بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور موسیٰ کو اپنا نجی اور مجھ کو اپنا حبیب پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ البتہ پسند کیا میں نے اپنے حبیب کو اپنے خلیل اور اپنے نجی کے مقابلہ میں۔

ان دونوں حدیثوں کے مضمون کو اہلِ دانش اور اربابِ تحقیق نے اس طرح بیان کیا ہے کہ خلت کے دو مقام ہیں۔ ایک مرتبہ محبّی کی انتہا، یہ مقام دوسری حدیث میں مراد ہے

---

[1] اس حدیث کو مختلف طریقوں سے محدثین نے نقل کیا ہے چنانچہ بخاری و مسلم نے ابوسعید خدری، زبیر بن العوام اور ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اور امام ترمذی نے ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے اور امام احمد نے زبیر سے اور ابویعلی نے باختلافِ یسیر نقل کیا ہے۔ (ل۔ ح) مشکوٰۃ اور تاریخ الخلفاء میں بھی اس حدیث کی تائید میں احادیث ملتی ہے۔ [2] اس حدیث کو حکیم ترمذی نے اور طبرانی نے کبیر میں نقل کیا ہے۔ اور دیلمی اور ابنِ عساکر نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (ل۔ ت۔ تعقبات للسیوطی باب المناقب میں بھی یہ حدیث موجود ہے

دوسرا مقام مراتب و درجاتِ محبوبی کی انتہا۔ یہ مقام پہلی حدیث میں مراد لیا گیا ہے جس مرتبہ میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دوسرا کوئی شریک نہیں ہے اور مقامِ محمود اسی درجۂ کمال کے انتہا کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد کہ اگر کوئی شخص اس مقامِ خاص میں میرا شریک ہوتا تو ابوبکر ہوتا۔ اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ علمِ باطن میں علم باللہ کی وجہ سے اولیاءِ اُمت میں اکمل و افضل اور سب سے زیادہ عالم ہیں بلکہ پیغمبروں کے بعد تمام صدیقوں سے زیادہ کامل اور صدیقِ اکبر ہیں۔ اکابر اہلِ بصیرت قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم کا اس بات پر اتفاق ہے۔

حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وَاللّٰہِ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَا غَرَبَتْ عَلٰی اَحَدٍ بَعْدَ النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی اَفْضَلِ مِنْ اَبِیْ بَکْرٍ۔ قسمِ خُدا کی پیغمبروں اور رسولوں کے بعد ابوبکر سے کسی اور افضل شخص پر آفتاب طلوع اور غروب نہیں ہوا۔

نیز حضرت پیغمبرِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں ابوبکر کو تم سب سے جو بہتر جانتا ہوں وہ ان کے نماز روزہ کے سبب نہیں ہے بلکہ اس چیز کی وجہ سے ہے جو اس کے سینہ میں ہے۔ یعنی یقین۔

ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا سلوک حصولِ جذبہ کے بعد سلوکِ فوقانی سے متعلق ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منسوب ہے۔ اس نکتہ کو آپ نے اس عبارت میں بیان فرمایا ہے۔ سَلُوْنِیْ عَنْ طُرُقِ السَّمَاءِ فَاِنِّیْ لَاَعْلَمُ طُرُقَ السَّمٰوٰتِ مَعَکُمْ مِنْ طُرُقِ الْاَرْضِ۔ مجھ سے آسمانوں کے راستے دریافت کرو کیونکہ میں آسمانوں کے راستوں کا علم زیادہ رکھتا ہوں زمین کے راستوں کی نسبت۔ یہ سلوک سیرِ آفاقی سے تعلق رکھتا ہے۔ بلکہ سیرِ انفسی کے

ه ابوداؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو روایت کیا ہے۔ (ل۔ ح)

ساتھ۔ اس سلوک کی مثال ایسی ہے جیسے کہ جذب کے گھر میں ایک سوراخ کھود کر ذاتِ غیب تک راہ پہنچائی جائے اور اس راہ سے راستہ طے کیا جائے۔ حضرت رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اسی راہ سے انتہائے مقام تک واصل ہوئے۔ اور فوقانی سلوک جس کا سیرِ آفاقی سے تعلق ہے۔ اگرچہ وہ بھی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انوارِ مقدس سے ہی مقتبس ہے لیکن یہ جناب علی کرم اللہ وجہہ سے مخصوص ہے۔ بقیہ تینوں خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم دوسرے راستوں سے عالمِ غیب تک واصل ہوتے ہیں۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک تو معلوم ہو چکا ہے۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا مسلک بھی علیحدہ ہے اور اسی طرح سے حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ بھی جداگانہ طریقہ رکھتے ہیں۔ سالکوں کا سلوک ان چاروں راستوں سے طے ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مسلک کا سلوک خود شائع اور مشہور ہے۔ اکثر اہلِ سلسلہ اسی راہ سے سلوک طے کرتے ہیں۔ اسی طرح سے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا سلسلہ خواجگانِ نقشبندیہ سے مخصوص ہے۔ لیکن دیگر سلسلوں کے مشائخ کبار نے بھی اس مسلکِ صدیقیہ پر سلوک طے کیا ہے اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔

اس فقیر (مصنف کتاب) نے بعض اکابر مشائخ کو دیکھا ہے جنہوں نے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے مسلک پر سلوک طے کیا ہے۔ چنانچہ حضرت غوث الثقلین قدس سرہٗ اسی راہ سے غیبِ ذات تک پہنچے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے طریقہ کی فنا و بقا میں جو ولایت کا پہلا قدم ہے۔ آپ نے بہت کچھ ترقی کی اور حضرت شیخ ابوسعید خراز قدس سرہٗ نے بھی حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے مسلک پر سلوک طے کیا ہے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لَوْ کَانَ[1] بَعْدِیْ نَبِیًّا لَکَانَ عُمَرُ۔ اگر میرے بعد کوئی اور نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔ اس

---

[1] اس حدیث کو ترمذی اور احمد نے اور ابویعلیٰ اور طبرانی اور بیہقی اور حاکم اور ابونعیم نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ (د۔ ح)

سے ظاہر ہے کہ اگر آپ میں تکمیل پیشوائی کی شان نہ ہوتی تو مقامِ نبوت سے کیسے مناسبت رکھتے۔ پس غور کیجئے اور کمی کرنے والوں سے نہ ہونا۔

سالم بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بیماری کے زمانہ میں جس میں آپ کی وفات ہوئی کسی قدر ہوش آیا تو آپ نے فرمایا کیا نماز کا وقت ہوگیا؟ حاضرین نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ نماز کا وقت ہوگیا۔ آپ نے فرمایا کہ بلال سے کہو اذان دے اور ابوبکر سے کہو امامت کریں اور لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ یہ کلمات فرما کر آپ پھر بے ہوش ہو گئے۔ جب دوبارہ آپ ہوش میں آئے تو فرمایا: بلال سے کہو کہ اذان دے اور ابوبکر سے کہو کہ امامت کریں اور لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے والد نرم دل آدمی ہیں جب امامت کریں گے تو آپ کی جگہ کھڑا ہوں گے تو گھبراہٹ اور بے قراری ان پر غالب آئے گی اور برداشت نہ کر سکیں گے آپ کسی اور کو ارشاد کیوں نہیں فرماتے۔ اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پھر بے ہوش ہوگئے جب ہوش میں آئے فرمایا کہ بلال سے کہو اذان دے اور ابوبکر امامت کریں اور لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اور بے شک تم یوسف پیغمبر (علیہ السلام) کے ساتھ والی عورتیں ہو۔ جنہوں نے ان کو فتنہ میں ڈال دیا تھا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ لوگوں نے بلال سے کہا تب انہوں نے اذان کہی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا تو وہ امامت کے لیے آگے بڑھے اور نماز پڑھانی شروع کی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے مرض میں کمی پائی اور ارشاد فرمایا کہ تلاش کرو کسی ایسے شخص کو جس کا سہارا لے کر میں مسجد میں چلا جاؤں۔ پس بریدہ اور ایک دیگر صحابی آئے ان دونوں پر آپ ٹیک لگا کر مسجد میں تشریف لے گئے جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو پیچھے ہٹنا چاہا آں حضرت

لہ امام مسلم اور بخاری اور ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی اور ابنِ ماجہ نے اس حدیث کو باختلاف لفظی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے۔ (ل۔ح)

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ پر قائم رہو۔

اور صحیح مسلم میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تو اپنے باپ ابوبکر اور بھائی کو بلوا کہ میں ایک تحریر لکھوا دوں۔ کیونکہ میں ڈرتا ہوں کوئی آرزو کرنے والا (خلافت) کی آرزو کر دے (یعنی خلافت کا مدعی بن بیٹھے) ہیں اور خدا تعالیٰ اور مومنین سوائے ابوبکر کے اور کسی کی خلافت منظور نہیں کرتے۔

ترمذی میں یہ بھی ہے کہ اس کے بعد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ننگی تلوار ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ اگر کسی سے میں یہ سنوں گا کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو اس کا سر اس کے بدن سے جُدا کر دوں گا۔ آخر حدیث تک۔ اس حدیث کے آخر میں یہ ہے کہ اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسمِ اطہر کو بوسہ دیا اور ہاتھ لگایا اور یہ آیت شریفہ پڑھی اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ۔ بے شک آپ ایک دن اس جہان سے پردہ کریں گے۔ اور سب لوگ مرجائیں گے۔ حضرت صدیق کے اس کہنے سے لوگوں نے جان لیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کہنا درست ہے اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اس جہان سے پردہ کر گئے۔

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے باہر آئے تو یہ آیت کریمہ پڑھی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ ط اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ ط (پ۴ ع ۶) اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ایک رسول ہیں، ان سے پہلے اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟

صحابہ کرام نے کہا اے یارِ غارِ رسول! کیا تم آپ کی نمازِ جنازہ پڑھو گے؟ صدیقِ اکبر

لہ اس حدیث کو مسلم میں بروایت حضرت عائشہ اُم المومنین رضی اللہ عنہا سے نیز حمیدی نے اپنی صحاح میں نقل کیا ہے کس قدر اضافہ کے ساتھ (۱-ح) ۲ہ پ۲۳ ع ۱۷

رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں! ایک گروہ آئے اور تکبیر کہہ کر نماز پڑھ لے اور دعا کر کے چلا جائے پھر دوسرا گروہ آئے اسی طرح نماز ادا کر کے روانہ ہوتا جائے۔ آخر حد یثک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے چچازاد بھائی حضرت عباس و علی رضی اللہ عنہما اور چچا حضرت عباس کے بیٹے فضل و قثم رضی اللہ عنہم اور حضرت اسامہ بن زید اور صالح حبشی غسل دیں۔

مہاجرین خلافت کے بارے میں مشورہ کے لیے انصار کے پاس جمع ہوئے۔ انصار کہنے لگے کہ ایک امیر ہماری طرف سے مقرر ہو اور ایک تمہاری طرف سے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ کون ہے جس کی صفت میں اس طرح کے تین کلمے نازل ہوئے ہوں ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (پ ع ۱۲) صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے صاحب سے فرماتے تھے غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اس کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے ابوبکر! اپنا ہاتھ بڑھایئے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے ہاتھ بڑھایا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ اور سب صحابہ نے بھی خوش دلی کے ساتھ بیعت کر لی۔

(کذا فی تاریخ الامام الیافعی)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مناقب میں سے یہ بھی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی شان میں فرمایا[۲]: جب خدا تعالیٰ نے مجھے پیغمبر بنا کر بھیجا تو تم لوگوں نے کہا: "تو جھوٹ بولتا ہے" اور ابوبکر نے کہا: "آپ سچ کہتے ہیں" اور اپنے جان و مال سے میری مدد کی۔ کیا تم میری وجہ سے میرے صاحب کو چھوڑتے ہو؟

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ انتہائی تعریف ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صدقِ ایمان اور کمالِ ایقان کی۔ کیونکہ اس حدیث میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۱] رحمۃ للعالمین میں جلد اول صفحہ ۲۵۴ پر زرقانی کے حوالے سے یہ دعا درج ہے ۱۲

[۲] اس حدیث کو امام مسلم اور بخاری نے ابو سعید خدری سے کچھ لفظی فرق کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (ل۔ ح)

نے یہ خبر دی ہے کہ سب نے آپ کے روبرو آپ کو جھٹلایا اور ابوبکر رضی اللہ نے غائب ہونے کی صورت میں بھی آپ کی تصدیق کی۔ یہ ان کی تصدیق کا کمال ہے کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ منہ پر تصدیق کی جاتی ہے اور غیب میں تصدیق نہیں کی جاتی۔ ایسے ہی عدم موجودگی میں تکذیب کی جاتی ہے اور سامنے نہیں۔ اس کا مطلب غور کرنے والے کے لیے بالکل واضح ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد[1] ہے: لَوْ اتُّزِنَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرٍ مَعَ اِیْمَانِ الثَّقَلَیْنِ لَرَجَحَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرٍ اگر ابوبکر کے ایمان کا تمام جن وانس کے ایمان کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو ابوبکر کے ایمان کا پلہ بھاری رہے گا۔ انبیاء کو چھوڑ کر۔

ایک روز[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ کون محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ عائشہ۔ انہوں نے عرض کیا مردوں سے کون! فرمایا اس کا باپ (یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)

حضور[3] اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں سوائے ابوبکر کے کسی کی کھڑکی باقی نہ رکھو۔

حضرت عبداللہ[4] بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ہم ابوبکر کے برابر کسی کو نہیں جانتے تھے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اور ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو۔

یہ تمام احادیث صحاح میں روایت کی گئی ہیں۔

صحیح[5] مسلم میں ہے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کون شخص ہے جس نے آج روزہ رکھ کر صبح کی ہو؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا میں نے۔ آپ نے فرمایا:

---

[1] اس حدیث کو امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ان الفاظ سے نقل کیا ہے لَوْ وُزِنَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرٍ بِاِیْمَانِ اَہْلِ الْاَرْضِ لَرَجَحَ بِہِمْ (تاریخ الخلفاء عربی ص۴۲ مطبوعہ مجتبائی)

[2] اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے عمرو بن العاص سے روایت کیا ہے (الصواعق المحرقہ عربی ص۶۸ مشکوٰۃ باب مناقب ابی بکر)

[3] مشکوٰۃ باب مناقب ابوبکر۔ [4] مشکوٰۃ باب مناقب ابوبکر۔ الصواعق المحرقہ ص۶۸

[5] یہ حدیث مفصل طور پر الصواعق المحرقہ میں بھی ص۷۲ پر ہے۔

وہ کون ہے جو آج جنازہ کے ساتھ گیا ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور میں۔ آپ نے فرمایا: وہ کون ہے جس نے آج مسکین کو کھانا کھلا کر تسکین دی ہو؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے۔ حضور نے ارشاد فرمایا: وہ کون آدمی ہے جس نے آج کسی بیمار کی خبر گیری کی ہو؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے۔ حضرتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کام اسی آدمی میں جمع ہوتے ہیں جو جنت میں جاتے گا۔

علماء فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص بغیرِ حساب اور اعمال کی سزا پائے بغیر جنت میں جائے گا ورنہ صرف ایمان لانا ہی خدا کے فضل سے جنت میں جانے کا تقاضا کرتا ہے۔

ایک حدیث[1] میں ہے جس کو ترمذی نے روایت کیا ہے: میری اُمت کا سب سے زیادہ مہربان ابوبکر ہے اور جس شخص پر بھی میں نے اسلام کو پیش کیا وہ سرگرداں ہو گیا سوائے ابوبکر کے۔ (یعنی انہوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا)۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر کر دیا تو آپؐ[2] نے ارشاد فرمایا: اپنے اہل وعیال کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ اور اس کا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں[3] لَمَّا عُرِجَ بِیْ اِلَی السَّمَاءِ فَمَا مَرَرْتُ بِسَمَاءٍ اِلَّا وَجَدْتُ فِیْهَا اِسْمِیْ مَكْتُوْبًا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ اَبُوْبَكْرِ نِ الصِّدِّيْقُ خَلْفِیْ (جب مجھے (معراج کے لیے) آسمان کی طرف اُٹھایا گیا تو میں نے ہر آسمان پر اپنا نام محمد رسول اللہ لکھا ہوا پایا۔ اور ابوبکر صدیق میرے پیچھے تھے

---

[1] اس حدیث کو طبرانی نے اوسط میں اور ابنِ عساکر نے جابر اور حسن سے نقل کیا ہے (و۔ح)

[2] اس حدیث کو ترمذی اور ابوداؤد نے حضرت عمر سے روایت کیا ہے۔ (و۔ح)

[3] الصواعق المحرقہ صـ۳۳ مطبوعہ مصر، اللآلی المستوعہ صـ۲۹۶ ج ۱۔

نیز رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کُلُّ النَّاسِ یَقِفُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِلَّا اَبَابَکْرٍ فَاِنْ شَاءَ قَامَ وَاِنْ شَاءَ مَضٰی فَاِنَّہٗ یُعْطٰی کِتَابُہٗ فَیُقَالُ لَہٗ اِنْ شِئْتَ فَاقْرَءْ وَاِنْ شِئْتَ فَلَا تَقْرَءْ وَلَہٗ[1] قُبَّۃٌ فِیْ اَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ مِنْ یَاقُوْتٍ حَمْرَاءَ وَلَہٗ اَرْبَعَۃُ اٰلَافِ بَابٍ کُلَّمَا اشْتَاقَ اِلَی اللّٰہِ اِنْفَتَحَ مِنْھَا بَابٌ فَیَنْظُرُ اِلَی اللّٰہِ بِلَا حِجَابٍ۔ قیامت کے دن سب لوگوں کو کھڑا رہنے کا حکم ہوگا سوائے ابوبکر کے ان کو اختیار ہوگا خواہ کھڑے رہیں یا وہ گذر جائیں اور یہ یقینی بات ہے کہ جب ان کو نامۂ اعمال دیا جائے گا تو انہیں کہا جائے گا اگر چاہیں تو اسے پڑھیں نہ چاہیں تو نہ پڑھیں۔ اور ان کے لیے ایک قبہ (گنبد نما محل) سرخ یاقوت کا اعلیٰ علیین میں بنایا گیا ہے جس کے چار ہزار دروازے ہیں۔ جب بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ اللہ سے ملنے کے مشتاق ہوں گے ان میں سے ایک دروازہ کھل جائے گا۔ تو آپ اللہ تعالیٰ کا دیدار بے پردہ کریں گے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک دن جبریلِ امین سے میں نے دریافت کیا کہ کیا میری اُمت کا قیامت کے روز حساب ہوگا؟ جبریل نے جواب دیا ہاں (حساب لیا جائے گا) لیکن ابوبکر سے نہیں کیونکہ انہیں کہا جائے گا۔ اے ابوبکر جنت میں چلے جاؤ وہ کہیں گے میں نہیں جاؤں گا جب تک دُنیا میں مجھ سے محبت رکھنے والے میرے ساتھ جنت میں نہ جائیں۔ رب العزت جل شانہ کا فرمان ہوگا اے ابوبکر اپنے دوستوں کو بھی بہشت میں لے جاؤ کیونکہ میں نے اس دن وعدہ کر لیا تھا جس دِن تجھے دُنیا میں پیدا کیا اور میں نے بہشت کو کہہ دیا تھا جو بھی ابوبکر سے محبت رکھے گا وہ تیرے اندر ضرور داخل ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لَمَّا[2] وُلِدَ اَبُوْبَکْرٍ اِطَّلَعَ اللّٰہُ عَلٰی جَنَّۃِ عَدْنٍ فَقَالَ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَا اُدْخِلُكِ اِلَّا مَنْ اَحَبَّ ھٰذَا الْمَوْلُوْدَ یعنی جب ابوبکر صدیق پیدا ہوتے خدا تعالیٰ نے جنتِ عدن پر تجلی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم ہے۔ تجھ میں صرف اسی کو داخل کروں گا جو اس بچے (ابوبکر) کو دوست رکھے گا۔

[1] اللآلی المصنوعہ ج ۱ ص ۲۹۲، ۲۹۳، ص ۲۹۴ - [2] ایضاً ص ۲۹۳، ص ۲۹۶ -

ایک دفعہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اَلَا اُعْطِیْكِ خَبَرَكِ؟ قَالَتْ بَلٰی! قَالَ اِنَّ اِسْمَ اَبِیْكِ مَكْتُوْبٌ عَلٰی قَلْبِ الشَّمْسِ وَاِنَّ الشَّمْسَ لَیُقَابِلُ الْكَعْبَةَ فِیْ كُلِّ یَوْمٍ فَتَمْتَنِعُ عَنِ الْعُبُوْرِ عَلَیْهَا فَیَزْجُرُهَا الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهَا وَیَقُوْلُ بِحَقِّ مَا فِیْكَ مِنَ الْاِسْمِ اُعْبُرْ فَتَعْبُرُ۔ اے عائشہ کیا میں تجھے ایک اچھی خبر نہ دوں؟ عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: تیرے باپ کا نام آفتاب کے دل پر لکھا ہوا ہے۔ بے شک جب آفتاب روزانہ خانہ کعبہ کے مقابل ہوتا ہے تو اس پر گزرنے سے رُک جاتا ہے اس وقت مؤکل فرشتہ آفتاب کو ڈانٹ کر کہتا ہے اے آفتاب گزر جا اس نامِ پاک کی برکت سے جو تجھ میں ہے۔ پھر آفتاب خانہ کعبہ کو عبور کرتا ہے۔

ایک روز رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں قیامت کے حالات کی خبر دیتا ہوں۔ اِذَا كَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ یُنْصَبُ مِنْبَرٌ عَلٰی یَمِیْنِ الصِّرَاطِ فَاَجْلِسُ عَلَیْهِ فَیُنْصَبُ مِنْبَرٌ ثَانٍ فَیَجْلِسُ عَلَیْهِ اِبْرَاهِیْمُ عَلَیْهِ السَّلَامُ ثُمَّ یُنْصَبُ كُرْسِیٌّ بَیْنَهُمَا فَیَجْلِسُ عَلَیْهِ اَبُوْبَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ ثُمَّ یَاْتِیْ مَلَكٌ وَیَقِفُ عَلٰی مِرْقَاةٍ مِّنْ مِّنْبَرِیْ ثُمَّ یُنَادِیْ یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ مَنْ عَرَفَنِیْ فَقَدْ عَرَفَنِیْ وَ مَنْ لَّمْ یَعْرِفْنِیْ فَاَنَا مَلَكٌ خَازِنُ جَهَنَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَدْفَعَ مَفَاتِیْحَ جَهَنَّمَ اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَدْفَعَهَا اِلٰی اَبِیْ بَكْرٍ ثُمَّ یَاْتِیْ مَلَكٌ اٰخَرُ یَقِفُ عَلَی الْمِرْقَاتِ الثَّانِیْ مِنْ مِّنْبَرِیْ ثُمَّ یُنَادِیْ یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ مَنْ عَرَفَنِیْ فَقَدْ عَرَفَنِیْ وَمَنْ لَّمْ یَعْرِفْنِیْ فَاَنَا رِضْوَانُ خَازِنُ الْجِنَانِ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَدْفَعَ مَفَاتِیْحَ الْجَنَّةِ اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَدْفَعَ اِلٰی اَبِیْ بَكْرٍ ثُمَّ یَتَجَلّٰی لَنَا الْجَلِیْلُ الْجَبَّارُ جَلَّ جَلَالُهٗ وَیَقُوْلُ مَرْحَبًا بِخَلِیْلِ وَ

حَبِیبٍ وَصِدِّیقٍ قیامت کے روز پُل صراط کی داہنی جانب ایک منبر رکھا جائے گا۔ تو میں اس پر بیٹھوں گا۔ پھر دوسرا منبر رکھا جائے گا اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف رکھیں گے اس کے بعد دونوں منبروں کے درمیان ایک کرسی رکھی جاتے گی اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ بیٹھیں گے۔ پھر ایک فرشتہ آئے گا اور میرے منبر کی ایک سیڑھی پر کھڑا ہو کر یہ آواز دے گا کہ: اے مسلمانو! تم میں سے جس نے مجھے پہچانا اس نے تو پہچان لیا اور جس نے نہیں پہچانا اس کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں ایک فرشتہ دوزخ کا داروغہ مالک ہوں۔ بیشک مجھے خدا تعالیٰ نے حکم دیا کہ میں دوزخ کی چابیاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دوں اور آپ نے مجھ کو فرمایا ہے کہ یہ کنجیاں ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دے دوں۔ پھر ایک اور فرشتہ آتے گا وہ میرے منبر کی دوسری سیڑھی پر کھڑا ہو کر یہ آواز دے گا۔ کہ اے مُسلمانو! تم میں سے جس نے مجھے پہچانا اس نے تو پہچان لیا اور جس نے نہیں پہچانا اس کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں جنت کا داروغہ رضوان ہوں۔ بے شک خدا تعالےٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں بہشت کی کنجیاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کر دوں اور آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ ابو بکر کو دے دو۔ اس کے بعد اللہ جلیل وجبار جل جلالہ ہم پر تجلی فرمائے گا اور ارشاد ہو گا: مبارک ہو میرے خلیل (علیہ السلام) اور میرے حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور صدیق (رضی اللہ عنہ) کو۔

ایک[1] روز پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا اَعْطَاكَ اللّٰهُ الرِّضْوَانَ الْاَكْبَرَ یعنی اے ابو بکر! تجھے اللہ تعالیٰ نے رضوانِ اکبر عطا فرمایا ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! رضوان اکبر کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: يَتَجَلّٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ عَامَّةً وَّ يَتَجَلّٰى لَكَ خَاصَّةً اللہ سبحانہ سب مسلمانوں کے لیے عام تجلی فرمائے گا اور تمہارے لیے خصوصی تجلی۔

---

[1] قرۃ العینین صـ۱۳ بتغییر یسیر بحوالہ حاکم۔

روایت ہے کہ ایک دن صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اسّی ہزار دینار بلکہ جو کچھ اپنی ملکیت میں تھا خدائے پاک کی راہ میں خرچ کر دیا اور فقر اختیار کر لیا اور کملی پہن کر بجائے بٹنوں کے کانٹے لگا لیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے ابوبکر! یہ کیا حالت ہے؟ حضرت صدیق نے ابھی کوئی جواب نہ دیا تھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح کملی پہنے کانٹے لگاتے ہوئے پہنچ گئے۔ یہ حالت دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت تعجب ہوا۔ آپ نے فرمایا: اے میرے بھائی جبریل! یہ لباس کیسا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ صدیقِ اکبر کی موافقت کے لیے پہنا ہے اور تمام مقرب فرشتوں کو رب العزت کا فرمان ہے کہ آج سب فرشتے ابوبکر کی طرح کملی پہنیں اور اس میں کانٹے لگائیں۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ ابوبکر کو خدا کا سلام پہنچا دیں اور ان سے کہیں کہ اس فقیری کے حال میں بھی تم اللہ تعالیٰ سے خوش ہو؟ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا سلام وپیام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہنچایا تو صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے خوشی سے نعرہ لگایا اور تین بار کہا کہ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ حضرت پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر! تجھ سے کون سا اتنا بڑا نیکی کا کام ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ کے سلام اور رضا کا سبب ہوا؟ حضرت ابوبکر نے ابھی اس کا جواب نہ دیا تھا کہ جبریل علیہ السلام دوبارہ اترے اور عرض کیا شاید آپ کو معلوم نہیں ہے کہ ابوبکر نے اپنا تمام مال واسباب جو ان کی ملکیت میں تھا سب راہِ خدا میں دے دیا۔ اور سات مسلمانوں کو جنہیں کافروں نے اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنا رکھا تھا تاکہ آپ کے دین سے پھر جائیں۔ ان سب کو ابوبکر نے دس گنا قیمت دے کر خرید لیا۔

۱۔ بلال ۲۔ عامر ۳۔ نہدیہ[1] ۴۔ نہدیہ کی بیٹی ۵۔ ذبیرہ[2] ۶۔ ام عُمیس ۷۔ کنیزک بنی مومل۔

اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام سورہ واللیل لے کر نازل ہوئے۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى کی تفسیر میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اَعْطٰى یعنی دونوں جہان عطا فرماتے اور وہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے وَاتَّقٰى لغو کاموں اور خطاؤں سے پرہیز کیا وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى

---

[1] مطبوعہ ترجمہ میں "نہد" ہے۔ [2] ترجمہ میں "زبیرہ" چھپا ہوا ہے۔

اور رضائے الٰہی اور قرب مولیٰ جل وعلا کی طلب میں سچائی پر قائم رہے۔ جب آپ اس آیت پر پہنچے کہ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓی اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی وَلَسَوْفَ یَرْضٰی (اور نہیں کسی کا اس پر احسان جس کا بدلہ دے مگر اپنے رب کی رضا چاہنے کیلئے جو سب سے برتر ہے۔ اور وہ راضی ہوجائے گا) آپ نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس جماعت کو خرید کر آزاد کردیا۔ اس لیے نہیں کوئی شخص اس کا بدلہ دے بلکہ اس نیت سے کہ خدا تعالیٰ آپ سے راضی ہوجائے اور یہ نیک کام جلد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچے اور خدا تعالیٰ شانہ اس سے خوش ہو۔

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے دُعا فرمائی اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَبَا بَكْرٍ مَعِیَ فِیْ دَرَجَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَاَوْحَی اللّٰهُ اِلَیْهِ اَنْ قَدِ اسْتَجَابَ اللّٰهُ دُعَاءَكَ۔ اے اللہ! ابوبکر کو قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں رکھنا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی بھیجی کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی دُعا قبول کرلی ہے۔[1]

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے[2] وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَنَا یَدٌ اِلَّا كَافَیْنَاهُ مَا خَلَا اَبَا بَكْرٍ فَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا یَدًا یُكَافِیْهِ اللّٰهُ تَعَالٰی۔ کسی آدمی کا مجھ پر احسان باقی نہیں ہے جس کا میں نے بدلہ نہ دیا ہو سوائے ابوبکر کے کہ اس کا مجھ پر ایسا احسان ہے جس کی جزا اللہ تعالیٰ ہی دے گا۔

نیز آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں[3] مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَكْرٍ۔ فَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا غَیْرَ رَبِّیْ لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِیْلًا۔ مجھے ابوبکر کے مال نے جو فائدہ پہنچایا کسی شخص کے مال نے وہ نفع نہیں دیا اگر میں خدا تعالیٰ کے

---

[1] اس حدیث کو ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، لیکن آخری الفاظ کچھ مختلف ہیں۔ (قرۃ العینین ص۱۱)

[2] قرۃ العینین ص۱۱ بحوالہ ترمذی

[3] اس مضمون کی کئی حدیثیں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے قرۃ العینین میں صفحہ ۱۰ پر درج فرمائی ہیں۔

سوا کسی اور کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔

صدیق روایت کرتے ہیں کہ جب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم ہوا تو آپ نے جبریل علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ میرے ساتھ کون ہجرت کرے گا؟ اس نے جواب دیا کہ ابوبکر صدیق۔ اسی روز اللہ تعالیٰ نے آپ کو صدیق[1] کا نام عطا فرمایا۔

عتیق آپ کا نام "عتیق" رکھنے کی وجہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت[2] پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی شان میں فرمایا ہے مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی عَتِیْقٍ مِّنَ النَّارِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی وَجْہِ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ اَبِیْ قُحَافَۃَ جو شخص دوزخ سے آزاد آدمی کی طرف دیکھنا چاہتا ہے وہ ابوبکر بن ابو قحافہ کے چہرہ کی طرف دیکھ لے۔ علماء کی دوسری جماعت کہتی ہے کہ آپ کے حسن وجمال اور خوبصورتی کی وجہ سے آپ اس لقب سے ملقب ہوتے۔

منقول ہے کہ جب صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ تختِ خلافت پر جلوہ افروز ہوتے اور تمام بڑے بڑے مہاجر اور انصار صحابہ نے اپنی رضا اور خوشی کے ساتھ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور صحابہ کبار رضی اللہ عنہم ان کی اطاعت اور پیروی کے اظہار میں ایک دوسرے سے بڑھ کر پیش قدمی کرنے لگے تو امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بالفرض لوگ مجھے مجبور کرنے کے لیے گرفتار کریں اور گردن اڑا دیں تو میں اس کو بھی پسند کرلوں گا اس کے مقابلہ میں کہ میں ایسی قوم میں امیر بنایا جاؤں جس میں ابوبکر موجود ہوں۔

امیر المومنین[3] علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ اے ابوبکر! تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کے کام میں آگے رکھا اور اپنے سامنے نماز میں اِمام بنایا اور تمہاری

---

[1] حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لقب "صدیق" اور "عتیق" کے ثبوت کے لیے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفاء میں اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے قرۃ العینین میں بہت سی احادیث ذکر فرمائی ہیں۔

[2] تاریخ الخلفاء، صـ۲۴ بحوالہ ابویعلیٰ، ابنِ سعد اور حاکم عن عائشہ رضی اللہ عنہا۔

[3] تاریخ الخلفاء صـ۱۲۴۔

اقتدا کا ارادہ فرمایا۔ہم تجھے دُنیا کے کام میں بھی اپنے آگے رکھیں گے۔آپ ہاتھ نکالیے تاکہ میں بعیت کر دں۔

آپ کی کمال عظمت وحشمت، رعب و داب اور کمال صدق و رسوخ اور یقینِ کامل کی وجہ سے صحابۂ کرام میں کسی قسم کا اختلاف اور خلل پیدا نہ ہوا۔آپ نے مخالفین دین کا خوب قلع قمع فرمایا۔آپ کے زمانۂ خلافت میں اسلامی فوج شام و عراق وغیرہ ملکوں کو فتح کرنے اور ان کے دفاع میں مصروف رہی۔اور آپ بے دین ظالم بادشاہوں سے عوام کو نجات دلانے میں مشغول رہے جو صدقات، زکوٰۃ اور جزیہ وغیرہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہدِ مبارک میں لیا جاتا تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی تمام عرب سے وصول ہوتا رہا۔اس میں بالکل کمی نہ ہوتی۔مسیلمہ کذاب جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اسود عنسی نے خدائی کا دعویٰ کر دیا تھا۔اس وجہ سے بہت بڑا فتنہ برپا ہو گیا اور ستر اسّی ہزار آدمی ان کے گروہ میں شامل ہو گئے تھے۔آپ کے تدبر اور تیغِ بیدریغ کے زخم سے یہ فتنہ ختم ہوا۔

ایمان سے پہلے خواب

فائدہ۔آپ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلانِ نبوت سے پہلے میں نے خواب دیکھا کہ کعبہ کی چھت پر ایک نور آسمان سے نازل ہوا اور مکہ میں کوئی گھر خالی نہ رہا جہاں یہ نور نہ پہنچا ہو۔اس کے بعد تمام انوار جمع ہو کر ایک نور ہو گیا جیسا کہ پہلے تھا۔پھر میرے گھر میں آ گیا اور میں نے اپنے گھر میں محفوظ کر لیا۔صبح میں نے یہ خواب ایک راہب سے بیان کیا اور اس سے تعبیر دریافت کی۔اس نے کہا یہ ایک قسم کی بدخوابی ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں کرنا چاہیئے۔اس خواب کو دیکھے جب ایک زمانہ گزر گیا تھا۔میں ایک تجارتی سفر میں دیر بحیرا کے مقام پر پہنچا جو بحیرا راہب کا مسکن تھا۔میں نے اس سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی۔اس نے کہا تو کون شخص ہے؟ میں نے کہا میں ایک قریشی مرد ہوں۔راہب نے

؎ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو نقل کیا ہے کچھ اضافہ کے ساتھ (عمدۃ التحقیق)۔ (ل۔ح)

کہا خدا تعالےٰ تمہاری قوم میں ایک نبی بھیجے گا اور تو ان کی حیات میں ان کا وزیر ہو گا۔ اور ان کی وفات کے بعد ان کا خلیفہ۔

جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رسالت کے ساتھ مبعوث ہوئے تو مجھے مسلمان ہونے کے لیے ارشاد فرمایا۔ مَیں نے عرض کیا کہ ہر پیغمبر کی نبوت کی کوئی دلیل ہوتی ہے آپ کی نبوت کی دلیل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا میری نبوت کی دلیل تمہارا وہ خواب ہے جو تم نے دیکھا تھا۔ پہلے راہب نے اس کی یہ تعبیر دی تھی کہ یہ ایک قسم کی بدخوابی ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں اور بحیرا راہب نے کہا تھا کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تمہاری قوم میں ایک پیغمبر آئے گا اور تم اس کے وزیر ہو گے اور ان کی وفات کے بعد ان کے جانشین۔ میں نے عرض کیا اس واقعہ کی آپ کو کس نے خبر دی ہے۔ آپ نے فرمایا جبریل علیہ السلام نے۔ مَیں نے عرض کیا مَیں آپ سے اس کے علاوہ کوئی دلیل اور برہان طلب نہیں کرتا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں)

دُنیا سے بے رغبتی

قدسیہ۔ امام زہریؒ روایت کرتے ہیں کہ جب صحابہ نے آپ کے دستِ مبارک پر بیعتِ خلافت کر لی تو آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور خطبہ دیا اور خطبہ کے درمیان فرمایا کہ وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ حَرِيْصًا عَلَى الْاِمَارَةِ يَوْمًا وَّلَيْلَةً قَطُّ وَلَا كُنْتُ فِيْهَا رَاغِبًا وَّلَا سَئَلْتُهَا اللّٰهَ تَعَالٰى سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّمَا لِيْ فِي الْاِمَارَةِ مِنْ رَّاحَةٍ۔ یعنی خدا کی قسم میں امارت پر حریص نہیں تھا۔ ہرگز دن اور رات میں کبھی میرے دِل میں اس کا خیال بھی نہیں گزرا۔ اور نہ کبھی ظاہر اور پوشیدہ اللہ تعالیٰ سے اس کی درخواست کی۔ اور مجھے اس میں کوئی خوشی بھی نہیں ہے۔

---

[1] کشف المحجوب: باب ساتواں، صحابہ کرام۔

صاحب کشف المحجوب فرماتے ہیں کہ جب حق سبحانہٗ وتعالیٰ بندے کو کمالِ صدق پر پہنچاتا ہے اور مرتبہ تمکین سے مشرف فرماتا ہے تو بندہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کا منتظر ہوتا ہے تاکہ جو صفت آئے وہ اس پر قائم ہو جائے۔ اگر حکم ہو تو فقیر ہو جائے جیسا کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے ابتدائی دور میں کیا۔ اور اگر فرمان ہو تو امیر بن جاتے جیسے آپ کی زندگی کا آخری حصہ شاہد ہے۔ تجرید و تمکین اور فقر کی خواہش اور ریاست کے ترک کی آرزو کرنے میں اس جماعتِ عالی کی اقتدا حضرت صدیق کے طریقہ پر ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

قدسیہ۔ آپ نے فرمایا[1] ہے دَارُنَا فَانِیَۃٌ وَاَحْوَالُنَا عَارِیَۃٌ وَ اَنْفَاسُنَا مَعْدُوْدَۃٌ وَکَسْلُنَا مَوْجُوْدٌ یعنی ہمارا گھر فانی ہے اور ہمارے حالات عارضی ہیں اور ہمارے سانس گنتی کے ہیں اور ہماری سستی موجود ہے۔

دنیا اور دُنیا دار کی کوئی قدر نہیں کہ اس کی طرف دِل کو مشغول کیا جائے۔ جب بھی تو فانی میں مشغول ہو گا باقی سے پردے میں ہو جائے گا۔ نفس اور دُنیا دونوں حق تعالیٰ سے حجاب میں ہیں۔ اللہ کے دوستوں نے دونوں سے منہ موڑ لیا ہے اور وہ جان گئے ہیں کہ دُنیا عارضی ہے اور مال لوگوں کا ہے اس لیے انہوں نے لوگوں کے مال میں تصرف کرنے سے اپنے ہاتھ کھینچ لیے ہیں اور زندگی کے چند سانسوں پر دل لگانے کو انہوں نے غفلت سے شمار کیا ہے۔ وہ پہچان گئے ہیں کہ ان کا جسم کام کی سواری ہے نکما جانور نہیں۔

قدسیہ۔ مروی[2] ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ ابْسُطْ لِیَ الدُّنْیَا وَزَھِّدْ لِیْ فِیْھَا الٰہی میرے لیے دُنیا فراخ فرما دے اور پھر مجھے اس کی آفت سے محفوظ رکھنا۔ دُنیا عطا فرما تاکہ میں اس کا شکر ادا کروں اور اس کی بھی توفیق دے کہ تیری رضا کے لیے اس سے کنارہ کش ہو جاؤں اور اس سے منہ پھیر لوں تاکہ شکر اور فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا درجہ بھی پاؤں اور مقامِ صبر و رضا حاصل کروں۔

---

[1] [2] کشف المحجوب، باب ساتواں، صحابہ کرام

اس دُعا میں ایک رمز ہے یعنی میرا فقر غیر اختیاری نہ ہو بلکہ میرا فقر اختیاری ہو۔ تمام مشائخ صوفیہ کا یہی مذہب ہے لیکن ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ فقر اضطراری کامل ہے فقر اختیاری کی نسبت سے۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ تمام انبیاء اور رسولوں کے بعد سب مخلوق سے افضل ہیں۔ کسی کے لیے جائز نہیں کہ ان کے آگے قدم رکھے۔ کیونکہ جب حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نمازِ تہجد ادا فرماتے تو قرأت آہستہ پڑھتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بلند آواز سے پڑھتے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نماز میں قرآن آہستہ کیوں پڑھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا اسمع من یناجی یعنی میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے غائب نہیں ہے اور اس کے نزدیک آہستہ اور بلند کا سننا برابر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم بلند آواز سے کیوں پڑھتے ہو؟ عرض کیا: اُوقِظُ الوَسْنَانَ وَاَطْرُدُ الشَّیطَانَ (میں سوتے ہوئے لوگوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو اپنے پاس سے بھگاتا ہوں) یہی وجہ ہے کہ مشائخ طریقت حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو مشاہدہ میں مقدم رکھتے ہیں اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو مجاہدہ میں مقدم جانتے ہیں۔ کیونکہ اُنہوں نے مشاہدہ کا پتہ دیا اور انہوں نے مجاہدہ کی خبر دی۔ مقامِ مشاہدہ کے مقابلہ میں مقامِ مجاہدہ ایسا ہے جیسے دریائے محیط میں ایک قطرہ۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا ھَلْ اَنْتَ اِلَّا حَسَنَۃٌ مِنْ حَسَنَاتِ اَبِی بَکْرٍ (تم ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہو)۔[1] جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو اسلام کی عزت ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہوئے تو اوروں کا کیا حساب۔

کرامت حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو بعض صحابہ کہنے لگے کہ ہم انہیں شہداء میں

---

[1] اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رزین سے روایت کیا ہے۔ (ل-ح)

دفن کریں گے اور جنت البقیع میں لے جائیں گے۔ میں نے کہا کہ اپنے حجرہ میں اپنے حبیب کے پاس دفن کروں گی۔ اس اختلاف میں تھے کہ مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا۔ میں نے آواز سُنی کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ ضُمُّوا الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ (دوست کو دوست کے پاس پہنچا دو) جب میں بیدار ہوئی تو معلوم ہوا کہ اس آواز کو سب نے سُنا تھا یہاں تک کہ مسجد میں بھی لوگوں نے سُن لیا۔

کرامت شواہد النبوت میں ہے کہ امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وصال کے وقت وصیت فرمائی تھی میرے تابوت کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ پر لے جائیں اور عرض کریں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ یہ ابوبکر ہے آپ کے آستانہ پر حاضر ہے اگر قبولیت ہوئی تو دروازہ کُھل جائے گا مجھے وہاں دفن کر دینا ورنہ بقیع میں لے جانا۔ راوی کہتا ہے کہ جب ہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وصیت پر عمل کیا تو ابھی وہ کلمات پورے نہ ہوئے تھے کہ پردہ اُٹھ گیا اور ہمارے کانوں میں ایک پکار کی آواز آئی کہ حبیب کو حبیب کے پاس لے آؤ۔

شیخ ابوبکر ابو محمد شنبکی کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ ابوبکر ہرار قدس سرہٗ ابتدائی عمر میں موضع بطائح میں راہزن مشہور تھے۔ جب آپ نے سچائی اور اخلاص سے توبہ کی اور سب لوگوں سے علیحدگی اختیار کر لی تو آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ اپنے آپ کو ایسے شخص کے حوالہ کریں جو ان کو خدا تک پہنچا دے۔ اس زمانہ میں عراق میں کوئی مشہور شیخ موجود نہ تھا۔ آپ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَلْبِسْنِیْ خِرْقَۃً مجھے خرقہ پہنا دیجئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یا ابنَ ھرار اَنَا نَبِیُّکَ وَھٰذَا شَیْخُکَ اے ابن ہرار میں تیرا نبی ہوں اور یہ (ابوبکر) تیرا شیخ ہے پھر آپ نے

---

[1] مولانا محمد زکریا صاحب نے فضائل حج میں نمبر ۳ صفحہ ۶۴ پر اس کرامت کو تفصیلاً خصائص کبریٰ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

[2] اس واقعہ کو امام شعرانی نے طبقات کبریٰ کی جلد دوم میں بہ ثبت نمبر ۲۵۰ اور امام یافعی نے خلاصۃ المفاخر کی حکایت ثالثہ میں نقل کیا ہے (د۔ ح)

حضرت صدیقِ اکبر کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: اے ابوبکر اپنے ہمنام کو خرقہ پہنا دو۔ حکم کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو پیراہن اور ٹوپی پہنائی اور اپنا ہاتھ مبارک ان کی پیشانی اور سر پر پھیرا اور فرمایا بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے۔ اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: اے ابوبکر بن ہرار تجھ سے میری اُمّت کے اہلِ طریقت کی سنّتیں زندہ ہوں گی اور خدا تعالیٰ کے دوستوں سے اربابِ خلائق کی منزلیں مٹ جانے کے بعد تیری ذات سے استقامت پائیں گی۔ اور عراق کی مشیخت قیامت تک تیری وجہ سے قائم رہے گی اور تیرے ظہور کے سبب عنایتِ باری تعالیٰ کی ٹھنڈی ہوائیں چلیں گی۔ اور حق سبحانہٗ کی مہربانیوں سے خوشبوؤں کی لپٹیں تیری وجہ سے پھیلیں گی۔ اس کے بعد ابوبکر بن ہرار بیدار ہو گئے۔ اور وہی جامہ اور ٹوپی جو حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے عطا فرمایا تھا بعینہٖ دونوں کو اپنے پاس موجود پایا اور شیخ کے سر مبارک پر جو پھوڑے تھے وہ سب کے سب یک لخت غائب ہو گئے اور جہان میں گویا اعلان کر دیا گیا کہ شَيْخُ اَبُوْبَكْرٍ وَصَلَ اِلَى اللّٰهِ (شیخ ابوبکر اللہ تعالیٰ سے واصل ہو گئے) ہر طرف سے مخلوق شیخ کی طرف متوجہ ہوئی۔ حق تعالیٰ کی طرف سے شیخ میں قربِ الٰہی کی علامتوں اور شیخ کے ارشادات کی تصدیق اور سچائی پے در پے ظاہر ہونے لگی۔

راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے کئی دفعہ شیخ ابوبکر کے گرد بہت سے شیر بیٹھے ہوئے دیکھے اور بعض اوقات شیخ کے پائے مبارک پر شیروں کو لوٹتے ہوئے دیکھا۔ شیخ ابنِ ہرار سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے دورِ رسالت کے مشائخ کے گزر جانے کے بعد عراق میں مشیخت کی بنیاد ڈالی اور میں ان کا ملہم تھا۔

کرامت: شیخ علی بن وہب سجاری قدس سرہٗ کہتے ہیں۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اے علی مجھے حکم دیا گیا ہے کہ یہ ٹوپی تجھ کو پہناؤں۔ حضرت نے اپنی آستین مبارک سے ٹوپی نکالی اور میرے سر پر رکھ دی۔ جب میں بیدار ہوا تو بعینہٖ وہی ٹوپی اپنے سر پر رکھی ہوئی پائی۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تکملۂ روض الریاحین کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ روضہ مبارکہ کے پاس مدینہ منورہ میں اس کتاب کے سماع کے وقت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما تینوں حضرات تشریف فرما تھے جب مجلس ختم ہوئی تو میں نے دُعا کی ______

حضرت پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف رُخِ انور فرما کر تبسم فرمایا۔ میں نے اس واقعہ کو بیداری میں مشاہدہ کیا۔

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ کی بقیہ کرامات اور خوارقِ عادات کو کتاب کراماتُ الاولیاء کے حوالہ کرتا ہوں۔ وہاں ان کو تفصیل اور تشریح کے ساتھ لکھا گیا ہے۔

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت دو سال چار ماہ تھی۔ بعض روایتوں میں تین ماہ سات روز اور بعض میں تیس مہینے یعنی اڑھائی سال مذکور ہے۔ آپ کی عمر مُبارک ترسیٹھ برس حضورِ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر شریف کے مطابق ہوئی۔ تاریخ وفات میں اختلاف ہے تیئس جمادی الاوّل یا اٹھائیس جمادی الاول۔ بعض کے نزدیک تیئس جمادی الآخر منگل کی رات میں مغرب اور عشار کے درمیان۔ اور بعض نے ۹ جمادی الآخر سنہ ۱۳ھ تحریر کیا ہے۔

آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی بیوی اسمار بنت عمیس نے آپ کو غُسل دیا اور پُرانے دو کپڑوں میں آپ کو دفن کیا۔ کیونکہ زندہ آدمی نئے لباس کا زیادہ مستحق ہوتا ہے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کبار رضی اللہ عنہم کے ساتھ نمازِ جنازہ پڑھی اور سرورِ کائنات علیہ وآلہٖ الصلوٰت والتسلیمات کے روضۂ مقدسہ میں مدفون ہوئے جیسا کہ ابھی گذر چکا۔ چونکہ انبیار علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب بنی آدم میں آپ افضل و یکتا ہیں۔ اس لیے آپ کی تاریخ وفات کلمۂ احد ۱۳ھ سے نکلتی ہے۔

حضرت امیر المومنین عمر[1] فاروق رضی اللہ عنہ

علومِ ظاہر، حقائقِ باطن، حصولِ کمالات اور قربِ الٰہی میں آپ کا انتساب حضرت صدیقِ[2] اکبر رضی اللہ عنہ سے تھا اور ان کو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد مبارک لَوْ[3] کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لٰکِنْ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ (اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتا، لیکن میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد اور کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا) کے اشارہ کے مطابق حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد آپ خلیفہ ہوئے۔

قبولِ عام جب حضرت صدیق عتیق رضی اللہ عنہ اس جہان سے سفر فرمانے لگے تو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا نام آپ نے ایک کاغذ پر لکھا اور تمام چھوٹے بڑے صحابہ کو جمع کر کے فرمایا: جس شخص کا نام میں نے اس کاغذ پر لکھا ہے اس کو خلافت کے لیے قبول کرتے ہو؟ سب نے باتفاق قبول کیا۔ امیر المومنین حضرت علی

---

[1] آپ دراز قد، فربہ بدن، جسم طاقتور، اور قدم فراخ تھا جس کی وجہ سے رفتار میں تیزی تھی رنگ سفید جس پر سرخی غالب تھی۔ آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان کشادگی تھی۔ آپ بڑے بہادر اور فصیح اللسان تھے۔ آپ کی اولاد آٹھ لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں۔

[2] یہ مقولہ بلحاظ فیضان باہمی کے ہے ورنہ کل خلفاء کو تمام نعمتیں علم ظاہری و باطنی کی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست حاصل ہوئی ہیں۔ (ل۔ ح)

[3] مشکوٰۃ باب مناقب عمر اس حدیث کو امام ترمذی، حاکم، طبرانی، ابنِ عساکر نے بھی روایت کیا ہے (تاریخ الخلفاء)، لیکن الخطاب کے بعد کے الفاظ مشکوٰۃ اور تاریخ الخلفاء میں نہیں ہیں۔ اس میں کوئی خرابی نہیں کیونکہ پہلے الفاظ سے وہی بات ثابت ہو رہی ہے جو بعد کے الفاظ میں ذکر کی گئی۔

کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: میں نے قبول کیا اگرچہ (حضرت) عمر ہوں۔

بیعت جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہو گئے تو امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ اور امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے حضرات حسنین کریمین سمیت اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی بیعت کی اور آپ کی اطاعت و فرمانبرداری بدل و جان قبول کر لی۔

نسب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نسب مُبارک سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے ساتھ جناب کعب میں جا کر اس طرح مل جاتا ہے: عمر بن خطاب بن نُفَیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن قرط ابن رزاح بن عدی بن کعب لوئی۔ آپ کی ولادت مکہ مکرمہ میں سالِ فیل کے بعد ہوئی۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی شان میں فرماتے ہیں: اَلْحَقُّ یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ[1] یعنی (حضرت) عمر کی زبان سے حق بولتا ہے۔

سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دن ابوجہل اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک جگہ دیکھا تو دعا فرمائی:[2] اَللّٰھُمَّ اَشْدُدْ دِیْنَكَ بِاَحَبِّ الرَّجُلَیْنِ اِلَیْكَ، اے اللہ! اپنے دین کو قوت دے ان دو آدمیوں میں سے ایک کے اسلام لانے سے جو تجھے زیادہ پسند ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے قوی فرمایا۔ جس روز آپ مسلمان ہوئے[3] جبریل امین حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: یَا مُحَمَّدُ لَقَدِ اسْتَبْشَرَ اَھْلُ السَّمَاءِ بِاِسْلَامِ عُمَرَ، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، آج آسمان کے فرشتے عمر بن خطاب کے مسلمان ہونے پر

---

[1] مشکوٰۃ شریف بحوالہ ترمذی؛ ابوداؤد اور بیہقی: باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ فصل ثانی اور قرۃ العینین صفحہ ۱۵-۱۲۰

[2] مشکوٰۃ شریف بحوالہ ترمذی اور احمد: باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ فصل ثانی و ثالث اور قرۃ العینین صفحہ ۱۵-۱۲۰

[3] اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا، قرۃ العینین صفحہ ۱۸

خوش ہو رہے ہیں اور آیت کریمہ[1] یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (پ۱۰ ع۴) (اے نبی! اللہ تمہیں کافی ہے اور یہ جتنے مسلمان تمہارے پیرو ہوتے) میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ مراد ہیں۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا[2] ہے الاِسلام قوی بدرۃ عمر دینِ اسلام عمر کے درہ سے قوی ہوا۔ آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا[3] کہ اَلشَّیْطَانُ یَفِرُّ مِنْ ظِلِّ عُمَرَ شیطان عمر کے سائے سے بھاگتا ہے۔

ایک اور حدیث[4] میں ہے اَتَانِیْ جِبْرَئِیْلُ یَوْمًا فَقُلْتُ یَا جِبْرَئِیْلُ حَدِّثْنِیْ بِفَضَائِلِ عُمَرَ فِی السَّمَاءِ قَالَ لَوْ لَبِثْتُ وَحَدَّثْتُكَ بِفَضَائِلِ عُمَرَ فِی السَّمَاءِ مَا لَبِثَ نُوْحٌ فِیْ قَوْمِهٖ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا مَا نَفِدَتْ فَضَائِلُ عُمَرَ ایک دن جبرائیل میرے پاس آئے میں نے کہا اے جبرائیل! عمر کے فضائل مجھ سے بیان کرو کہ فرشتے ان کو کیسا بزرگ جانتے ہیں۔ جبرائیل نے کہا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر عمر کے آسمانی مرتبہ کو بیان کرنے میں میں اتنی مدت صرف کروں جتنی نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہدایت میں گزاری تھی یعنی ساڑھے نو سو سال پھر بھی عمر کے فضائل ختم نہ ہو سکیں گے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ[5] مَنْ اَحَبَّ عُمَرَ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَ

---

[1] نور العرفان بحوالہ روح البیان ۱۲ [2] اس کو بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا (ا۔ ح) ۱۲

[3] یہ حدیث کچھ الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ مشکوٰۃ، تاریخ الخلفاء، قرۃ العینین اور کنوز الحقائق وغیرہ میں ہے ۔۱۲

[4] اس حدیث کو علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں عمار بن یاسر سے نقل کیا ہے۔ فصل فی الاحادیث الواردۃ فی فضلہ مقرونا۔ فوائد رازی اور شرف النبوۃ میں بھی مذکور ہے ۔۱۲

[5] اس حدیث کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے (تاریخ الخلفاء) مولانا احمد حسن مرحوم لکھتے ہیں اس کو ابن حبان نے ابو ذر سے اور ابن عدی نے کامل میں اور حاکم نے مستدرک میں نقل کیا ہے اور اس کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں عُمَرُ مَعِیْ وَ اَنَا مَعَ عُمَرَ حَیْثُ حَلَّ وَعُمَرُ مَعِیْ حَیْثُ یعنی عمر مجھ سے ہیں اور میں عمر کے ساتھ ہوں جہاں کہیں وہ اُترے اور میرے ساتھ ہیں جہاں میں خیمہ زن ہوں ۔۱۲

مَنْ اَبْغَضَ عُمَرَ فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ جس شخص نے عمر کو دوست رکھا اس نے بے شک مجھے دوست رکھا اور جس نے عمر سے دُشمنی رکھی اس نے مجھ سے دُشمنی رکھی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ بَاھٰی عَشِیَّۃَ عَرَفَۃَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ عَامَّۃً وَبَاھٰی بِعُمَرَ خَاصَّۃً۔ بے شک اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن شام کے وقت مومنوں کے حُسنِ عمل پر فخر و ناز فرماتا ہے عام طور پر اور (حضرت) عُمر (رضی اللہ عنہ) پر خاص طور سے یعنی ان کا نام لے کر فخر کرتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ عَلٰی اَحَدٍ خَیْرًا مِنْ عُمَرَ۔ عمر سے بہتر کسی شخص پر آفتاب طلوع نہیں ہوا۔ دُوسری احادیث اور اجماعِ اُمت کی وجہ سے حضرات انبیاء علیہم السلام اور صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

نیز آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اِذْ ذُکِرَ الصَّالِحُوْنَ فَبَادِرُوْا بِذِکْرِ عُمَرَ۔ یعنی جب صالحین کا ذکر آئے تو اس وقت عمر (رضی اللہ عنہ) کا ذکر بھی جلدی سے کرو۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ مُحَدَّثُوْنَ وَاِنْ فِیْ ھٰذِہٖ الْاُمَّۃِ عُمَرُ۔ پہلی اُمتوں میں سے ہر ایک اُمت میں مُحَدَّث (بفتح دال) ہوتے رہے ہیں بے شک اس اُمت کے مُحَدَّث عمر ہیں۔

مُحَدَّث سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بلا واسطہ اپنی طرف سے انہیں الہام فرماتا ہے۔

---

[1] اس حدیث کو طبرانی نے اوسط اور کبیر میں روایت کیا ہے۔ (تاریخ الخلفاء) مولانا احمد حسن صاحب نے ابنِ عساکر کی تاریخ کا حوالہ بھی ذکر کیا ہے۔ ۱۲

[2] اس روایت کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ (مشکوٰۃ) اسے حاکم نے بھی تخریج کیا ہے (قرۃ العینین ص۱۶)

[3] مسلم اور بخاری نے اس حدیث کو کسی قدر فرق کے ساتھ روایت کیا ہے (مشکوٰۃ) اس کو ترمذی اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔ (قرۃ العینین ص۱۶)

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے ایک روز چند قریشی عورتیں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھیں۔ ان کی آواز آں حضرت علیہ التحیۃ والثناء کی آواز سے بلند ہو رہی تھی۔ اسی اثناء میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حجرۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر حاضر ہوئے اور اندر آنے کی اجازت چاہی عورتوں نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو ڈر کر بھاگتی ہوئی پردہ میں چلی گئیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت فرمائی تو حضرت عمر اندر آئے، حضور مسکرا پڑے۔ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ! مسکرانے کا کیا سبب ہے، حضور نے فرمایا: ان عورتوں پر مجھے تعجب آتا ہے کہ میرے پاس بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی تھیں تمہاری آواز سنتے ہی بھاگ کر حجرہ میں چلی گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجرہ کی طرف متوجہ ہوتے اور فرمایا: اے اپنے نفس کی دشمنو! عمر سے ڈرتی ہو اور خدا کے رسول سے نہیں ڈرتیں۔ عورتوں نے اندر سے جواب دیا تم سخت آدمی ہو اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حلیم وکریم ہیں اس کے بعد آنحضرت علیہ التحیۃ نے یہ ارشاد فرمایا یا عمر! مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ اِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ۔[1] اے عمر! راستہ میں چلتے ہوئے جب بھی تجھے شیطان ملتا ہے تو تمہارا راستہ چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کر لیتا ہے۔

فاروق لقب کی وجہ

ایک یہودی اور ایک منافق مردود کا آپس میں جھگڑا ہوا یہودی نے کہا آؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلیں تاکہ وہ ہمارا فیصلہ کر دیں منافق نے کہا کہ کعب کے پاس چلتے ہیں۔ آخر کار یہودی منافق کو لے کر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ منافق اس کے دعویٰ کا صحیح جواب نہ دے سکا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کے حق میں فیصلہ فرما دیا۔ یہودی اٹھا تاکہ منافق سے اپنا پورا پورا حق وصول کرے۔ منافق نے یہودی سے کہا کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اس حکم کو قبول نہیں کرتا۔ اس لیے کعب کے پاس چلتے ہیں یہودی نے کہا عمر بن خطاب کے پاس چلتے ہیں۔ منافق نے بھی یہ بات مان

---

[1] امام بخاری اور مسلم نے اس حدیث کو سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا ہے مشکوٰۃ باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ ۱۲

لی اور دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آتے۔ یہودی نے اپنا دعویٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فیصلہ اور منافق کا انکار تفصیل سے بیان کر دیا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار کھینچی اور منافق کا سر تن سے جدا کر دیا اور فرمایا: جو شخص خدا اور رسول کے حکم سے منہ موڑتا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا سر قلم کرتے ہیں۔ اسی وقت بارگاہِ رب العٰلمین سے جبریل امین علیہ السلام آ پہنچے اور فرمان سنایا کہ عمر رضی اللہ عنہ کا نام فاروق رکھو کیونکہ اس نے حق و باطل میں بڑا اچھا فرق کیا[1]۔

اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے والد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتی ہیں۔ انہوں نے وفات کے وقت فرمایا کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سے بڑھ کر مجھے کوئی شخص زیادہ دوست نہیں[2]۔

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں: اَلْعُزْلَۃُ رَاحَۃٌ مِّنْ خُلَطَاءِ السُّوْءِ برے ہم نشینوں کی صحبت سے خلوت اور گوشہ نشینی اختیار کرنا اپنے آپ کو آرام پہنچانا ہے۔

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں۔ دَارُ الدُّنْیَا اُسِّسَتْ عَلَی الْبَلْوٰی وَ بِلَا بَلْوٰی مُحَالٌ۔ یعنی دنیا ایسی سرا ہے جس کی بنیاد آزمائش پر رکھی گئی ہے اور اس کا آزمائش سے خالی رہنا محال ہے۔

کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں دنیا کے سب سے بہترین ملک مسلمانوں کے قبضہ میں آئے شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قوانین مشرق و مغرب میں جاری ہو گئے۔ اسلام کے جھنڈے اور شریعت کے نشان

---

[1] مترجم اول حضرات القدس نے تحریر کیا ہے کہ اس واقعہ کو ابوالفرج ابن جوزی نے کتاب منہاج الاصابہ فی تمیز الصحابہ میں ثعلبی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے علاوہ ازیں تفسیر صادی میں زیر آیت فلا وربک حضرت ابن عباس سے بھی منقول ہے۔

[2] تاریخ الخلفاء بحوالہ ابن عساکر ۸۵۔

سربلند ہوگئے۔ عرب، حجاز، یمن، شام اور مصر پورے طور پر مسلمانوں کے مطیع ہوگئے۔ اور بعض حصے روم کے اور خراسان و ماوراء النہر کے اکثر و بیشتر شہر فتح ہوگئے۔ کوفہ اور بصرہ آباد کیے گئے۔ کفر و شرک اور مجوسیت کی بنیاد اکھیڑ دی، آتش پرستی کا پرانا مذہب جو دنیا میں کئی ہزار سال سے چلا آرہا تھا مردہ ہوگیا۔ سارے ملک میں جزیہ اور خراج مقرر کیا گیا اور ہر سال پابندی سے وصول ہونے لگا۔ فقیر اور محتاج صحابہ بڑے بڑے صاحبِ جاہ و جلال بادشاہوں کے دارالحکومتوں کے والی اور حاکم ہوگئے۔ دور دراز کے امراء اور سلاطین ان کے مطیع اور فرمانبردار ہوگئے۔ ایران کے بادشاہوں نے بے شمار خزانے جو مدتوں میں جمع کیے تھے اور ان کے مالک بن کر اپنی قوت و غرور کی وجہ سے خدائی کا دعویٰ کیا وہ سب خزانے مجاہدینِ اسلام کے قبضے میں آگئے۔ عراق، شام، مصر اور دیگر ممالک اور سلطنتوں سے مالِ غنیمت مدینہ منورہ میں آنے لگا۔

امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ خزانوں اور غنیمتوں کو مدینہ کے جنگل میں زمین پر پھینک دو، سونا چاندی، جواہرات و مروارید وغیرہ نفیس چیزیں عطریات قیمتی قالین، عمدہ بچھونے اور ریشمی لباسوں کا انبار لگا دیں تاکہ اسلام کی عزت و آبرو اور دنیا داروں کی ذلت سب پر ظاہر ہو جائے اور ان کو یقین آجائے کہ اگر خدائے بزرگ و برتر کی بارگاہ میں دنیا کی ذرہ برابر بھی وقعت ہوتی تو وہ اتنے خزانے اپنے دشمنوں کو نہ دیتا اور صدیوں تک ان کے پاس نہ چھوڑے رکھتا۔

خلیفۂ برحق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مال و زر کے یہ انبار مدینہ منورہ کے باہر ہی سے مہاجرین و انصار اور ان لوگوں کو جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد مسلمان ہوتے تھے تقسیم کر دیئے اور تقسیم کرنے میں اسلامی حقوق اور ہر شخص کے مرتبہ اور درجہ کا ضرور لحاظ رکھتے تھے تقسیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ اپنے گھر خالی ہاتھ واپس آتے تھے اور اپنے لیے کچھ نہ لیتے تھے باوجود اس قوت و اقتدار کے کہ کئی ملک آپ کے زیرِ حکم تھے۔ آپ خود فقر و فاقہ میں گزر فرماتے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ خادمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے

ہیں کہ : ایک[1] دفعہ کا واقعہ ہے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں نمازِ جمعہ میں حاضر تھا۔ آپ خطبہ دے رہے تھے میں نے آپ کے جُبہ کے پیوندوں کو شمار کیا تو نو تھے۔ حالانکہ ان دنوں مرکزی بیت المال کی حالت یہ تھی کہ بارہ ہزار تازی گھوڑے کافروں کے ساتھ جہاد کرنے اور ان بے دین بادشاہوں کو درست کرنے کے لیے (جو تکبر و غرور کی ٹوپی سر پر رکھے تھے اور مال و دولت کے نشہ میں چور خدائی کے دعویدار بنے بیٹھے تھے) اس وقت موجود تھے۔

جمشیدی و سکندری کی شان و شوکت کو فقر و فاقہ کے ساتھ جمع کرنا اور کئی پیوند لگا لباس پہن کر خزانے بانٹنا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر دُنیا کے ختم ہونے تک سوائے حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے کسی شخص کو میسّر نہیں ہوا۔ اور جو کچھ آپ کو حاصل ہوا وہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی نظرِ رحمت سے تھا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ ہے۔

اہلِ حقوق اور مجاہدین کے وظائف بیت المال سے مقرر فرمائے گئے جو انہیں ہر سال دیئے جاتے تھے۔ مسلمانوں میں آپ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے کئی شہروں اور بستیوں کی آبادی کی بنیاد رکھی۔ اور آپ نے ہی صحابہ و تابعین کے درجات کی ترتیب عطیات تقسیم کرنے کی غرض سے مقرر فرمائی۔ اور اسلامی دفاتر یعنی کچہریاں بنائیں اور اسلامی ملک کے باشندوں پر محصول مقاسمہ مقرر فرمایا۔ اور شہروں میں قاضیوں کا تقرر بھی آپ نے فرمایا۔

کرامات

کرامتیں اور خرقِ عادات تو گویا آپ کی خانہ زاد تھیں۔ یہاں تک کہ آپ کی بعض کنیزیں بھی صاحبِ کرامات تھیں۔

ایک دن آپ کی کنیز زاہدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

---

[1] اس واقعہ کو امام مالک نے موطا میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور ابنِ جریر نے تہذیب الآثار میں اور امام احمد نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے زہد میں نقل کیا ہے (د۔ م)

کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سلام عرض کیا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: زائدہ آج تو دیر سے کیوں آئی کہ تو مقامِ رضوان کی رہنے والی ہے اس لیے میں تجھے عزیز رکھتا ہوں۔ زائدہ نے عرض کیا یا نبیَّ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ آج میں ایک عجیب ماجرا لے کر آئی ہوں آپ نے فرمایا بیان کر۔ اس نے عرض کیا کہ آج صبح میں جنگل کو لکڑیاں لینے کے لیے گئی تھی جب میں نے ایندھن کا گٹھا باندھا تو وہ بہت بھاری تھا۔ میں نے اُٹھانے کے لیے ایک پتھر پر رکھ دیا۔ اتنے میں کیا دیکھتی ہوں کہ ایک سوار آسمان سے زمین پر اُترا۔ اس نے مجھے سلام کیا اور کہنے لگا کہ اے زائدہ! حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں میرا سلام پہنچا کر عرض کرنا کہ یَا سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْن! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رضوان خازنِ جنت نے کہا ہے کہ آپ کو خوشخبری ہو کہ آپ کی اُمت پر جنّت تین طرح سے تقسیم کی گئی ہے۔ ایک جماعت بے حساب بہشت میں جائے گی۔ دوسری جماعت کے ساتھ حساب میں آسانی کی جائے گی۔ تیسری جماعت کو آپ کی شفاعت سے بخشا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کی ساری اُمت جنت میں داخل ہو گی۔ یہ کہہ کر اس نے آسمان کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔ ابھی وہ آسمان و زمین کے درمیان ہی تھا کہ اس نے میری طرف دیکھا۔ بوجھ زیادہ ہونے کی وجہ سے میں لکڑیوں کے گٹھے کو اُٹھا نہ سکتی تھی۔ اس نے مجھے کہا اے زائدہ! گٹھے کو پتھر پر رکھ دے تاکہ تجھے آسانی ہو اور پتھر کو حکم دیا کہ اس گٹھے کو زائدہ کے ساتھ جا کر امیرالمؤمنین رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچا دے۔ یہ کہہ کر آسمان کی طرف چلا گیا۔ اور پتھر نے گٹھا اُٹھا کر مجھے گھر میں پہنچا دیا اور خود اپنی جگہ واپس چلا گیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب زائدہ کی یہ گفتگو سُنی تو آپ جلدی سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے اصحاب و احباب کو ساتھ لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف فرما ہوئے۔ حضور اور صحابۂ کرام نے پتھر کے آنے کی علامت کا معائنہ فرمایا۔ آں حضرت علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا: الحمد للہ! خدا تعالیٰ نے مجھے دُنیا سے اُٹھانے سے پہلے ہی خازنِ جنت رضوان کو بھیج کر میری پوری اُمت کے بہشت

میں جلنے کی بشارت دے دی ہے اور میری اُمت میں سے ایک عورت کو مریم کے درجہ پر پہنچا یا۔

کرامت امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں ایک دفعہ دریائے نیل اپنی پرانی عادت کے مطابق بہنے سے رُک گیا جس طرح وہ زمانۂ جاہلیت میں رُک جاتا تھا اور ایک خوبصورت دوشیزہ آراستہ کر کے اس میں ڈال دی جاتی تھی۔ اور کاہن کچھ پڑھتے تھے اس کے بعد وہ جاری ہو جاتا تھا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب اس کی اطلاع دی گئی تو خلیفۂ برحق نے ایک کاغذ کے پرچہ پر یہ تحریر فرمایا: "اے دریائے نیل اگر تو خود بخود بہتا تھا تو مت جاری ہو اور اگر تو خدا تعالیٰ کے حکم سے بہتا تھا تو عمر کہتا ہے جاری ہو جا۔" آپ نے حکم دیا کہ اس رقعہ کو لے جائیں اور دریائے نیل میں ڈال دیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اس رقعہ کو ڈالتے ہی دریائے نیل جاری ہو گیا۔

کرامت ایک بادشاہ نے کسی شخص کو امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قتل کے لیے بھیجا وہ مدینہ منورہ میں آیا اور پوچھا امیر المؤمنین کہاں ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین یہیں کسی گھر میں ہوں گے یا باہر گئے ہوں گے۔ جب اس شخص کو آپ کے باہر تشریف لے جانے کی خبر معلوم ہوئی تو وہ آپ کی تلاش میں روانہ ہوا۔ اس نے قبرستان میں آپ کو سوتے ہوئے پایا۔ اور درّہ آپ کے سر کے نیچے رکھا ہوا تھا۔ اس کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ان کی اتنی ہیبت اور دُنیا میں ایسا شہرہ ہے کہ بڑے بڑے زبردست بادشاہ رُعب سے کانپ کر مطیع و فرمانبردار ہو گئے۔ ان کا مار ڈالنا کیا دشوار ہے۔ اس نے اپنی تلوار کھینچی اور آپ کے نزدیک جانے کا ارادہ کیا تو اچانک دو[2] شیر غرّاں ظاہر ہوئے قریب تھا کہ اسے مار ڈالیں۔ اس نے بے اختیار چیخنا شروع کر دیا اَلْغِیَاثُ اَلْغِیَاثُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے تو اسے اس حال میں دیکھا کہ دو[2] شیر اس کے سامنے کھڑے

---

[1] تاریخ الخلفاء، صفحہ ۹ فصل فی کراماتہ رضی اللہ عنہ۔ مترجم اوّل نے ابنِ عساکر اور واقدی کا حوالہ درج کیا ہے۔ ۱۲

ہیں اور اسے مار ڈالنا چاہتے ہیں ۔ اس نے آپ کی خدمت میں سارا واقعہ بیان کیا اور وہ مسلمان ہوگیا ۔ شیر غائب ہو گئے ۔ آپ نے اس کی تربیت کی اور اس پر بڑا احسان فرمایا ۔

کرامت ایک[1] دن امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے اسی اثناء میں آپ نے فرمایا : یَا سَارِیَۃُ الْجَبَلَ الْجَبَلَ (اے ساریہ پہاڑ کی پناہ لو پہاڑ کی) حاضرین اس بات کو سن کر حیران ہوتے اور آپ کے یہ کلام کرنے کا دن اور تاریخ تحریر کر لی ۔ کہ اس میں ضرور کوئی راز ہے ۔ جب وہ فوج واپس آئی جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ دنوں کی مسافت پر دشمن کے مقابلہ پر متعین کیا تھا ۔ تو اُس کے بیان سے ظاہر ہوا کہ فلاں تاریخ اور فلاں دِن ہمارا دُشمن سے مقابلہ ہوا اور جنگ شدت کی صورت اختیار کر گئی ۔ یہاں تک کہ ہمیں شکست نظر آنے لگی ۔ اس وقت امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ آواز ہم کو دو مرتبہ سنائی دی یَا سَارِیَۃُ الْجَبَلَ الْجَبَلَ ۔ ہم نے اس آواز کو سنتے ہی پہاڑ کے دامن میں پناہ لی اور تھوڑی دیر میں ہم دُشمن پر غالب آ گئے اور فتح ہمارے ہاتھ رہی ۔

کرامت ایک[2] روز حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے ۔ اور اپنے باپ حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی کہ انہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا کہ آپ نے ارشاد فرمایا : عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ نُوْرُ الْاِسْلَامِ فِی الدُّنْیَا وَسِرَاجُ اَهْلِ الْجَنَّۃِ فِی الْجَنَّۃِ ۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اسلام کے نور ہیں دُنیا میں اور جنت میں اہلِ بہشت کے آفتاب ہیں ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو ایک کاغذ پر لکھ لیا اور اپنے صاحبزادہ کو وہ کاغذ دے دیا اور فرمایا : اس کو میری وفات کے بعد میرے کفن میں رکھ دینا ۔ جب آپ نے اس جہان سے

---

[1] اس حدیث کو بیہقی اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے علاوہ ازیں ابن مردویہ نے بھی تخریج کیا ہے (تاریخ الخلفاء)

[2] اس واقعہ کو ابن عبد ربہ نے اپنی کتاب بہجۃ المجالس اور حافظ ابو سعید بن علی السمان نے اپنی کتاب موافق میں نقل کیا ہے ۔ (ل ۔ ح)

رحلت فرمائی تو اس کاغذ کو آپ کے کفن میں رکھ دیا گیا۔ دوسرے دن آپ کی قبر پر خطِ سبز سے یہ عبارت لکھی ہوئی پائی گئی۔ صَدَقَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَاَبُوْهُمَا عَلِيٌّ وَجَدُّهُمَا مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ نُوْرُ الْاِسْلَامِ فِي الدُّنْيَا وَسِرَاجُ اَهْلِ الْجَنَّةِ فِي الْجَنَّةِ۔ حضرت حسن وحسین اور ان کے والد حضرت علی رضی اللہ عنہم اور ان دونوں کے جدِ بزرگوار حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دُنیا میں اسلام کا نور ہے اور جنت میں اہلِ جنت کا چراغ۔

آپ کی باقی کرامتوں کو کتاب کرامات الاولیاء (جس کو میں نے موت کے بعد ثبوتِ کرامات کے بیان میں تالیف کیا ہے) کے حوالہ کرتا ہوں۔ آپ کی مدتِ خلافت دس برس چند ماہ ہے۔ ماہ ذی الحج کی تیئسویں ۲۳ تاریخ کو تریسٹھ سال کی عمر میں ۲۳ھ میں آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ اور حجرۂ نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مزار کے متصل مدفون ہوئے۔

حضرت امیر المومنین عثمان ذُو النُّورین رضی اللہ عنہ

علمِ ظاہر اور باطن میں آپ کا انتساب اور حصولِ برکات و مقامات حضرت سیدِ کائنات علیہ و علیٰ آلہٖ الصلوٰت والتسلیمات والتحیۃ کی صحبت سے تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد آپ نے خلافت پائی۔ آپ کا نسب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عبد مناف میں جا کر اس طرح ملتا ہے: عثمان بن عفان بن ابی العاص بن اُمیہ بن عبد الشمس بن عبد مناف آپ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آپ تیسرے خلیفہ اور انبیاء و شیخین کے بعد افضل الثقلین ہیں۔

جب امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے خلافت کا کام چھ[۱] شخصوں کی مجلسِ مشاورت کے سپرد کیا۔ ان سب نے اپنے آپ کو یکے بعد دیگرے خلافت سے علیحدہ کر لیا اس لیے خلافت کا اہل سوائے ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے کسی کو نہ دیکھا۔ ناچار آپ ہی کو صحابہ نے اس جلیل القدر کام کے لیے منتخب کیا اور برضا و رغبت آپ کی اطاعت کے لیے تیار ہو گئے۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور تمام صحابہ کبار اور مہاجرین و انصار نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ کے حلم و حیا، سخاوت و مروت اور راہِ خدا میں خرچ کرنا وغیرہ کے محامد و مناقب بہت ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ہمیشہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غزوات میں اپنا مال و دولت قربان کرتے تھے۔ ہر وقت آپ کی یہ کوشش رہتی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہاتھ بٹاتے رہیں۔ آپ کاتبِ وحی، حافظِ قرآن تھے۔ اور آپ ہی نے قرآنِ پاک کو ایک صحیفہ میں جمع

---

[۱] آپ کا قد میانہ، چہرہ خوبصورت، رنگ سُرخ و سفید اور چہرہ پر چیچک کے داغ تھے۔ دانت بہت خوبصورت ڈاڑھی بہت گھنی اور سر کے بال گھنگریالے تھے۔ شانوں میں فاصلہ زیادہ تھا، پنڈلیاں گوشت سے بھری ہوئی تھیں۔ ہاتھ لمبے تھے جن پر بال اُگے ہوئے تھے۔ (تاریخ الخلفاء)

کیا۔ قرآن کے بہت سے نسخے لکھوا کر عالمِ اسلام میں پھیلا دیئے۔ آپ کے جمع کردہ قرآن پر تمام صحابہ نے اتفاق کیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دو نیک اختر صاحبزادیاں آپ کے نکاح میں آئیں اور حضور کی حیات میں ہی دونوں نے رحلت فرمائی اسی لیے آپ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ اَوْحیٰ اِلَیَّ اَنْ اُزَوِّجَ کَرِیْمَتَیَّ مِنْ عُثْمَانَ[1] اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی بھیجی کہ میں اپنی دو صاحبزادیوں کا نکاح عثمان سے کر دوں۔

اور آپ یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے اگر میری تیسری لڑکی اور ہوتی تو میں اس کا بھی عثمان سے نکاح کر دیتا۔

نیز آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اَنْتَ وَلِیِّیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ[2] تو میرا دوست ہے دُنیا اور آخرت میں۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ معراج[3] کی رات مجھے ایک سیب دیا گیا وہ اسی وقت پھٹا اور اس میں سے ایک حور نکلی جس کی آنکھ کی پلکیں نہایت سُرخ تھیں میں نے کہا تو کس کے لیے ہے؟ اس نے کہا آپ کے اس خلیفہ کے لیے جو ظلم سے شہید کیا جائے گا۔ یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔

---

[1] اس کو روایت کیا محمد بن حسین الآجری نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے (التمہید والبیان ص۱۵۵) مولانا احمد حسن مرحوم نے ابنِ خطیب اور ابنِ عساکر کا حوالہ دیا ہے۔ ۱۲

[2] اس کو ابو یعلیٰ اور ابو نعیم اور حاکم نے روایت کیا (اللآلی المصنوعہ ص۳۱۷ جلد اوّل) التمہید والبیان ص۲۴۱ میں حضرت جابر سے منقول ہے مولانا احمد حسن مرحوم نے لکھا ہے کہ اس کو خجندی نے اربعین میں اور حافظ عمر بن محمد الملا نے اپنی سیرت میں روایت کیا ہے۔

[3] اس کو خطیب نے ابنِ عمر سے مرفوعاً اور عقبہ بن عامر جہنی اور انس بن مالک سے اور اوس بن اوس سے طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔ (اللآلی المصنوعہ ص۳۱۲ جلد اوّل) مولانا احمد حسن مرحوم نے ابنِ عساکر کا حوالہ بھی دیا ہے۔ ۱۲

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے: رَحِمَ اللّٰہُ عُثْمَانَ تَسْتَحْیِیْہِ الْمَلَائِکَۃُ[1] اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم فرماتے کہ فرشتے اس سے حیا کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اِذَا مَاتَ عُثْمَانُ بَکَتْ عَلَیْہِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ، قِیْلَ ھٰذَا لِعُثْمَانَ خَاصَّۃً قَالَ نَعَمْ، اِنَّ عُثْمَانَ یَسْتَحْیِیْ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَنْ یَّعْصِیَہٗ، جب عثمان کی وفات ہوگی سارے آسمان اور زمین اس پر روئیں گے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ حضور کیا یہ فضیلت خاص عثمان کے لیے ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا بے شک! اس لیے کہ عثمان اپنے پروردگار کی نافرمانی کرنے سے شرم کرتا ہے۔

حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا[2]: یَبْرُقُ فِی الْجَنَّۃِ بَرْقٌ یُضِیْءُ الْجَنَّۃَ فَیَقُوْلُ اَھْلُ الْجَنَّۃِ مَا ھٰذَا الْبَرْقُ وَلَیْسَ ھٰذَا مَوْضَعُ الْبَرْقِ فَیُقَالُ لَھُمْ ھٰذَا عُثْمَانُ لَبِسَ نَعْلَیْہِ لِیَذْھَبَ مِنْ حُجْرَۃٍ اِلٰی حُجْرَۃٍ فَھٰذَا النُّوْرُ نَعْلَیْہِ جنت میں ایک بجلی چمکے گی جس سے تمام جنت روشن ہو جائے گی اہلِ جنت کہیں گے یہ کیا ہے کیونکہ یہ جگہ بجلی چمکنے کی نہیں۔ ان سے کہا جائے گا یہ عثمان بن عفان ہیں انہوں نے ایک کمرہ سے دوسرے کمرہ میں جانے کے لیے اپنا جوتا پہنا ہے اور یہ روشنی اور چمک ان کے جوتا کی ہے۔

---

[1] یہ حدیث کچھ الفاظ کی تبدیلی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے امام مسلم نے روایت کی ہے (مشکوٰۃ) علامہ سیوطی نے بھی تاریخ الخلفاء میں اس کے موافق ایک روایت نقل کی ہے۔ ۱۲

[2] اس کو ابن عدی نے مختصراً سہل بن سعد سے اس طرح روایت کیا ہے

وَصَفَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ الْجَنَّۃَ فَقَامَ اِلَیْہِ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَفِی الْجَنَّۃِ بَرْقٌ قَالَ نَعَمْ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اَنَّ عُثْمَانَ لَیَتَحَوَّلُ مِنْ مَّنْزِلٍ اِلٰی مَنْزِلٍ فَتَبْرُقَ لَہُ الْجَنَّۃُ (اللآلی المصنوعہ صفحہ ۳۱۶ جلد اول تعقبات صفحہ ۶) تاریخ الخلفاء میں حضرت علی سے بھی ایسی روایت منقول ہے

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے لِکُلِّ نَبِیٍّ رَفِیْقٌ وَرَفِیْقِیْ فِی الْجَنَّۃِ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ۔ ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور میرا رفیق جنت میں عثمان بن عفان ہے۔[1]

جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک کے لیے روانہ ہوئے تو آپ کے ساتھ بڑا لشکر تھا کہتے ہیں کہ تیس ہزار سوار اور پیادے شمار میں آئے تھے۔ حضور نے اپنے صاحبِ استطاعت صحابہ سے ارشاد فرمایا اپنے غریب ساتھیوں کی مدد کرو۔ ہر شخص نے اپنی وسعت کے مطابق امداد کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے اصطبل سے نوسو پچاس[2] عربی گھوڑے زین اور لگام سے آراستہ کر کے حاضر کیے۔ جن میں سے ہر ایک پر ایک سوار کے ہتھیار رکھے ہوئے تھے علاوہ ازیں پچاس اونٹ اسلحہ کی باربرداری کے لیے پیش کیے۔ اس کے علاوہ ایک[3] ہزار دینار نقد آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت مبارک میں پیش کیے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے حق میں یہ دُعا فرمائی[4] کہ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا عُثْمَانُ رَضِیْتُ عَنْہُ فَارْضَ عَنْہُ اے اللہ میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی رہ۔ اس حدیث کے راوی بیان کرتے ہیں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس رات نمازِ عشاء سے صبح تک بیدار رہے اور یہی دُعا فرماتے رہے۔

---

[1] اس حدیث کو امام ترمذی نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (مشکوٰۃ باب مناقب عثمان)

[2] التمہید والبیان ص۱۰۷ میں دو روایتیں درج ہیں ایک میں ہے کہ نوسو تیس اونٹ اور ستر گھوڑے اور دوسری میں نوسو چالیس اونٹ اور ساٹھ گھوڑے پیش کیے۔ واللہ اعلم۔

[3] مشکوٰۃ باب مناقب عثمان بحوالہ احمد و ترمذی۔

[4] نزہۃ المجالس جلد دوم باب مناقب عثمان۔ ریاض النضرہ کے حوالہ سے سیرت ذوالنورین میں بھی یہ دُعا مذکور ہے۔ لیکن اس واقعہ کے بعد نہیں بلکہ وہ ایک واقعہ ہے حضرت عثمان کی سخاوت کا جس سے حضور نے خوش ہو کر یہ دُعا ارشاد فرمائی۔ مولانا احمد حسن مرحوم نے طبرانی کا حوالہ بھی دیا ہے۔ ۱۲۰

نیز حضور نے فرمایا ہے کہ نِعْمَ الرَّجُلُ عُثْمَانُ جَمَعَ اللّٰهُ بِهٖ نُوْرَيْ فَهُوَ سَعِيْدٌ فِيْ حَيٰوتِهٖ وَشَهِيْدٌ فِيْ مَمَاتِهٖ عثمان کیا اچھا آدمی ہے اللہ نے اس کے ساتھ میرا نور جمع کیا وہ زندگی میں سعید ہیں اور بوقتِ وفات شہید ہوں گے ۔

حضرت عبداللہؓ بن رباح اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں، کہ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن ہم آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جب اہلِ فتنہ آپ کے دروازہ پر جمع ہوئے تو آپ کے غلاموں نے مقابلہ کی غرض سے ہتھیار اُٹھاتے۔ آپ نے فرمایا جو غلام ہتھیار نہ اُٹھائے گا وہ آزاد ہے۔ حضرت ابوقتادہ کہتے ہیں کہ ہم اپنی جان کے ڈر سے باہر نکل آئے اور اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہوگئے۔ اسی اثنا میں آپ سے عرض کیا گیا کہ امیر المومنین حسن رضی اللہ عنہ آتے ہیں آپ نے فرمایا کیوں؟ اتنے میں امام حسن تشریف لے آئے اور سلام کیا اور حالات دریافت کیے اور کہا کہ اے امیر المومنین میں آپ کے حکم کے بغیر مسلمانوں پر تلوار نہیں اُٹھا سکتا۔ آپ امام برحق اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں مجھے حکم دیجیے تاکہ اس قوم کا شر آپ سے دفع کردوں۔ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا ابنَ اَخِيْ اِرْجِعْ وَاجْلِسْ فِيْ بَيْتِكَ حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ فَلَا حَاجَةَ اِلَى اِهْرَاقِ الدِّمَاءِ اے بھتیجے تم واپس چلے جاؤ اور اپنے گھر میں بیٹھو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے حکم کو پورا کرے کسی کا خون بہانے کی ضرورت نہیں۔

بلاؤں پر آپ کی یہ کمال درجہ کی تسلیم و رضا ہے اور انتہا درجہ کی خُلت ہے جیسا کہ نمرود نے آگ سلگائی تھی اور حضرت ابراہیم صلوات اللہ وسلامہ علی نبینا وعلیہ کو منجنیق کے پلہ میں رکھا تھا جبریل علیہ السلام آئے اور کہا یا اِبْرَاهِيْمُ هَلْ لَكَ حَاجَةٌ (اے ابراہیم کیا تمہیں کچھ ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا اَمَّا اِلَيْكَ فَلَا تم سے

۱؎ اس کو امام احمد نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن اور ابو قتادہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ (م-ح)

۲؎ کشف المحجوب دربیان حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ۱۲

کوئی حاجت نہیں ہے۔ جبریل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے طلب فرمائیے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا حَسْبِیْ عِلْمُہٗ بِحَالِیْ یعنی خدا تعالیٰ کا میری حالت کو جاننا ہی کافی ہے۔ پس امیر المومنین اس وقت ایسی حالت میں تھے جس طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام منجنیق کے پلہ میں اور اہلِ فساد کا جمع ہونا آتشِ نمرود کے بجائے تھا اور حضرت امام حسن جبریل کے بجائے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اسی بلا سے نجات تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے شہادت۔ نجات کا تعلق بقا سے ہے اور شہادت کا تعلق فنا سے۔ جان و مال کے صرف کرنے اور اپنے تمام امور میں تسلیم و رضا اور خلوصِ عبادت میں گروہِ فقراء کی اقتدا امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ آپ یقیناً شریعت و طریقت کے امام برحق ہیں۔

کرامت جب بلوائیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تو تین روز تک جنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد کے چھت پر روتے رہے اور بطورِ مرثیہ اشعار پڑھتے تھے۔

کرامت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن میں نے سنا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے۔ اَبْشِرْ اِبْنَ عَفَّانٍ بِرُوْحٍ وَّ رَیْحَانٍ وَّ بِرَبٍّ غَیْرَ غَضْبَانٍ وَ اَبْشِرْ اِبْنَ عَفَّانٍ بِغُفْرَانٍ وَّ رِضْوَانٍ (خوشخبری دے دو ابنِ عفان کو روح و ریحان کی اور پروردگار سے ملاقات کی اس حال میں کہ رب اس سے راضی ہوگا۔ اور بشارت دو ابنِ عفان کو بخشش اور اللہ کی رضامندی کی) جب میں نے پلٹ کر دیکھا تو کسی کو نہ پایا۔

کرامت جب بلوائیوں نے آپ کو شہید کر دیا تو تین دن تک بلوائیوں کے ڈر سے آپ کو دفن نہ کیا گیا اچانک غیب سے آواز آئی کہ اُدْفِنُوْہُ وَلَا تُصَلُّوْا عَلَیْہِ فَاِنَّ اللہَ قَدْ صَلّٰی عَلَیْہِ ان کو دفن کر دو اور ان پر نماز نہ پڑھو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان پر نماز پڑھ چکا ہے۔

کرامت شہادت سے تین روز بعد جب آپ کے جنازہ کو جنت البقیع کی طرف لے جا رہے تھے تاکہ دفن کر دیں۔ کیا دیکھتے ہیں کہ لوگوں کے پیچھے سے ایک جماعت ظاہر ہوئی ان پر ظالموں کا خوف طاری ہوا۔ قریب تھا کہ لوگ آپ کے جنازہ کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ اس جماعت میں سے کسی نے آواز دی کہ ڈرو مت اپنی جگہ برقرار رہو۔ ہم ان کے دفن میں شریک ہونے کے لیے آئے ہیں۔ بعض حاضرین نے کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے تھے[1]

آپ کی باقی کرامتیں کراماتِ الاولیاء میں ہم لکھ چکے ہیں اس سے مطالعہ فرمائیں آپ کی خلافت بارہ سال چند ماہ رہی۔ اور بیاسی سال کی عمر میں بروز جمعہ اٹھارہویں ذوالحجہ ۳۵ھ کو اسود زنجی سیارو کے ہاتھ سے آپ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

---

[1] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ میں فرشتوں کا شامل ہونا ایک روایت میں بطور پیشگوئی مذکور ہے۔ حافظ دمشقی مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یَوْمَ یَمُوْتُ عُثْمَانُ یُصَلِّیْ عَلَیْہِ مَلٰئِکَۃُ السَّمَاءِ۔ (جب عثمان رحلت کریں گے تو آسمان کے فرشتے بھی ان پر نمازِ جنازہ پڑھیں گے) راوی کا بیان ہے کہ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ عُثْمَانُ خَاصَّۃً اَوِ النَّاسُ عَامَّۃً قَالَ عُثْمَانُ خَاصَّۃً (میں نے گذارش کی یا رسول اللہ! عثمان کی نمازِ جنازہ بالخصوص یا تمام لوگوں کی بالعموم؟ فرمایا عثمان کی بالخصوص۔

علاوہ ازیں جو کرامت کتاب میں مذکور ہے وہ سیرت ذوالنورین میں بھی تحفہ کے حوالہ سے مفصل درج ہے۔ (سیرت ذوالنورین ص۵۸۷ و ص۵۸۸)

حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

آپ کا انتساب علمِ ظاہر و باطن اور کمالات و مقامات میں صحبت بابرکت حضرت سیدِ کائنات علیہ الصلوٰت والتسلیمات سے ہے۔ حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بعد آپ نے خلافت پائی۔ آپ چوتھے خلیفہ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات اور تینوں خلفاء کے بعد تمام بنی آدم سے افضل ہیں۔ جب امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ نے قضائے الٰہی سے شہادت پائی۔ سارے مہاجرین و انصار اور صحابہ کبار اہلِ حل وعقد نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ تمام اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ علم و حلم، فقر و زہد اور ریاضت میں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور تینوں خلفاء کے بعد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُعا کی وجہ سے مستثنیٰ تھے۔ اور شجاعت و سخاوت اور فراست و کرامات میں یکتا تھے۔ اور طریقت میں شانِ عظیم اور بڑا درجہ رکھتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رَاَیْتُ مَکْتُوْبًا عَلٰی سَاقِ الْعَرْشِ اَنَا اللّٰہُ وَحْدِیْ لَآ اِلٰہَ غَیْرِیْ وَالْجَنَّۃُ مَخْلُوْقِیْ وَمُحَمَّدٌ صَفْوَتِیْ مِنْ خَلْقِیْ اَیَّدْتُہٗ وَنَصَرْتُہٗ بِعَلِیٍّ یعنی میں نے عرش کے پائے پر (ارشاد الٰہی) لکھا ہوا دیکھا کہ ”میں ہی اکیلا اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں، جنت میری پیدا کی ہوئی ہے اور محمد کل مخلوق میں میرے چُنے ہوئے ہیں۔ مَیں نے اُن کو علی سے قوت اور مدد دی ہے“

لہ آپ کا نسب بواسطہ ابوطالب حضرت عبدالمطلب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مِل جاتا ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہیں۔ آپ کا رنگ گندم گوں فربہ جسم، کاندھے کشادہ، داڑھی بھاری، گردن شفاف صراحی دار، سیاہ چشم، بزرگ شکم، بدن پر بہت بال تھے۔ آپ کا قد میانہ تھا۔ آپ دس سال یا تیرہ سال یا ۱۵ سال کی عمر میں ایمان لائے تھے۔

نیز آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے[1] عَلٰی بَابِ الْجَنَّۃِ مَکْتُوْبٌ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ اَخُوْ رَسُوْلِ اللّٰہِ قَبْلَ اَنْ یُّخْلَقَ الدُّنْیَا بِاَلْفَیْ عَامٍ جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور علی رسول اللہ کے بھائی ہیں دُنیا کے پیدا کیے جانے سے دو ہزار سال پہلے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ نُوْدِیَ مِنَ الْعَرْشِ یَا مُحَمَّدُ نِعْمَ الْاَبُ اَبُوْکَ اِبْرَاھِیْمُ الْخَلِیْلُ وَنِعْمَ الْاَخُ اَخُوْکَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ جب قیامت کا دن ہوگا تو عرش سے ندا آئے گی اے محمد! آپ کے باپ ابراہیم خلیل کیسے اچھے باپ ہیں۔ اور آپ کے بھائی علی بن ابی طالب کتنے اچھے بھائی ہیں۔

اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے[2] اِنَّکَ اُعْطِیْتَ ثَلَاثًا مَا اُعْطِیْتُ وَقَالَ عَلِیٌّ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! مَاذَا اُعْطِیْتُ قَالَ اُعْطِیْتَ صِھْرًا مِّثْلِیْ وَلَمْ اُعْطَ وَاُعْطِیْتَ زَوْجَۃً مِّثْلَ فَاطِمَۃَ وَلَمْ اُعْطَ وَاُعْطِیْتَ وَلَدًا مِّثْلَ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ وَلَمْ اُعْطَ اے علی! تم کو تین چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھے نہیں دی گئیں۔ حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ چیزیں کیا ہیں جو مجھے دی گئی ہیں؟ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا آپ کو مجھ جیسا خسر دیا گیا ہے۔ جو مجھ کو نہیں دیا گیا اور تمہیں فاطمہ جیسی بیوی دی گئی ہے جو مجھے نہیں دی گئی۔ تم کو حسن اور حسین جیسے دو فرزند دیئے گئے جو مجھ کو نہیں دیئے گئے۔

مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو فرمایا

---

[1] اس کو حضرت امام احمد نے جابر رضی اللہ عنہ سے مناقب میں نقل کیا ہے (ل۔ ح) مولانا عبدالرحمٰن صفوری رحمۃ اللہ علیہ نے نزہۃ المجالس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب کے بیان میں ذکر کیا ہے۔

[2] اس کو حافظ ابوسعید شمان نے شرف النبوۃ میں نقل کیا ہے۔ (ل۔ ح)

يَا اَنَسُ اِنْطَلِقْ وَادْعُ لِيْ سَيِّدَ الْعَرَبِ يَعْنِيْ عَلِيًّا قَالَتْ عَائِشَةُ اَلَسْتَ سَيِّدُ الْعَرَبِ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَعَلِيٌّ سَيِّدُ الْعَرَبِ۔ اے انس! سید العرب یعنی علی کو میرے پاس بلالاؤ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ سردار عرب نہیں ہیں؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں اور علی عرب کے سردار ہیں۔

نیز آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهٖ لَمْ تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هٰذَا عَلِيٌّ فَاَحِبُّوْهُ لِحُبِّيْ وَاَكْرِمُوْهُ لِكَرَامَتِيْ فَاِنَّ جِبْرَئِيْلَ اَمَرَنِيْ بِالَّذِيْ قُلْتُ اے جماعت انصار کیا تمہیں ایسی چیز کا پتہ بتاؤں جس کو تم مضبوطی سے پکڑلو۔ تو پھر ہرگز گمراہ نہ ہوگے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ ارشاد فرمایا کہ یہ علی ہے اس سے محبت رکھو میری محبت کی وجہ سے اور اس کی تعظیم کرو میری تعظیم کی غرض سے کیونکہ اسی طرح جبریل نے مجھے حکم دیا ہے۔

منقول ہے کہ آیت کریمہ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا (سورہ دہر رکوع ۱) (وہ کھانا کھلاتے ہیں مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو خدا کی محبت میں) حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک روز آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے مکان پر تشریف لاتے۔ آپ نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو نہایت لاغر اور

---

[۱] الموضوعات الکبیر ص۲۰ قال السیوطی رواہ الحاکم فی مستدرکہ عن عائشہ وجابر ۱۲

[۲] نزہۃ المجالس جلد دوم باب مناقب حضرت علی رضی اللہ عنہ ۱۲

[۳] معلوم ہوتا ہے کہ کتابت کی غلطی سے اصل میں لَمْ لکھا گیا ہے لَنْ تَضِلُّوْا ہوگا جیسا کہ بعض احادیث میں یہ لفظ مذکور ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

[۴] اس روایت کو حکیم ترمذی نے تفصیلاً نوادر الاصول میں ذکر کیا ہے۔ (اللآلی المصنوعہ ص۱۸۲ جلد اول)

کمزور دیکھا۔ آپ نے ازراہِ شفقت فرمایا تمہارے صاحبزادے کس قدر کمزور اور لاغر ہیں ان کی صحت کے لیے منت مانو۔ حضرت امیر المومنین اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما اور فِضہ رضی اللہ عنہا آپ کی کنیز نے تین تین روزوں کی منت مانی۔ اللہ تعالیٰ نے شہزادوں کو صحت عطا فرمائی اور انہوں نے نذر ادا کی اور افطار کے لیے تین روٹیاں تیار کیں۔
جب افطار کا وقت ہوا تو سائل دروازہ پر آیا اور اس نے کہا اے اہل بیت! میں بھوکا ہوں اور عاجز و مسکین ہوں حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اپنے حصہ کی ایک روٹی اس کو دے دی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اور آپ کی کنیز فِضہ نے بھی اپنے حصے کی روٹیاں اسی کو دے دیں۔ دوسرے دن پھر سب نے روزہ رکھ لیا اور افطار کے وقت ایک یتیم دروازہ پر آیا شب گذشتہ کی طرح اس رات کو بھی ہر ایک نے اپنے اپنے حصہ کی روٹی اس کو دے دی۔ اور پھر تیسرے دن سب نے روزہ رکھ لیا افطار کے وقت ایک قیدی[1] دروازہ پر آیا اور اس نے سوال کیا۔ تینوں نے اپنے اپنے حصہ کی روٹی اس کو دے دی۔ اس پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔
حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی بزرگی آفتاب سے بڑھ کر ظاہر ہے۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی اور داماد تھے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے والدین کے زیر سایہ تربیت پائی آپ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے والد اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے شوہر ہیں۔ آپ صحابہ کرام میں بڑے بہادر، زیادہ عالم اور زاہد تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے بھی آپ کے دل پر کفر و شرک کا خیال نہیں گزرا علم نحو اور حساب آپ نے ایجاد کیا۔
آپ کو حیدر اس لیے کہتے ہیں کہ جب آپ پیدا ہوتے تو دودھ نہیں پیتے تھے بلکہ ناخن مارتے تھے اتنے میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور آپ کو گود میں لے کر بوسہ لینا چاہا۔ حضرت علی کی والدہ نے کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کو بوسہ نہ دینا کیونکہ یہ حیدر ہے یعنی ناخن مارتا ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] پہلے زمانے میں یہ دستور تھا کہ شام کے وقت قیدی نگہبانوں کے ساتھ بھیگ مانگنے جایا کرتے تھے۔

نے ان کی والدہ کی بات نہ سُنی آپ کا بوسہ لے لیا۔ اور لعابِ دہن مُبارک آپ کے منہ میں ڈالا۔ پہلی چیز جو حضرت امیر کے منہ میں ڈالی گئی وہ آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لعابِ دہن تھا۔

کرامت آپ کو کرم اللہ وجہہ اس لیے کہتے ہیں کہ جب آپ اپنی والدہ کے شکم میں تھے (حسبِ عادت عرب) جب آپ کی والدہ کسی بُت کو سجدہ کرنا چاہتی تو آپ والدہ کے پیٹ میں الیا لیٹ جاتے تھے کہ وہ سجدہ نہ کر سکتی تھیں۔ خدا تعالیٰ شانہٗ نے آپ کے وجہِ مبارک کو مکرم فرمایا کہ جب آپ شکمِ مادر میں تھے تو آپ کی والدہ کسی بُت کو سجدہ نہ کر سکیں۔

کرامت حضرت[1] امیر المومنین امام حسین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب میرے باپ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے وفات پائی تو میں نے کسی کہنے والی کی آواز سُنی کہ "باہر چلے جاؤ اور اس خدا کے بندے کو ہمارے لیے چھوڑ دو" میں باہر چلا گیا، گھر سے آواز آئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گذر گئے اور ان کا بھائی شہید ہوا، اب اُمّت کی نگہبانی کون کرے گا؟ دُوسرے نے کہا: جو شخص ان کی سیرت اختیار کرے گا اور ان کی پیروی کرے گا۔ جب آواز بند ہو گئی تو ہم اندر گئے اور ہم نے آپ کو غسل دیا ہوا اور کفن میں لپٹا ہوا پایا۔ ہم نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی اور آپ کو دفن کر دیا۔

کرامت مروی[2] ہے کہ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی قبر کو زمین کے برابر کر دیا گیا تھا اس لیے وہ چھپ گئی تھی۔ ایک دن خلیفہ ہارون الرشید شکار کرتے ہوئے غریبین کے آس پاس پہنچ گیا۔ کیونکہ ہرنوں نے غریبین کے قریب پناہ لے لی تھی۔ شکاریوں نے ہر چند ان ہرنوں کو ڈرانے کے لیے کتوں کو چھوڑا لیکن وہ ان تک نہ پہنچ سکے۔ خلیفہ نے غریبین کے بعض بوڑھوں کو بُلا کر اس کی وجہ

---

[1] شواہد النبوت، رکن ششم بیان کرامات حضرت علی رضی اللہ عنہ ص ۲۹۶، ۲۹۷۔

[2] شواہد النبوت، رکن ششم بیان کرامات حضرت علی رضی اللہ ص ۲۹۶، ۲۹۷

دریافت کی، انہوں نے کہا ہمیں اپنے بزرگوں سے اس طرح خبر پہنچی ہے کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی قبر یہیں ہے۔ ہارون الرشید نے ان کی زبان پر اعتماد کر لیا اور زندگی بھر ہر سال زیارت کے لیے آیا کرتا تھا۔

کرامت علی[۱] بن الحسین یعنی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابراہیم[۲] ہشام الحراق والی مدینہ تھا۔ وہ ہر جمعہ کو ہمیں اپنے منبر کے پاس بٹھاتا اور حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں نازیبا گفتگو کرتا۔ ایک جمعہ وہ جگہ بہت سے لوگوں سے پُر تھی، میں منبر کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پھٹی اور اندر سے ایک شخص نکلا جس نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے مجھے فرمایا: اے عبداللہ! کیا تجھے اس ذلیل آدمی کی باتیں اندوہگیں نہیں کرتیں؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: اپنی آنکھیں کھول اور دیکھ خدائے جبار اس کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ جب میں نے آنکھیں کھولیں تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کر رہا تھا کہ اچانک منبر سے گرا اور مر گیا۔

کرامت ایک صالح آدمی سے روایت[۳] ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ قیامت برپا ہے اور تمام مخلوق ایک جگہ جمع ہے میں پل صراط کے قریب پہنچا اور وہاں سے گزر گیا۔ اچانک میری نظر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی جو حوضِ کوثر کے کنارے تشریف فرما ہیں اور امام حسین رضی اللہ عنہ لوگوں کو پانی پلا رہے ہیں میں بھی ان کے پاس حاضر ہوا کہ مجھے پانی پلا دیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تجھے پانی نہیں دیں گے کیونکہ تیرے پڑوس میں ایک ایسا شخص رہتا ہے جو علیؓ کی بدگوئی اور لعنت کرتا ہے اور تو اُسے منع نہیں کرتا۔ آپ

۱۔ شواہد النبوت ص ۲۹۹ ۲۔ شواہد میں ابراہیم بن ہشام المخزومی درج ہے۔

۳۔ شواہد النبوت ص ۲۹۸

نے برہنہ چھری میرے ہاتھ میں دے کر فرمایا: جاؤ اسے قتل کردو، میں نے چھری سے اس شخص کو قتل کر دیا اور واپس آیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا: اے حسین! اسے پانی دو۔ میں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک سے پانی کا پیالہ لیا۔ لیکن مجھے معلوم نہیں کہ میں نے پانی پیا یا نہیں۔ میں اس ہولناک خواب سے بیدار ہوا۔ تھوڑی دیر نہیں گزری تھی کہ شور ہو گیا کہ فلاں شخص کو کسی نے سوتے میں قتل کر دیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی باقی کرامتوں کو کتاب "کراماتُ الاولیاء" میں میں نے ذکر کیا ہے اس میں ملاحظہ فرمائیں۔

کرامت آپ کی ولادت خانہ کعبہ میں جمعہ کے دن تیرھویں یا ساتویں شعبان کو ہوئی۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کے وقت آپ پندرہ سال کے تھے، بعض کے نزدیک تیرہ سال اور ایک روایت میں ہے کہ دس سال کے تھے، بعضوں نے نو اور سات سال بھی کہا ہے۔ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

آپ کی عمر شریف کے متعلق چار قول ہیں (۱) تریسٹھ سال (۲) پینسٹھ سال (۳) ستاون سال (۴) اٹھاون سال۔ ان میں سے پہلا قول صحیح تر ہے۔

سترہ رمضان المبارک ۴۰ھ میں بمقام کوفہ عبد الرحمٰن بن ملجم نے آپ کو زخمی کیا۔ جَعَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی مُلْجَمًا بِلِجَامٍ مِّنَ النَّارِ (اللہ تعالیٰ اسے آگ کی لگام چڑھائے) اور انیسویں (۱۹) ماہ مذکور اتوار کی رات میں اور بعض کے نزدیک اکیسویں (۲۱) یا چوبیسویں (۲۴) رمضان جمعہ کی رات میں شہادت پائی۔ مگر اکیسویں (۲۱) تاریخ زیادہ درست ہے۔ آپکی قبر شریف نجف اشرف میں ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

حضرت خیر البشر علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کی صحبت کے باوجود آپ کا انتساب علم باطن میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہے۔ آپ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بھی صحبت حاصل تھی۔ آپ جوانی کے دور ہی سے دینِ حق کی تلاش میں کوشاں تھے۔ اس لیے آپ یہود ونصاریٰ اور دوسرے مذاہب کے علماء کے پاس آتے جاتے تھے۔ اس طلب میں جو مصائب اور سختیاں آپ کو پہنچیں آپ نے ان پر صبر کیا یہاں تک کہ اس راستہ کے طے کرنے میں دس شخصوں کے پاس یکے بعد دیگرے آپ کو فروخت کیا گیا آخر کار خواجۂ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچے۔ حضرت نے آپ کو یہود سے بہت قیمت دے کر خرید فرمایا۔

کرامت

حضرت سلمان فارسی کے قریبی رشتہ دار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور درخواست کی کہ سلمان ہمیں عنایت فرما دیجئے۔ آپ نے سلمان کو ان کے ساتھ جانے کا اختیار دے دیا۔ لیکن حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے صحبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار کیا! ور اپنی قوم کی صحبت پر حضور کی صحبت کو سعادت سمجھا۔

امام ابو القاسم اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جب زیادہ حصہ قرآن کا نازل ہو گیا تو حضرتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید کو ہر جگہ بھیجا۔ جب فارس میں پہنچا تو فارسیوں نے قرآن کو سینہ پر رکھا اور مسلمان ہوتے، سلمان فارسی، دُلدُل اور ماریہ قبطیہ کو بہت سے تحائف اور ہدیوں کے ساتھ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔ جب قرآن شریف ترکوں کے پاس پہنچا تو انہوں نے قرآن کو سر پر رکھا، ہدیے اور تحفے حضور کی خدمت میں بھیجے۔ جب یہ تمام حالات بارگاہِ نبوت میں عرض کیے گئے تو آپ نے ارشاد فرمایا: فارسی مقبول دل اور صادق سینہ والے ہوں

گے اور قیامت تک میرے خاندان کی محبت ان کے سینہ سے نہیں نکلے گی اور ترک سردار ہوں گے۔

الغرض حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو خاندانِ نبوت سے محبت و اخلاص اور مودت و اختصاص نسبت اس درجہ کو پہنچی ہوئی تھی کہ سیدِ کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زبان گوہر فشاں سے یہ مضمون عنایتِ مشحون ارشاد فرمایا[1]: سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَیْتِ (سلمان میرے اہلِ بیت سے ہے)

شیخ الموحدین محی الدین ابنِ عربی قدس سرہٗ نے اس حدیث سے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی گناہ سے حفاظت اور پاکیزگی کا استدلال فرمایا ہے اور ایک مقام پر اپنی کتاب فتوحاتِ مکیہ میں فرمایا ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ وَشَهِدَ اللّٰهُ لَهُمْ بِالتَّطْهِيْرِ وَذَهَابِ الرِّجْسِ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔ رسول اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: سلمان ہم سے ہے اور ہمارے اہلِ بیت میں داخل ہے اور اللہ تعالیٰ نے اہلِ بیت کو پاک کرنے اور ان سے برائیوں کو دور کر دینے کی گواہی دی جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ اے اہلِ بیت اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے معصیت کی پلیدی کو دور رکھے اور تمہیں بالکل پاک اور مطہر کر دے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنی سند سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ اس حدیث سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ کا راز یہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا ہے[2]: مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْهُمْ (قوم کا غلام قوم میں داخل ہوتا ہے) حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی طہارت اور گناہوں سے حفاظت کی شہادت ہے۔ کیونکہ گناہوں سے

---

[1] کنوز الحقائق للامام عبد الرؤف المناوی صہ ۱۴۲ و اکمال فی اسماء الرجال ۱۲

[2] اَسْنَى الْمَطَالِبْ صہ ۲۳۵ قال رواہ اصحاب السنن ولفظ الشیخین مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔

کنوز الحقائق اور جامع صغیر میں بھی آخری الفاظ مذکور ہیں۔

پاک شخص بھی اہلِ بیت میں شامل کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے جب یہ شان صرف اہلِ بیت سے نسبت قائم ہونے سے حاصل ہو جاتی ہے تو قارئین کو غور کرنا چاہیئے کہ اہلِ بیت کی شان کیا ہوگی۔

حق سبحانہ و تعالیٰ نے اہلِ بیت (علیہم الرضوان)
اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو اس آیت میں بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل کیا ہے لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے) اہلِ بیت پاک کیے ہوئے اور بخشے ہوئے ہیں حق تعالیٰ کی خاص عنایتوں سے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بزرگی کی وجہ سے۔ اہلِ بیت کا یہ شرف (کہ وہ بخشے ہوئے ہیں) قیامت میں ہی ظاہر ہوگا۔ اور سلمان فارسی اہلِ بیت سے ہیں۔ ہم اُمید رکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تمام اولاد اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی بے نہایت بخشش میں شامل ہوں گے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جنگِ خندق اور اس کے بعد غزوات میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے آپ اصحابِ صفہ میں سے ہیں اور ان اصحاب میں سے ایک صحابی ہیں جن کے لیے جنت مشتاق ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مدائن کا حاکم بنایا اور پانچ ہزار درہم سالانہ بیت المال سے آپ کے لیے مقرر کر دیئے تھے۔ آپ یہ رقم لے کر فقیروں میں تقسیم کر دیتے تھے اور خود زنبیل بنا کر اپنا خرچ چلاتے۔ آپ کے پاس اونٹ کے بالوں کا بُنا ہوا ایک کمبل تھا۔ آپ دن بھر اسے پہنے رہتے اور رات کو اسے اوڑھ لیتے تھے۔ آپ سارا سال جہاد کرتے اور بکریوں کے بالوں کو صاف کر کے اس کی رسیاں بُنتے اور ان کی کھالوں کے تھیلے بناتے۔ اگر جنگ میں کسی کو رسی یا تھیلے کی ضرورت ہوتی تو اسے دے دیتے تھے۔

کہتے ہیں کہ ایک دن آپ بازار میں جا رہے تھے۔ ایک شخص بہت سے

سیب خرید کر مزدور کو تلاش کر رہا تھا تاکہ ان کو اٹھوا کر اپنے گھر لے جائے۔ اسی اثنا میں اس نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو کمبل اوڑھے ہوئے دیکھا وہ سمجھا کہ یہ مزدور ہیں۔ آپ کو آواز دی کہ ہمارے سیب اٹھا کر ہمارے گھر تک پہنچا دو حضرت سلمان نے سیب اٹھا لیے اور یہ نہ بتایا کہ میں (مدائن کا) امیر ہوں۔ تھوڑی دور چلنے پاتے تھے کہ کوئی آدمی راستہ میں مل گیا۔ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ امیر کو اچھا رکھے! کیا وجہ ہے آپ نے سیب کی گٹھڑی اپنی پشت پر اٹھا رکھی ہے۔ اس وقت وہ شخص سمجھا کہ آپ سلمان فارسی ہیں۔ وہ اچانک آپ کے قدموں پر گر پڑا اور آپ سے معافی چاہی۔ آپ نے فرمایا: تو نے مجھ کو گھر تک لے جانے کے لیے اپنے دل میں ارادہ کیا تھا۔ جب تک میں سیبوں کو تیرے گھر تک نہ لے جاؤں گا واپس نہ جاؤں گا۔

روایت ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنی کندہ کی ایک عورت سے نکاح کیا۔ اس سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ ان سے آپ کی بہت نسل چلی۔ وہاں اب تک آپ کی اولاد سے کچھ لوگ موجود ہیں۔ اور سب اہلِ علم اور صاحبِ کمال ہیں۔ آپ کے متعلق جو مشہور ہے کہ آپ مجبوب تھے اس لیے آپ نے شادی نہیں کی غلط ہے۔

آپ کے وصال کے وقت بہت سے لوگ آپ کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے تو آپ کو دیکھا کہ رانوں پر ہاتھ رکھے ہوئے شور و فریاد کر کے زار و زار رو رہے ہیں۔ انہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کیوں روتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میری گریہ و زاری موت کے خوف سے نہیں ہے اور نہ ہی دُنیا کمینی کی آرزو کی وجہ سے ہے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے عہد فرمایا تھا کہ اگر تو قیامت کے دن مجھے دیکھنا اور مجھ تک پہنچنا چاہتا ہے تو دُنیا سے دُور رہنا اور اس طرح جانا جس طرح میں جاتا ہوں۔ اب میں دُنیا سے کوچ کر رہا ہوں۔ اس وقت میرے پاس بہت سا مال و اسباب موجود ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں میں آپ کے جمالِ جہاں آرا سے محروم رہوں۔ حالانکہ اس وقت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے گھر سوائے ایک نقارہ، ایک لوٹا، ایک پالان، ایک پوستین اور ایک

کمبل (جو آپ پہنے ہوئے تھے) کے کوئی چیز نہ تھی۔

ایک روایت ہے کہ آپ کی کم از کم عمر شریف دو سو پچاس (۲۵۰) سال ہوئی۔ اور بعض نے زیادہ سے زیادہ تین سو پچاس (۳۵۰) سال لکھی ہے۔ بہر حال ۳۶ھ میں مدائن میں آپ نے رحلت فرمائی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک رات میں مدینہ سے مدائن تشریف لے گئے اور آپ کو غسل دے کر اسی رات مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔

امام قاسم بن محمدؒ بن ابی بکر رضی اللہ عنہم

نسبتِ باطنی علم باطن میں آپ کی نسبت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ، سے ہے آپ نے اپنے جدِ بزرگوار کی نعمت بطور مُریدی اور ہدایت آپ ہی سے حاصل فرمائی۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بھی آپ کو صحبت رہی ہے۔اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی نسبت بھی آپ نے حاصل فرمائی۔

علمی مقام آپ کبار تابعین میں سے تھے اور مکہ کے مشہور سات فقہا میں شمار کئے جاتے ہیں۔آپ امام زمانہ اور یکتائے عصر تھے۔آپنے صحابہؓ کی ایک جماعت سے ملاقات کی ہے۔اور اُن سے روایت کی ہے اور بہت سے تابعین نے آپ سے روایت کی ہے۔یحییٰ بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ہم نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جس کو قاسم بن محمدؒ پر فضیلت دے سکیں۔مالک بن انس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ قاسم اس اُمت کے سات فقہا میں سے تھے۔محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہما روایت کرتے ہیں کہ کسی شخص نے قاسم رضی اللہ عنہٗ سے پوچھا کہ آپ زیادہ عالم ہیں یا سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطابؓ۔آپ نے فرمایا سالم مبارک مرد ہیں آپ کا ارادہ تھا کہ سالم کو سب سے بڑا عالم کہیں مگر یہ اس لئے نہ فرمایا کہ جھوٹ نہ ہو جائے۔اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ میں زیادہ عالم ہوں۔تاکہ نفس میں خودی نہ پیدا ہو۔حضرت قاسم رضی اللہ تعالےٰ عنہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہٗ کے خالہ زاد بھائی ہیں۔امام موصوف کی والدہ یزدجرد شہریار کی لڑکی تھی۔جو عجم کا آخری بادشاہ تھا آپ کے سن وفات میں اختلاف ہے۔

وفات ہمارے نزدیک معتبر روایت یہ ہے کہ ۱۰۱ ہجری میں آپ نے وفات پائی۔اور آپ کی عمر ستر یا اسّی سال ہوئی۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

نسبتِ باطنی علم باطن میں آپ کا انتساب اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہم سے ہے نیز دوسری نسبت اپنے والدِ ماجد امام محمد باقر سے اور ان کا انتساب اپنے والد بزرگوار امام زین العابدین سے اور ان کو اپنے والد سید الشہداء امیر المومنین امام حسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے اور ان کی نسبت اپنے والد ماجد امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے ہے۔

قول سدید۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وَلَدَنِیْ اَبُوْبَکْرٍ مَرَّتَیْنِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے میں دوبار پیدا ہوا، پہلی ولادت ظاہری کہ میرے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق ہیں۔ دوسری ولادت معنوی کہ علم باطن بھی میں نے اپنے نانا سے پایا ہے۔ آپ کی سچی گفتگو کی وجہ سے آپ کا لقب صادق تھا جس طرح کہ آپ کے جدِ مادری کا لقب صدیق (رضی اللہ عنہ) تھا اور یہ لقب اُن کو حضرت سیدِ اولادِ آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے عطا ہوا تھا جو جبریل علیہ السلام رب جلیل سے حضور اقدس کے پاس لائے تھے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ، سادات اہل بیت سے ہیں۔ آپ نے اپنے والد ماجد اور اپنے نانا قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ نافع، عطا، محمد بن منکدر اور زہری وغیرہ سے احادیث نقل کی ہیں۔ اور آپ سے آئمہ اسلام نے جیسے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ عنہ اور یحییٰ بن سعید انصاری رضی اللہ عنہ، اور ابن جریج۔ اور امام مالک اور محمد بن اسحاق اور آپ کے صاحبزادے حضرت موسیٰ بن جعفر اور سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ اور ان کے علاوہ اوروں نے بھی آپ سے روایت کی ہے۔ آپ کی امامت اور بزرگی اور سیادت پر ———— جمہور کا اتفاق ہے عمر بن المقدام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے۔ کہ جب میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو دیکھتا تھا، تو مجھے معلوم ہوتا تھا کہ آپ سلالۂ انبیاء سے ہیں۔ آپ کے اخلاقِ حسنہ اور ہمتِ ظاہری اور اشارات لسانی تفسیر قرآن مجید میں ظاہر ہیں بلکہ آپ کے اشاراتِ جمیلہ اور اسرار جلیلہ تمام علوم میں موجود ہیں۔ اور کلام کی باریکی اور معانی کی بلندی ہیں مشائخ عظام میں آپ کی بڑی شہرت ہے۔ طریقہ صوفیہ میں آپ کی کئی کتابیں ہیں کہتے ہیں کہ طبقہ مشائخ صوفیہ کا علم جو قرن اول، دوم اور سوم سے مختص ہے وہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے آپ کے

لہ مکاشفات عینیہ صہ ۱۹ ۔ شواہد النبوۃ از ملا جامی صہ ۳۲۹

بعد اُس کو حاصل ہؤا جس نے فقرا کی صحبت اختیار کی۔ آپ اپنے تمام اہل بیت ہم عصروں میں سب سے زیادہ عالم و فائق تھے اور امام موصوف صاحب زہد کامل اور بڑے متقی تھے۔ شہوت اور لذت سے پوری طرح سے بچنے والے تھے اور نہایت ہی باادب تھے۔ مدینہ منورہ میں ایک مدت تک اقامت گزیں رہے۔ اور اپنے علوم کا فیض اور فائدہ اہل ارادت کو پہنچاتے رہے پھر آپ عراق میں تشریف لائے۔ اور ایک مدت تک مقیم رہے۔ آپ نے کبھی امامت کی خواہش نہ فرمائی اور نہ کسی سے امر خلافت میں نزاع کی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جو شخص دریائے معرفت میں ڈوب جاتا ہے۔ اس کو ایک جَو برابر طمع نہیں ہوتی۔ اور جو شخص حقیقت کے زینوں پر عروج کرتا ہے وہ مجاز کے گڑھوں کی کبھی خواہش نہیں کرتا۔

نسبتِ صدیقی

ہمارے حضرت (امام ربانی مجدد الف ثانی) قدس سرہ نے لکھا ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ نسبت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو پہنچی۔ اور اندرونی راہ سے مقصود تک پہنچے۔ پھر یہی نسبت بعینہٖ حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو پہنچی۔ پھر یہ نسبت حضرت قاسم رضؓ سے امام جعفر صادق رحمۃ اللہ عنہ کو حاصل ہوئی۔ حضرت قاسمؒ امام جعفر صادقؓ کے نانا تھے چونکہ حضرت امام نے اپنے باپ دادا سے بھی نور لیا تھا۔ اور وہ سلوکِ فوقانی سے مناسبت رکھتا تھا۔ اسلئے جذب کی تحصیل کے بعد سلوک فوقانی کے ذریعہ مقصود تک پہنچے اور دونوں نسبتوں کے جامع ہو گئے پھر یہ نسبت حضرت امامؒ سے بطریق امانت سلطان العارفین کو روحانیت کے راستہ سے جو اویسی ولیوں کا طریقہ ہے پہنچی گویا اس نورِ ودیعت کو اُن کی پشت پر بطور امانت رکھا گیا تھا تاکہ اُسے اُس کے اہل کو پہنچا دیں مگر سلطان العارفین کا رُخ دوسری طرف ہے۔ اس امانت کو اُٹھانے سے پہلے اس نسبت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں سمجھا جاتا ہے اُن کے بعد یہ نسبت مذکورہ بالا طریقے پر بعینہٖ سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ سے شیخ خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی۔ اور اُن سے شیخ بوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ تک اور ان سے خواجہ یوسفؒ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ تک بطریق امانت پہنچی۔ حضرت خواجہ یوسف کے بعد یہ نسبت اُس کے اہل یعنی حضرتِ خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی جو سلسلۂ خواجگان کے سردار ہیں اس محل میں یہ نسبت جذبہ اور سلوک آفاقی کے رستہ سے (جو حضرت امامؒ کا خاصہ تھا) پھر میدانِ ظہور میں آئی۔ اور ازسرِنو اس نسبت کو تازگی پہنچی۔ آپ اس مقام سے عروج فرما کر مقامِ صدیقیت تک پہنچے۔ اور کمال و تکمیل کا درجہ بلند رکھتے تھے۔

نیز حضرت خواجہ عبد الخالق قدس سرہٗ بارہ اقطاب کے روساء میں سے تھے

اس سلسلے کے مشائخ نسبت جذبہ پر اسی وجہ سے آئیں اور خواجہ موصوف نے اس نسبت کی انتہا کو یاد داشت سے تعبیر کیا ہے۔ حضرت خواجہ عبد الخالق قدس سرہٗ کے بعد زمانہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ تک اس سلسلہ کے مشائخ جذبہ سے غیب تک راہ اندرونی اور سیر انفسی سے متوجہ ہو کر اپنی اپنی استعدادوں کے بموجب حصہ پاتے رہے۔ جب خواجہ نقشبندؒ کا زمانہ ظہور پہنچا تو حضرت خواجہ عبد الخالقؒ نے آپ کو روحانیت کے ذریعہ سے تعلیم کی اور یہی نسبت بعینہٖ جذبہ وسلوک کے اعتبار سے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ تک منتقل ہو کر درجہ کمال کو پہنچی۔ آپ کے خلفا میں سے حضرت خواجہ علاؤ الدین عطارؒ اور حضرت خواجہ محمد پارسا قدس اللہ اسرارہم اس نسبت کو حاصل کر کے آپ کی تربیت سے مشرف ہوئے۔ [1]

عارف قدسیہ۔ حضرت امام نے فرمایا ہے کہ مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ عَرَضَ عَنْ مَاسِوَاہُ عارف غیر سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔

اور اسباب کو منقطع کر دیتا ہے۔ کیونکہ اس کی خدا سے معرفت اوروں سے عین نکرت ہے۔ عارف ماسواء حق سے چھوٹا ہوا اور حق سے ملا ہوا رہتا ہے۔ عارف کے باطن میں غیر حق کی مطلقاً وقعت باقی نہیں رہتی جو عارف کو اپنی طرف متوجہ کر سکے۔

نصیحت قدسیہ۔ نقل کرتے ہیں کہ داؤد طائی قدس سرہٗ حضرت امام کی خدمت میں آئے اور عرض کی کہ اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے مجھ کو کچھ نصیحت فرمائیے کہ میرا دل سیاہ ہو گیا ہے آپ نے فرمایا کہ اے ابو سلیمانؒ [2] تو خود اپنے زمانہ کا عابد اور زاہد ہے تجھ کو میری نصیحت کی کیا حاجت۔ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اے خلاصۂ اولادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی بزرگی تمام عالم کے نزدیک مسلّم ہے اور سب کو آپ کا نصیحت کرنا لازم۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابو سلیمان میں اس بات سے بہت ڈرتا ہوں کہ میرے نانا حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میری جواب طلبی کریں کہ کیوں تو میری پیروی بجا نہیں لایا۔ کیونکہ یہ کام نسب کی شرافت اور اعلیٰ خاندانی پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ درگاہ حق تعالےٰ میں عمل کی پسندیدگی معتبر ہے حضرت داؤد زار زار رونے اور فریاد کر کے کہنے لگے۔ کہ اے خدا جس کی طینت کا خمیر انوار نبوت سے ہے اور جس کی طبیعت کی ترکیب آثار رسالت سے ہوئی ہے۔ اور جن کے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ماں بتول رضی اللہ

---

[1] مکاشفات عینیہ صہ ۱۹ مطبوعہ کراچی [2] کشف المحجوب [3] حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ہے

عنہا ہیں وہ خود اس میں حیران ہیں تو داؤد کس شمار میں ہے۔ جو اپنے حال کو اچھا سمجھے [۱]

توبہ اور عبادت

قدس سرہ۔ آپ نے فرمایا ہے کہ لَا تَصِحُّ الْعِبَادَۃُ اِلَّا بِالتَّوْبَۃِ فَقَدِمَ التَّوْبَۃَ عَلَی الْعِبَادَۃِ عبادت بغیر توبہ کے درست نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم کیا ہے کہ ارشاد فرمایا اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ توبہ مقامات کی ابتدا ہے اور عبودیت درجات کی انتہا ہے۔ [۲]

معاہدۂ شفاعت

قدس سرہ۔ آپ کے بارہ میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک بار آپ اپنے غلاموں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور اُن کو کہہ رہے تھے کہ آؤ ہم سب آپس میں بیعت کریں۔ اور اس بات کا معاہدہ کریں کہ جو شخص ہم میں سے قیامت میں نجات پا جائے وہ سب کی شفاعت کرے۔ اُنہوں نے کہا کہ اے ابن رسول اللہ آپ کو ہماری شفاعت کی کیا حاجت۔ آپ کے جدِ امجد تمام مخلوقات کے شفاعت کرنیوالے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے اعمال و حالات کی وجہ سے شرم کرتا ہوں کہ قیامت کے دن اپنے جد امجد کا چہرہ مبارک دیکھوں۔ [۳]

وصیّت

قدس سرہ۔ سفیان ثوری قدس سرہٗ نے آپ سے وصیت کی درخواست کی آپ نے فرمایا کہ اے سفیان دروغ گو آدمی میں مروت نہیں ہوتی۔ اور حاسد کو راحت میسر نہیں ہوتی۔ اور بدخلق کو بزرگی حاصل نہیں ہوتی۔ اور بادشاہوں میں اخوت نہیں ہوتی۔ سفیان نے کہا کچھ اور ارشاد فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ اے سفیان خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں سے محترز ہو تاکہ عابد بن سکو۔ اور خدا نے جو قسمت میں رکھا ہے اس پر راضی ہو تاکہ مسلمان بن سکو۔ بدکار آدمی سے صحبت مت رکھو۔ ورنہ بدکاری تم پر غالب آ جائے گی۔ اور اپنے کاموں میں اُن لوگوں سے مشورہ کرو۔ جو اللہ تعالیٰ کی اچھی طرح فرمانبرداری کرتے ہیں۔ سفیانؒ نے کہا کچھ اور ارشاد فرمایئے۔ آپ نے فرمایا اے سفیان! جو شخص خاندان اور قبیلہ کے وسیلہ کے بغیر عزت کا خواہاں اور بغیر دبدبہ بٹھائے رعب کا طالب ہو تو وہ نافرمانی کی ذلتوں سے نکل کر اطاعت کی عزتوں کی طرف آ رہا ہے۔ سفیانؒ نے کہا کچھ اور فرمایئے آپ نے کہا کہ اے سفیان! جو شخص بُرے ساتھی کی صحبت رکھتا ہے وہ سلامت نہیں رہتا اور جو شخص بُرے راستہ پر چلتا ہے وہ بدنام ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص اپنی زبان کی حفاظت نہیں کرتا وہ پشیمانی اٹھاتا ہے۔

---

[۱] [۲] کشف المحجوب، تذکرۃ الاولیاء ۱۲ [۳] ایضاً ۱۲

مراقبہ اور محبت قدسیہ۔ ایسی معرفت جس سے حق سبحانہٗ کے ساتھ مراقبہ کی ہمیشگی ملی ہوئی نہ ہو وہ جہالت ہے اور وہ محبت جس سے موافقت کی ہمیشگی ملی ہوئی نہ ہو دھوکا اور استدراج ہے۔

قدسیہ۔ جو شخص حق سبحانہٗ تعالےٰ کے ساتھ محبت رکھتا ہے مخلوق سے تنہائی اختیار کرتا ہے اور جو شخص غیرِ حق کے ساتھ دوستی کا متلاشی ہوتا ہے وسوسے اس کی بربادی کے لیے کوشش کرتے ہیں۔

قدسیہ۔ بہت سی نافرمانیاں ایسی ہیں جو بندہ کو خدا سے قریب کرتی ہیں اور بہت سی طاعتیں ایسی ہیں جو بندہ کو خدا سے دُور کر دیتی ہیں کیونکہ اطاعت کرنیوالا خود پسند نافرمان ہے اور نادم گنہگار طاعت گذار ہے[1]۔

غم کا علاج

قدسیہ۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کسی کو کوئی تکلیف پہنچے اور اُس کو غمگین کر دے تو پانچ بار رَبَّنَا رَبَّنَا کہنا چاہیئے۔ حق سُبحانہٗ تعالیٰ اس کو اُس غم سے نجات دیگا۔ اور جو کچھ وہ مانگے اُس کو ملیگا۔ پھر آپ نے ان آیات کو پڑھا۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ تک یہ لوگ ہمیشہ رَبَّنَا رَبَّنَا کہتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی دعا قبول ہو گئی۔

قدسیہ۔ ایک روز امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور آپ کے دائیں بائیں بہت سے درویش بیٹھے ہوئے تھے اس اثنا میں بعض اغنیاء حاضر ہوئے۔ آپ نے اُن کو اپنے سامنے بٹھایا۔ اس پر بعض لوگوں نے آپ پر اعتراض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ حق کی طرف لیجانے والے ہیں۔ اگر رعیت اپنے بادشاہ کے سامنے بیٹھے تو کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔

عاقل کون؟

قدسیہ۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہٗ نے پوچھا کہ عاقل کون ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ شخص عاقل ہے جو بھلائی اور برائی میں تمیز کرے آپ نے فرمایا کہ مارنے والے اور چارہ دینے والے کی چوپائے بھی پہچان رکھتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ نے امام جعفر صادق سے دریافت کیا کہ آپ کے نزدیک عقلمند کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جو تمیز کر سکے دو بھلائیوں اور دو برائیوں میں۔ تاکہ دو بھلائیوں میں سے بہتر بھلائی اختیار کر سکے۔ اور دو برائیوں میں سے بدتر برائی سے بچ سکے[2]۔

---

[1] تذکرۃ الاولیاء، باب اوّل۔ [2] ایضاً

دیدارِ الٰہی

کرامت: ایک شخص آپ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ مجھے اللہ تعالےٰ کا دیدار کرا دیجئے آپ نے فرمایا کہ تو نے نہیں سُنا کہ موسیٰ علیہ السّلام کو لَنۡ تَرَانِیۡ (تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا) کہا گیا تھا۔ اُس نے کہا کہ یہ ملتِ محمّدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ایک فریاد کرتا ہے کہ رَاٰیْ قَلْبِیْ رَبِّیْ (میرے دل نے خدا کو دیکھا) اور دوسرا شخص نعرہ لگاتا ہے کہ لَمْ اَعْبُدْ رَبًّا لَمْ اَرَہٗ (میں ایسے رب کی عبادت نہیں کرتا جس کو میں نے دیکھا نہیں) امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس شخص کو باندھ کر دریائے دجلہ میں ڈال دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ پانی اس کو نیچے لے گیا اور پھر اوپر لے آیا۔ اس نے فریاد کی۔ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وسلم اَلْغِیَاث اَلْغِیَاث ! اے فرزند رسول خدا فریاد ہے فریاد) آپ نے فرمایا: اے پانی اسے پھر نیچے لے جا۔ پانی اسکو نیچے لے گیا۔ اور دوبارہ اسے اوپر لے آیا۔ اس شخص نے پھر پکارا۔ یَا ابْنَ رسول اللہ صلی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وسلم اَلْغِیَاث اَلْغِیَاث ! (اے رسول اللہ کے فرزند! فریاد ہے فریاد) ایسے ہی چند بار آپ نے پانی کو حکم دیا کہ اسے نیچے اوپر کرتا رہ۔ پانی اسے نیچے لے جاتا اور اوپر اچھالتا۔ وہ ہر بار امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پناہ ڈھونڈتا، جب اسکی اُمید مخلوق سے منقطع ہو گئی تو اس وقت پھر پانی اسکو نیچے لے گیا اس نے فریاد کی اِلٰہِیْ اَلْغِیَاث اَلْغِیَاث (یا الٰہی! فریاد ہے فریاد) امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب اسکو نکال لو۔ چنانچہ اسکو نکال لیا گیا۔ تھوڑی دیر اسکو چھوڑ دیا تاکہ اسے سکون آجائے، پھر آپ نے اس سے فرمایا کہ کیا تو نے اللہ تعالےٰ کو دیکھا؟ اس نے عرض کیا کہ جب تک میں غیر کی طرف متوجہ رہا اس وقت مجھ میں اور خدا میں حجاب تھا مگر جب میں بالکل اپنے معبود کی طرف ملتجی ہوا تو اُس وقت میرے دل میں ایک سوراخ کھلا میں نے اس سوراخ کو دیکھا تو حق سبحانہٗ کا دیدار مجھے حاصل ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک اضطرار نہ ہو یہ بات حاصل نہیں ہوتی۔ اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاہُ خدا تعالےٰ مضطر کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اس کو پکارتا ہے جب تک تو صادق کو پکارتا رہا کاذب تھا اب اس سوراخ کو محفوظ رکھ تاکہ مطلوب کو تو وہاں سے دیکھتا رہے[۱]

---

[۱] تذکرۃ الاولیاء، باب اوّل۔

آپ نے فرمایا جو شخص یہ کہے کہ اللہ تعالےٰ کسی چیز پر ہے یا کسی چیز سے ہے وہ کافر ہے۔[۱]

کرامت ایک بزرگ نے کہا کہ ایک روز امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ساتھ میں مکہ شریف کو گیا ناگاہ ایک عورت کے پاس گذرے جس کے سامنے ایک گائے مُردہ پڑی ہوئی تھی۔ اور وہ عورت اپنے بچوں کیساتھ بیٹھی رو رہی تھی۔ امامؒ نے اس سے حقیقت حال دریافت فرمائی۔ عورت نے کہا کہ میں اور میرے لڑکے اس گائے کا دودھ پی کر زندگی بسر کرتے تھے۔ اب اس گائے کے مرجانے کی وجہ سے ہم اپنے بارہ میں بہت حیران ہیں۔ امام نے فرمایا کہ تو کیا چاہتی ہے کہ اللہ تعالےٰ تیری گائے کو زندہ کر دے۔ اُس نے کہا کہ آپ میرے ساتھ ایسی مصیبت کے وقت مذاق کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ مذاق نہیں ہے پھر آپ نے دعا فرمائی۔ اور اپنے پاؤں کو اس مردہ گائے پر مارا اور آواز دی۔ گائے اُٹھ کر کھڑی ہو گئی اور تندرست ہو گئی حضرت امام لوگوں میں چلے گئے تاکہ کوئی آپ کو پہچان نہ سکے۔[۲]

وفات امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ولادت مدینہ سکینہ میں ۸۰ھ ہجری میں ہوئی اور مدینہ ہی میں اڑسٹھ سال کی عمر میں شوال کے مہینہ میں ۱۴۸ھ ہجری میں اس عالم سے رحلت فرمائی۔[۳][۴]

---

[۱] تذکرۃ الاولیاء میں بھی امام موصوف کا یہ ارشاد اتنا ہی درج ہے۔ لیکن رسالہ قشیریہ کی فصل ۱ میں مفصل ہے۔ ملاحظہ ہو:

جو شخص یہ کہے کہ اللہ تعالےٰ کسی چیز کے اندر ہے یا کسی چیز میں سے ہے یا کسی چیز کے اوپر ہے تو پھر وہ چیز اللہ تعالیٰ کی حامل ہوئی اور اللہ تعالیٰ محمول ٹھہرے۔ اگر کسی چیز کے اندر ہے تو خدا تعالیٰ محصور ہوا۔ اور اگر کسی چیز میں سے ہے تو مُحدث ٹھہرا یعنی پہلے موجود نہ تھا اور اب وجود میں آیا۔ (یہ سب شرک کے مستوجب ہیں) ۱۲

[۲] شواہد النبوۃ : ۳۰۳ [۳] اکمال فی اسماء الرجال : ۵۔ [۴] شواہد النبوۃ : ۳۲۷۔

حضرت شیخ بایزید بسطامی قدس سرہ السامی

نسبتِ باطنی علم باطن میں آپ کا انتساب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ہے آپکی تربیت بھی اسی امام عالیشان کی رُوحانیت سے تمام ہوئی۔ کیونکہ شیخ کی ولادت امام کی وفات کے بعد[1] ہوئی آپ امام کے اویسی فیض یافتہ ہیں۔ تذکرۃ الاولیا میں ہے کہ آپ نے ایک سو تیرہ[۱۱۳] پیر کی خدمت کی اور سب پیروں سے برکتیں حاصل کیں منجملہ ان کے ایک امام جعفر صادق ہیں نقل ہے کہ آپ ایک روز امام کی خدمت میں حاضر تھے۔ امام نے فرمایا کہ اے بایزید اس کتاب کو طاق سے اُتار لا۔ بایزید نے کہا کہ طاق کہاں ہے۔ امام نے فرمایا کہ تم اتنی مدت سے یہاں ہو ابھی تک تم نے طاق بھی نہیں دیکھا آپ نے کہا کہ مجھ کو طاق سے کیا کام جو سر اوپر اُٹھاؤں۔ میں سیر و نظارہ کیلئے آپ کے پاس نہیں آیا۔ امام نے فرمایا کہ جب ایسا ہے تو اب تم بسطام کو چلے جاؤ تمہارا کام پورا ہو گیا[2]۔

نام اور کمالات آپ کا نام طیفور بن عیسٰی بن آدم بن سروشان ہے۔ آپ کے دادا آتش پرست تھے بعد کو مسلمان ہو گئے۔ آپ احمد خضرویہ اور ابی حفص اور یحیٰی بن معاذ کے ہمعصروں میں ہیں اور شقیق بلخی سے ملاقات کی ہے۔ آپ اپنے وقت کے سب سے بڑے شیخ سب ولیوں سے اعظم سلطان العارفین، برہان الصدیقین، حجتِ خدا، خلیفۂ برحق، قطب عالم اور اوتاد کے رئیس تھے آپ کی ریاضتیں مجاہدے اور مقامات و کرامات بہت ہیں اور آپ کے ارشادات اور کمالات پوشیدہ نہیں ہیں۔ روایت اور حدیث میں سند عالی رکھتے تھے۔ طریقت کے معانی کے اخذ کرنے میں لوگوں کے تعریف کرنے سے آپ مستغنی ہیں[3]۔

---

[1] بعض کتب میں لقائے صوری اس طرح مذکور ہے۔ عن الامام علی الرضا عن الامام موسیٰ الکاظم عن الامام جعفر الصادق "اس طرح آپ حضرت معروف کرخی کے پیر بھائی ہیں۔ (حضرت مجدد الف ثانی: ۹۹)

[2] یہ واقعہ حضرت امام جعفر صادق قدس سرہ کے مزار پر حاضری کے زمانہ میں بطورِ کشف پیش آیا ہوگا۔ کیونکہ اوپر مصنف نے خود تصریح کر دی ہے کہ شیخ کی ولادت امام کی وفات کے بعد ہوئی واللہ اعلم۔ [3] نفحات الانس ۴۲،۴۳۔ رسالہ قشیریہ: ۱۳ طبقات الصوفیہ: ۸۷ طبقات میں شیخ الاسلام فرماتے ہیں۔ بایزید از اقران احمد خضرویہ است و باحفص و یحییٰ معاذ و شقیق بلخی دیدہ بودم باقی ص ۹۸ پہ)

سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ بایزید ہماری جماعت میں ایسے ہیں جیسے جبریل فرشتوں میں۔ نیز سید الطائفہ فرماتے ہیں کہ میدان توحید میں چلنے والوں کی انتہا، اس خراسانی (بایزید) کی ابتدا، ہے اور مردانِ خدا جب آپ کے ابتدائی قدم پر پہنچتے ہیں تو وہ اُنکی انتہا ہے۔ اس لئے وہ اُس مقام پر اتر جاتے ہیں۔ اور وہیں رہ جاتے ہیں۔ اس کلام کی دلیل وہی ہے۔ جو بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ دو سو سال باغ میں گندرینگے تو ہماری طرح کا ایک پھول کھلے گا۔ شیخ ابو سعید ابوالخیر قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اٹھارہ ہزار عالم بایزیدؒ سے بھرے ہوئے دیکھتا ہوں۔ مگر بایزید ہم میں نہیں ہیں یعنی بایزید بالکل حق میں محو ہے۔

تلاشِ حق لڑکپن ہی میں خدا کی تلاش کی خواہش اُن کے دل میں پیدا ہوگئی۔ آپ اُستاد کے پاس قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ جب سورۂ لقمان پر پہنچے تو یہ آیت پڑھی۔

اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ شکر کر میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

آپ کے دل پر اس کا گہرا اثر ہوا۔ لہٰذا آپ نے تختی کو رکھ دیا اور اُستاد سے اجازت لیکر گھر آئے اور اپنی والدہ ماجدہ سے کہا کہ مَیں اس آیت تک پہنچا ہوں جس میں اللہ تعالٰے ارشاد فرماتا ہے کہ میرا شکر کرو اور اپنے ماں باپ کا۔ مَیں دو گھروں کا حقِ خدمت ادا نہیں کرسکتا۔ اس آیت کی وجہ سے مَیں بہت پریشان ہوں۔ یا تو آپ مجھے خدا تعالٰے سے مانگ لیجئے کہ بالکل آپ ہی کا ہو رہوں یا خدا تعالٰے ہی کو بخشدیجئے کہ اسی کا ہو جاؤں۔ آپ کی والدہ نے کہا کہ میں نے تجھے راہ خدا کیلئے چھوڑ دیا۔ اور اپنا حق معاف کر دیا۔ پس آپ بسطام سے باہر نکلے اور تیس سال تک شام کے جنگلوں میں پھرتے رہے۔ ریاضت اور مجاہدے کرتے تھے اور ہمیشہ بھوکے رہتے تھے۔ جب آپ نماز پڑھتے ہیبتِ حق اور تعظیم شریعت کے سبب سے آپ کے سینہ کی ہڈیوں سے چرچراہٹ کی آواز نکلتی کہ لوگ سُن لیتے۔

شریعت اور طریقت قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک مرتبہ لوگوں نے ذکر کیا کہ فلاں مقام پر ایک پیر مرد ہیں۔ مَیں اُن کے دیکھنے کے لئے گیا۔ جب قریب پہنچا تو

بقیہ صفحہ نمبر ۹۷:۔ (بایزید بسطامی احمد خضرویہ کے ہم عصروں میں سے ہیں اور ابو حفص، یحییٰ معاذ اور شقیق بلخی کو دیکھا تھا) یہی بات زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے ۱۲ ؎۱ تذکرۃ الاولیاء: ۱۵۸، کشف المحجوب: ۱۷۰، ؎۲ تذکرۃ الاولیاء: ۱۵۸

؎۳ تذکرۃ الاولیاء: ۱۵۹، ؎۴ طبقات الصوفیہ: ۹۰۱ - نفحات الانس: ۶۵ -

انہوں نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا۔ مَیں اُسی وقت واپس ہُوا۔ اور مَیں نے دل میں کہا کہ اگر اس پیر کا طریقت میں کچھ بھی مرتبہ ہوتا تو روشِ شریعت کے خلاف ہرگز عمل نہ کرتا[1]۔

قدسیہ۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ میرے گھر سے مسجد چالیس قدم پر ہے مسجد کی تعظیم کی وجہ سے مَیں نے کبھی رستہ میں نہیں تھوکا[2]۔

سفرِ حج وزیارت کہتے ہیں کہ آپ نے مکّہ معظّمہ کا سفر کیا اور بارہ سال میں وہاں جا کر پہنچے آپ چند قدم پر جا نماز بچھاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے۔

الہام۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کا گھر کچھ دنیا کے بادشاہوں کا دربار نہیں ہے کہ ایک دفعہ میں وہاں پہنچ جائیں۔ آپ اُس سال حج کو گئے۔ اور مدینہ منوّرہ نہیں گئے اور واپس چلے آئے۔ کہ سفر مدینہ منورہ کو سفر کعبہ مکرّمہ کے تابع بنانا ادب کے خلاف تھا۔ دوسرے سال آپ نے زیارت روضہ منوّرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی نیت سے سفر شروع کیا۔ آپ ایک شہر میں داخل ہوئے۔ مخلوق کا ایک انبوہ آپ کے پیچھے آرہا تھا جب آپ شہر سے باہر نکل آئے تو اُس مجمع کو اپنے ساتھ دیکھ کر اُن سے آپ نے پوچھا۔ اُنہوں نے کہا کہ آپ کے ساتھ ہی رہینگے۔ پس آپ نے چاہا کہ اُن کی محبّت کو اپنے سے دور کریں۔ اور اپنی تکلیف رفع کریں۔ آپ صبح کی نماز سے فارغ ہوئے۔ آپ نے اُن کی طرف دیکھ کر یہ آیت پڑھی۔ اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ (سورہ طٰہٰ رکوع ۱ پ ۱۶) بے شک میں ہی خدا ہوں اور میرے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے پس میری عبادت کرو۔" لوگوں نے کہا کہ یہ دیوانے آدمی ہیں آپ کو چھوڑ کر چلے گئے[3]۔ دیکھئے آپ نے آیت قرآنی تلاوت کی تھی۔ مگر اُن لوگوں نے سمجھا کہ آپ خود کو خدا کہہ رہے ہیں۔

قدسیہ۔ کامل ذوالنون مصری قدس سرہٗ نے ایک شخص کی زبانی آپ سے کہلا بھیجا۔ کہ آپ تمام رات جنگل میں سوتے رہتے ہیں اور راحت میں مشغول ہیں۔ حالانکہ قافلہ گذر گیا۔ کہ آپ

---

[1] تذکرۃ الاولیاء: ۱۹۰۔ رسالہ قشیریہ: ۴۲ میں یہ حکایت باسند یوں ہے کہ: ایک صاحب کو فرمایا: آؤ چل کر اس شخص کو دیکھیں جس نے اپنے آپکو ولی مشہور کر رکھا ہے اور یہ شخص اپنے زہد کی وجہ سے لوگوں میں مشہور تھا۔ اور دور دراز سے لوگ اس کے پاس آتے تھے۔ جب ہم اسکے پاس گئے تو وہ گھر سے نکلا اور مسجد میں داخل ہوا اور قبلہ کی طرف تھوک پھینکا (یہ دیکھ کر) بایزید رحؒ واپس چلے آئے اور اسے سلام بھی نہ کیا اور فرمایا یہ شخص تو آداب نبوی میں سے ایک ادب کا بھی امین نہیں۔ ولایت جس کا یہ دعویدار ہے۔ کیسے امین ہو سکتا ہے۔ [2] تذکرۃ الاولیاء: ۱۹۰ [3] تذکرۃ الاولیاء: ۲۰۰

نے فرمایا کہ مردِ کامل وہ ہے کہ تمام رات سوئے اور صبح کو اُٹھے اور قافلہ کے پہنچنے سے پہلے منزل میں پہنچ جائے۔ ذوالنونؒ نے جب یہ حال سنا تو فرمایا کہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے لئے مبارک باد ہو کہ اس کا حال اس مرتبہ تک پہنچ گیا۔[1]

قدسیہ آپ نے ایک آدمی کو مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ اگر تو سمجھ بیٹھا ہے کہ نماز اللہ تک پہنچانے والی ہے تو تو نے غلط سمجھا کیونکہ یہ سراسر غرور ہے۔ کیونکہ نماز تو خدا تک پہنچنے کا ذریعہ ہے اگر تو نماز صحیح ادا نہ کرے گا تو کافر ہو گا۔ لیکن اگر ذرہ برابر بھی اپنے آپ کو اعتماد کی نگاہ سے دیکھے گا تو مشرک ہو جائے گا۔[2]

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں جن کے لیئے ہماری ملاقات کا پھل لعنت ہے اور بعضوں کیلئے رحمت ہے۔ لوگوں نے پوچھا کیسے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک شخص آتا ہے اور اُس وقت ہم پر ایک حالت ہوتی ہے کہ اس حالت میں ہم اپنے حواس میں نہیں رہتے وہ ہماری غیبت کرتا ہے اور لعنت میں پھنستا ہے۔ اور دوسرا شخص آتا ہے اور حق کو ہم پر غالب پاتا ہے۔ پس وہ ہم کو معذور خیال کرتا ہے۔ اُس کا پھل اُس کے لئے رحمت ہے۔[3]

مخلوق پر شفقت

قدسیہ۔ آپ نے فرمایا کہ چاہتا ہوں کہ قیامت کا دن آئے اور میں اپنا خیمہ دوزخ کے کنارے لگاؤں تاکہ مجھے دیکھ کر دوزخ پست ہو جائے اور میں مخلوق کے لیئے راحت کا سبب بنوں۔[4]

آسان راستہ

قدسیہ۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تبارک و تعالےٰ کو خواب میں دیکھا میں نے کہا کہ خداوندا تیری طرف آنیکا کیا راستہ ہے۔ ارشاد ہوا کہ تو اپنے نفس کو چھوڑ۔ اور آجا یعنی جہاں تو اپنی خودی سے گذرا اور ہم سے مل گیا۔[5]

---

[1] تذکرۃ الاولیاء : ۱۹۱ ۔ رسالہ قشیریہ : ۳۲۷ ۔ [2] تذکرہ الاولیاء فارسی : ۹۷ ۔ اس ارشاد میں عمل پہ بھروسہ کرنے کی کمال درجہ کی نفی ہے اور تکبر و غرور سے بچنے کی عمدہ نصیحت۔

[3] تذکرۃ الاولیاء : ۱۸۲ ۔ [4] تذکرۃ الاولیاء : ۱۸۳ ۔ [5] نفحات الانس : ۶۵ ۔ طبقات الصوفیہ : ۹۱ ۔

رسالہ قشیریہ : ۱۶۲/۶۱۳ : تذکرہ الاولیاء : ۲۰۲ ۔

آپ فرماتے ہیں کہ نماز میں سوائے کھڑے رہنے کے۔ اور روزہ میں سوائے بھوکے رہنے کے اور کچھ نہ دیکھا۔ جو کچھ مجھ کو ملا ہے وہ محض خدائے تعالےٰ کے فضل سے نہ عمل سے کہ محنت اور کسب سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا[۱]۔

اعترافِ قصور قدسیہ۔ آخر وقت آپ نے فرمایا اِلٰھِیْ مَا ذَکَرْتُکَ اِلَّا عَنْ غَفْلَۃٍ وَّ مَا خَدَمْتُکَ اِلَّا عَنْ فَتْرَۃٍ یعنی خدایا! میں نے جو کچھ تیری یاد کی غفلت سے کی، اور جو کچھ تیری عبادت کی قصور اور فتور سے خالی نہ تھی[۲]۔

الہام ایک دفعہ آپ نے ایک سُرخ سیب اُٹھایا اور فرمایا کیا لطیف ہے اُسی وقت اُن کو دل سے یہ آواز آئی کہ اے بایزید تجھے شرم نہیں آتی۔ کہ تو ہمارا نام لطیف سیب پر بول رہا ہے، چالیس دن تک اسم اعظم آپ کے دل سے محو ہو گیا۔ آپ نے قسم کھائی کہ جب تک زندہ رہونگا میوہ کا نام نہ لوں گا اور نہ بُسطام کا میوہ کھاؤنگا[۳]۔

زنار الہام۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ مجھ پر سختی غالب آئی کہ طاعتوں سے میں نا اُمید ہو گیا۔ اور کہا کہ بازار جاتا ہوں کہ ایک زنار خرید کر لاؤں اور کمر میں باندھ لوں۔ ایک زنار لٹکا ہُوا میں نے دیکھا مجھے خیال ہُوا کہ ایک درم میں مجھے مل جائیگا۔ میں نے پوچھا کہ کتنے میں بِکتا ہے۔ اُس نے کہا کہ ہزار دینار۔۔

---

[۱] تذکرۃ الاولیاء: ۱۸۵۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد سے ظاہری طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ عمل بے فائدہ ہے حالانکہ شیخ کی یہ مراد نہیں۔ تذکرۃ الاولیاء میں اس کے ساتھ ہی آپ کا دوسرا ارشاد موجود ہے جو اس شبہ کو دور کر دیتا ہے شیخ فرماتے ہیں:۔ دونوں عالم کی نعمتوں سے یہ بات بہت اچھی ہے کہ انسان سمجھے کہ کوشش اور فکر سے بغیر فضلِ الٰہی کے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ لیکن انسان کو کوشش کرنے کا حکم ہے اس لئے کوشش کرنا لازم ہے مگر کوشش کے بعد جو چیز حاصل ہو اسے اللہ کا فضل یقین کرے، اپنی کوشش کا بدلہ نہ سمجھے: حقیقت تو یہی ہے کہ کوشش کیلئے سب قوتیں اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے فضل سے عطا فرمائی ہیں۔ اُن کے حصول میں ہماری کونسی کوشش کا دخل ہے۔ ارشاد باری ہے ما اصابک من حسنۃٍ فمن اللہِ وما اصابک من سیئۃٍ فمن نفسک ط[۵] ترجمہ: ”اے سننے والے تجھے جو بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچے وہ تیری اپنی طرف سے ہے“ اس کے موافق ایک حدیث بھی ہے جس کے سننے کے بعد ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا آپ کو بھی جنت اللہ کے فضل سے ہی ملے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں مجھے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے جنت عطا ہو گی۔

[۵] سورۃ النساء آیت ۷۹

[۲] بارگاہِ خداوندی میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ کی عاجزی و انکساری دیکھئے، یہ وہ دولت ہے جس سے مقبولیت عطا ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس دولت سے مالا مال فرمائے آمین۔ [۳] نفحات: ۶۵۔ تذکرہ: ۲۰۷، طبقات: ۹۰۔

میں۔ میں سوچنے لگا۔ ہاتف نے آواز دی کہ کیا تو نہیں جانتا کہ جو زنار تیری کمر میں باندھا جائیگا۔ وہ ہزار دینار سے کم میں نہیں بِک سکتا مجھ کو خوشی ہوئی کہ اللہ تعالےٰ کی مجھ پر عنایت ہے[1]

عاجزی **الہام**۔ آپ نے کہا کہ میرے دل میں آواز دی گئی کہ اے بایزید! اگر تو ہمیں چاہتا ہے تو اطاعت معتونہ اور خدمت پسندیدہ جو تمہاری بارگاہ میں لایا ہے اس کے علاوہ وہ چیز لا جو ہمارے پاس نہیں ہے میں نے عرض کی کہ خداوندا وہ کیا چیز ہے۔ جو تیرے پاس نہ ہو۔ ارشاد ہوا کہ وہ بیچارگی، عجز و نیاز اور شکستگی ہے[2]

کرامت۔ سلطان العارفین قدس سرہ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جب میں شبہ کا لقمہ منہ میں رکھتی تو آپ پیٹ میں تڑپنے لگتے۔ اور بیقرار ہو جاتے یہاں تک کہ میں اُس لقمہ کو نکال کر پھینک دیتی۔ اس کلام کی تصدیق اس سے ہوتی ہے کہ آپ سے ایک مرتبہ پوچھا گیا۔ کہ اس راستہ میں مرد کے لئے کیا بہتر ہے: فرمایا دولتِ مادر زاد۔ کہا گیا اگر یہ نہ ہو۔ تو فرمایا کہ طاقت وَر بدن۔ کہا گیا کہ اگر یہ بھی نہ ہو تو فرمایا موت ناگہانی بہتر ہے۔

کرامت۔ ایک بار خلوت میں آپ کی زبان سے یہ لفظ نکلا تھا کہ سُبحَانِی مَا اَعْظَمَ شَانِی یعنی پاک ہوں کیا بزرگ ہے میری شان، جب آپ ہوش میں آئے تو مریدوں نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا بھی تمہارا دشمن ہے اور بایزید بھی تمہارا مخالف اگر پھر کبھی تم ایسی بات میری زبان سے سُنو تو مار کر میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔ یہ کہکر ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک چھری دے دی اتفاقاً آپ پر پھر وہی حالت طاری ہوئی۔ اور آپ نے اُسی کلمہ یا اُس کے مماثل کلمہ کا اعادہ کیا۔ آپ کے مریدوں نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا۔ مکان آپ سے بھر گیا کہ گوشہ مکان کا خالی نہ رہا آپ کے احباب دیوار سے اینٹ پتھر لیکر مار رہے تھے۔ اور چھریاں آپ کے جسم پر چلا رہے تھے۔ معلوم ایسا ہوتا تھا کہ گویا پانی پر چھری چلا رہے ہیں۔ جب وہ کیفیت ختم ہو گئی اور آپ اپنی اصلی شکل سے بھی چھوٹے معلوم ہونے لگے جیسے کہ ایک ممولا پرند ہوتا ہے اور آپ کو محراب میں بیٹھے ہوئے دیکھا مرید آپ کے پاس آ گئے۔ اور سارا واقعہ بیان کیا۔ شیخ نے فرمایا کہ بایزید یہ ہے جس کو تم اب دیکھ رہے ہو۔ اُس وقت بایزید نہ تھا[3]

کرامت۔ شقیق بلخی اور ابو تراب بخشی قدس سرہما آپ کے پاس آئے۔ کھانا جو پکا تھا۔ سامنے لایا گیا۔ ایک مرید نے آپ کے ساتھ شرکت نہ کی۔ ابو ترابؒ نے اُس سے فرمایا کہ ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ۔ اُس نے کہا میں روزہ سے ہوں۔ ابو ترابؒ نے کہا کہ ایک ماہ کا ثواب لے اور روزہ توڑ دے۔ اُس نے کہا روزہ

---

[1] صاحب تذکرہ نے اس واقعہ کو مختصراً ۱۷۲ پر درج فرمایا ہے ۱۲ [2] تذکرہ: ۱۸۵۔ [3] تذکرہ: ۱۵۹۔ [4] تذکرہ: ۱۶۵۔

نہیں توڑ سکتا۔ شقیقؒ نے فرمایا کھانا کھا اور ایک سال کا ثواب لے۔ اُس نے کہا میں روزہ نہیں چھوڑ سکتا ہوں بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو۔ وہ راندۂ درگاہِ خدا ہو گیا۔ تھوڑی دیر گذری تھی کہ اس کو چوری میں پکڑا گیا۔ اور اس کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے گئے۔ [1]

کرامت۔ ایک دفعہ آپ راستہ چل رہے تھے ایک کُتا آپ کے ساتھ ہو گیا آپ نے اپنا دامن اس سے بچایا۔ اُس نے آپ سے کہا کہ اے شیخ اگر میں خشک ہوں تب تو مجھ میں کوئی برائی نہیں ہے اور اگر بھیگا ہوا ہوں تو مجھ میں اور آپ میں تین پانیوں میں صلح یعنی تین مرتبہ دھونے سے مساوات ہو سکتی ہے۔[2] لیکن اگر آپ کا دامن خود بینی سے ملوث ہو جائے پھر اگر آپ سات دریا سے غُسل کریں تب بھی پاک نہیں ہو سکتے۔[3] شیخ نے کہا کہ تو نجاست ظاہری رکھتا ہے۔ اور میں نجاست باطنی رکھتا ہوں۔ آ تو اور میں مِلکر رہینگے کتے نے جواب دیا کہ آپ میری ہمراہی کے لائق نہیں ہیں کیونکہ میں مردودِ خلائق ہوں۔ اور آپ مقبولِ عالم۔ جو کوئی میرے پاس سے گذرتا ہے وہ اینٹ پتھر میرے پہلو پر مارتا ہے اور جو شخص آپ کے پاس سے گذرتا ہے — اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سُلْطَانَ الْعَارِفِیْنَ کہتا ہے حالانکہ میں کبھی ایک ہڈی یا ایک ٹکڑا روٹی کا کل کے لئے نہیں رکھتا۔ اور آپ کے گھر گیہوں کا مٹکا بھرا ہُوا ہے شیخ نے کہا کہ سُبحان اللہ جب میں کتے کی ہمراہی کے لائق نہیں ہوں تو خدا کی ہمراہی سے کیا نسبت۔[4]

کرامت۔ سلطان العارفین سے پوچھا گیا کہ آپ کا پیر کون ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک بُڑھیا ہے کہا گیا کس طرح سے آپ نے کہا کہ ایک روز میں توحید اور شوق کے ایسے جوشوں میں تھا کہ کسی اور چیز کی ایک بال برابر بھی گنجائش نہ تھی۔ میں بیخود ہو کر جنگل میں چلا گیا۔ ایک بڑھیا ملی جو اپنے سر پر بوجھ لئے ہوئے آ رہی تھی۔ اُس نے مجھ سے کہا کہ میرے وزن کو اُٹھاؤ۔ میں اس کے اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتی ہوں اِدھر میری یہ حالت تھی کہ میں خود کو نہیں اُٹھا سکتا تھا۔ پھر اُس کے اُٹھانے کی کہاں تاب تھی۔ میں نے ایک شیر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ آیا میں نے وہ بوجھ شیر کی پُشت پر رکھ دیا۔ اور اُس بڑھیا سے کہا کہ تو شہر میں جائے تو اس واقعہ کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ میں یہ چاہتا تھا کہ وہ مجھ کو نہ پہچانے لیکن بڑھیا نے کہا میں نے ایک ظالم اور ایک رعنا

---

[1] رسالہ قشیریہ: ۵۱۴۔ تذکرہ: ۹۷۔ [2] اس عبادت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کتا خشک ہو اور کپڑا اس کو لگ جائے تو ناپاک نہیں ہوتا اگر کتا بھیگا ہوا ہو تو جو کپڑا اسے لگے گا ناپاک ہو جائے گا۔ اسے تین بار دھویا جائے تو پاک ہو جاتا ہے [3] اوپر ظاہری ناپاکی کا ذکر تھا جسے پانی سے دور کیا جاتا ہے یہاں خود بینی کا بیان ہے جو قلبی اور باطنی ناپاکی ہے جو پانی سے بھی دور نہیں ہوتی۔ وتوبہ کے آنسوؤں اور عجز و انکساری کے صابن سے یہ ناپاکی دُور ہو سکتی ہے۔

کو دیکھا میں نے کہا کہ کس طرح۔ وہ کہنے لگی کہ اے بایزید کیا یہ شیر مکلف ہے میں نے کہا کہ نہیں ہے اس نے کہا! کہ جس کو خدا نے تکلیف نہیں دی۔ تو اس کو تکلیف دے رہا ہے۔ کہا یہ ظلم نہیں ہے میں نے کہا کہ بیشک ظلم ہے پھر اُس نے کہا کہ تو باوجود اس ظلم کے چاہتا ہے کہ شہر کے لوگ جان جائیں کہ شیر بھی تیرے مطیع ہیں۔ اور تو صاحب کرامت ہے۔ کیا یہ رعنائی نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ میں توبہ کرتا ہوں اس فعل سے۔ اس بات کا مجھ پر بہت اثر ہوا[1]۔

پندرہ شعبان ۲۶۱ھ ہجری[2] میں اور بعض کے نزدیک ۲۳۴ھ ہجری میں بعمر تہتر سال[3] آپ کی وفات ہوئی۔ اور بُسطام میں مدفون ہوئے۔ بعد وفات آپ کو لوگوں نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپکے ساتھ کیا کیا۔ آپ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ اے بڈھے تو میرے لئے کیا لایا۔ میں نے کہا کہ خداوندا جب کوئی فقیر بادشاہ کی درگاہ میں آتا ہے تو اُس سے یہ نہیں پوچھتے ہیں کہ تو کیا لایا۔ بلکہ یہ پوچھتے ہیں کہ تو کیا مانگتا ہے[4]؛

---

[1] تذکرہ: ۱۸۰ ۔ [2] پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے (نفحات۔ طبقات) [3] طبقات: ۹۴؛ نفحات: ۵۷

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ النورانی

تصوف میں آپ کا انتساب حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے اور سلوک میں آپ کی تربیت شیخ بایزید کی روحانیت سے ہوئی ہے۔ کیونکہ شیخ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت شیخ بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ہوئی۔[1]

کہتے ہیں کہ سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ہر سال ایک بار رباط دہستان زیارت کے لیے جایا کرتے تھے۔ وہاں شہداء کی قبریں تھیں۔ جب خرقان کے پاس سے گزرتے تو ٹھہر جاتے اور اس طریقہ سے سانس لیتے جیسے کسی چیز کی خوشبو سونگھتے ہیں۔ مریدوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کس چیز کو سونگھتے ہیں ہم کو یہاں کوئی چیز نہیں معلوم ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ چوروں کے اس گاؤں میں ایک مرد خدا کی خوشبو پاتا ہوں جس کا نام علی ہے اور کنیت ابوالحسن اس کے تین مرتبے مجھ سے زیادہ ہوں گے وہ اہل و عیال کا بار اٹھائے گا۔ اور کھیتی کریگا۔ اور درخت لگائے گا۔[2] وہ مجھ سے سو برس کے بعد پیدا ہوگا۔

منقول ہے کہ حضرت شیخ ابوالحسن قدس سرہٗ بارہ سال کی عمر سے عشا کی نماز جماعت سے خرقان میں پڑھ کر مزار پُرانوار سلطان العارفین پر جاکر کھڑے ہو جاتے۔ اور آپکی روح پر فتوح سے برکات و افاضات کے منتظر و مراقب رہتے اور کہتے کہ خدایا جو تو نے بایزید کو دیا ہے۔ ابوالحسن کو بھی عنایت فرما۔ پھر وہاں سے آپ ایسے وقت واپس آتے کہ خرقان میں آکر صبح کی جماعت سے پڑھ لیتے۔ نماز باجماعت عشا کے وضو سے پڑھ لیتے۔[3]

خواجہ مولانا ابن روزبہان اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ شرح وصایائے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ میں بیان کرتے ہیں کہ شیخ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ کے پیر چند واسطوں سے بایزید بسطامی ہیں۔ بعض مشائخ نے ان واسطوں کو اس طریقہ سے بیان کیا ہے۔ کہ خواجہ ابوالحسن خرقانی کا انتساب ابوالمظفر مولانا ترک طوسی سے اور ان کا انتساب خواجہ اعرابی بایزید عشقی سے اور ان کا انتساب خواجہ محمد مغربی سے اور ان کا انتساب سلطان العارفین شیخ بایزید بسطامی قدس اللہ اسرارہم سے آپ کا اصل نام علی بن جعفر ہے آپ اپنے وقت میں یکتائے زمانہ اور غوث روزگار

---

[1] نفحات الانس: ۱۷۵۔ [2] تذکرۃ الاولیاء: ۴۳۲۔ [3] ایضاً

اور قبلۂ عصر تھے۔ آپ کے زمانہ میں طالبانِ طریقت کا سفر آپ کے پاس ہوتا تھا۔ شیخ ابو العباس قصاب قدس سرہٗ کہتے ہیں کہ ہمارے بعد ہمارا بازار خرقانی سنبھالیں گے چنانچہ شیخ ابو العباس کی وفات کے بعد ایک زمانہ آپ کی طرف رجوع ہوا۔ جیسا کہ شیخ علیہ الرحمۃ نے فرمایا تھا۔[1]

مقامِ شیخ

قدسیہ۔ شیخ عطار قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ شیخ ابو الحسن اپنے زمانہ کے بادشاہ اور قطبِ اوتاد اور ابدالِ عالم اور اہلِ نظرِ طریقت کے سلطان اور کوہِ تمکین تھے علمِ معرفت میں ایک مسلم شخص تھے۔ جو کہ ہر دم دل سے باحضور اور مشاہدہ حق سبحانہٗ میں مشغول اور بدن سے ریاضت اور مجاہدہ میں مصروف صاحب اسرار و حقائق، عالی ہمت اور بزرگ مرتبت شیخ تھے بارگاہِ الٰہی میں ایسا قربِ عظیم رکھتے۔ تھے کہ اس کی صفت کچھ بیان نہیں ہو سکتی ہے۔[2]

بہتر چیز

قدسیہ۔ ایک روز آپ نے اپنے ہمنشینوں سے دریافت فرمایا کہ کونسی چیز بہتر ہے؟ اُنہوں نے عرض کیا کہ اے شیخ! آپ ہی فرمائیے! آپ نے فرمایا کہ وہ دل جس میں خدا کی یاد ہو۔

صوفی کون ہے

قدسیہ۔ آپ سے پوچھا گیا کہ صوفی کون ہے؟ فرمایا! کہ کوئی شخص گدڑی اور سجادہ کی وجہ سے صوفی نہیں ہو سکتا۔ اور نہ صوفیوں کی عادتیں اور رسوم اختیار کرلینے سے۔ صوفی وہی ہے جو نہ ہو۔ اور فانی فی اللہ ہو۔

قدسیہ۔ آپ نے فرمایا کہ آدمی اُس دن صوفی ہوگا جب دن کو اسے آفتاب کی حاجت نہ رہے اور رات کے وقت اسے چاند اور ستاروں کی ضرورت نہ ہو۔[3]

قدسیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیخ اپنی خانقاہ میں چالیس درویشوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ سات روز متواتر گذر گئے تھے کہ کھانے کی بو ابھی آپ کے پاس نہ آئی تھی۔ ایک شخص آٹے کا تھیلا۔ اور ایک بکرا لیکر آیا۔ اور خانقاہ کے دروازہ پر آواز دی درویشوں نے پوچھا کون ہے اس نے کہا کہ صوفیوں کیلئے کچھ لیکر آیا ہوں۔ شیخ نے یہ سنکر اپنے۔ ساتھیوں سے فرمایا کہ جو کوئی تم میں سے صوفی کہے جانے کے لائق ہو وہ اس کو لے میں اُس کا یارہ نہیں رکھتا ہوں۔ کہ صوفیت کا دعوے کر سکوں حاضرین سب خاموش ہو رہے یہاں تک کہ شیخ نے آٹا اور بکرا واپس فرما دیا۔[4]

---

[1] طبقات الصوفیہ: ۳۰۸۔ نفحات الانس: ۲۷۵۔ [2] تذکرۃ الاولیاء: باب ۷۷، [3] نفحات الانس: ۲۷۵
[4] تذکرۃ الاولیاء: ۳۴۵۔

قدس سرہ۔ کسی نے آپ سے پوچھا کہ اپنے آپکو انسان کس طرح سے معلوم کرے کہ وہ بیدار ہے فرمایا اس بات سے کہ جب وہ اللہ تعالےٰ کو یاد کرنے میں مصروف ہو تو سر سے قدم تک خدا کی یاد سے باخبر ہو۔

صدق قدس سرہ۔ آپ سے پوچھا گیا کہ صدق کیا ہے آپ نے فرمایا کہ صدق یہ ہے کہ دل سے بات کہے یعنی آدمی وہ بات کہے جو اُس کے دل میں ہو۔

اخلاص قدس سرہ۔ آپ سے پوچھا گیا۔ کہ اخلاص کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تم خدا کیلئے کرو اخلاص ہے۔ اور جو کچھ مخلوق کے لئے کرو وہ ریا ہے۔

بقا اور فنا آپ سے پوچھا گیا کہ بقا اور فنا کا تذکرہ کرنا کس شخص کیلئے روا ہے؟ فرمایا ایسے شخص کیلئے جسکو ایک ریشمی دھاگے آسمان میں باندھ کر اس کو لٹکا دیا جائے۔ اور ایک ایسی ہوا چلے جو درختوں اور مکانوں کو گرا دے اور پہاڑوں کو اُن کی جگہ سے اکھیڑ کر پھینک دے۔ اور دریاؤں کو مٹی سے پُر کر دے لیکن اُس شخص کو اُس کی جگہ سے نہ ہلا سکے۔

قدس سرہ۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کبھی ہرگز ایسے آدمی کے ساتھ صحبت مت رکھو۔ کہ تم اللہ اللہ کرو اور وہ دوسری باتیں کرے[۱]

باکسے صحبت مدار اے دیدہ ور ! تو خدا گوئی و او چیزے دگر !

قدس سرہ۔ آپ فرماتے ہیں غمگیں ہو کہ تمہاری آنکھوں سے آنسو بہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ گریاں اور بریاں بندوں سے محبت رکھتا ہے۔

قدس سرہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص خدا طلبی کے لئے شعر پڑھے اس سے بہتر ہے کہ قرآن پڑھے۔ اور اس سے حق تعالےٰ کی طلب نہ کرے۔

وارثِ رسول اللہ قدس سرہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وارث وہ شخص ہے جو آپ کے فعلوں کی پیروی کرے نہ وہ کہ جو لکھ کر کاغذ سیاہ کرتا ہے۔

قدس سرہ۔ شبلی قدس سرہٗ نے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ نہ چاہوں۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ بھی ایک قسم کی خواہش ہوئی۔

---

[۱] نفحات الانس: ۲۷۵۔ [۲] یہ شعر عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو کتاب حضرات القدس میں نہ تھا۔

فت سیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ چالیس سال سے اس وقت تک میری یہ حالت ہے کہ خدائے تعالیٰ میرے دل کو دیکھتا ہے اور وہ اپنے سوا کسی کو نہیں دیکھتا ہے

مَا بَقِیَ فِیَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ شَیْءٌ ! وَلَا فِیْ صَدْرِیْ لِغَیْرِ اللّٰہِ قَرَارٌ

(ترجمہ) میرے اندر خدا کی یاد کے سوا اور کچھ نہیں رہا اور میرے سینہ میں اس کے سوا قرار نہیں ہے۔

فت سیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ چالیس[1] سال گذر گئے ہیں کہ میرا نفس ایک گھونٹ ٹھنڈا پانی یا کھانا ہی مانگتا ہے مگر میں نے اُس کو نہیں دیا۔

فت سیہ۔ آپ کہتے ہیں کہ عالم اور عابد دنیا میں بہت ہیں مگر تجھ کو اس گروہ میں ہونا چاہیئے۔ کہ دن سے رات تک اس طرح گذارے کہ اللہ تعالےٰ پسند کرے اور رات سے دن کردے جس طرح سے کہ اللہ تعالےٰ پسند فرمائے۔

مردِ خدا

فت سیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہر شخص نماز بھی پڑھتا ہے اور روزہ رکھتا ہے لیکن مردِ خدا وہ ہے کہ جس پر ساٹھ سال ایسے گزر جائیں جن میں بائیں طرف کا فرشتہ یعنی بدی کا لکھنے والا فرشتہ اس کا کوئی عمل ایسا نہ لکھ سکے جو بارگاہِ ایزدی میں شرمندہ کرنے والا ہو۔

فت سیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ دنیا میں نیک نامی وہ شخص پیدا کر سکتا ہے جس کو خدائے تعالیٰ نے یہ مرتبہ دیا ہو کہ وہ قیامت میں دوزخ کے کنارے جاکر کھڑا ہو اور جس کسی کو خدا تعالےٰ دوزخ پہنچانا چاہے وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بہشت میں لے جائے۔

ہیبتِ ولی

فت سیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ فرشتے تین مقام پر اولیاء اللہ سے ہیبت کھاتے ہیں ملک الموت جان نکالنے کے وقت اور کراماً کاتبین اعمال لکھتے وقت اور منکر نکیر سوال کرنے کے وقت[2]۔

فت سیہ۔ مردانِ خدا پر خوشی اور غمی اپنا اثر نہیں کرتی۔ کیونکہ خوشی ہو یا غمی سب اسی کی طرف سے ہے۔

فت سیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ صحبت خدا کے ساتھ رکھو نہ مخلوق کے ساتھ۔ مخلوق کے ساتھ میں کوئی ثواب ہی ملجائے وہ بھی راہِ حق تعالےٰ سے دوسالہ دوری کرا دیتا ہے۔

---

[1] نفحات الانس (فارسی): ۲۷۹۔ درس قدسیہ) [2] تذکرۃ الاولیاء: ۲۵۶۔

دنیا قدس سرہ - آپ فرماتے ہیں کہ جب تک تو دنیا کا طلبگار رہے وہ تجھ پر حاکم ہے ۔ اور جب تو نے اُس سے رُوگردانی اختیار کی تو تو اُس پر غالب ہو جائیگا ۔

درویش قدس سرہ - آپ فرماتے ہیں کہ درویش وہ ہے جس کے پاس نہ دنیا ہو نہ آخرت اور نہ اُس کو اُس کی خواہش ہو ۔ کیونکہ دنیا و آخرت اس سے بہت حقیر ہے کہ اسکے ساتھ دلی نسبت رکھی جائے ۔

قدس سرہ - آپ فرماتے ہیں کہ جیسا کہ تجھ سے قبل از وقت نماز کا مطالبہ نہیں کیا جاتا ہے تو بھی قبل از وقت روزی مت مانگ ۔

قدس سرہ - آپ فرماتے ہیں کہ مردوں کا کام پاکی سے عروج پانا ہے نہ کام کی زیادتی سے[1] ۔

وارث کون قدس سرہ - آپ فرماتے ہیں کہ ہم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں حالانکہ آپ کے وارث ہم فقرا ہیں یعنی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات سے ہم متصف ہیں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے درویشی اختیار فرمائی تھی ۔ ہم نے بھی درویشی اختیار کی ہے ۔

کرامات قدس سرہ - آپ فرماتے ہیں کہ بندہ کیلئے خدائے عزوجل تک ہزار منزلیں ہیں پہلی منزل کرامات ہے ۔ اگر سالک کم ہمت ہوگا ۔ تو وہ اور مقامات تک نہ پہنچ سکے گا ۔

قدس سرہ - آپ فرماتے ہیں کہ جس دل میں ذات حق کے سوا اور کوئی چیز ہو خواہ وہ اطاعت کل کیوں نہ ہو پھر بھی وہ دل مردہ ہے ۔

دین کو خوف قدس سرہ - آپ فرماتے ہیں کہ دین کو شیطان سے کچھ خوف نہیں ہے ۔ بلکہ دو شخصوں سے ہے ایک عالم حریص دنیا اور دوسرا زاہد بے علم ۔

مہمان نوازی قدس سرہ - آپ فرماتے ہیں کہ چالیس سال سے نہ ہم نے اپنے لئے روٹی پکائی اور نہ کوئی دوسری چیز تیار کی مگر مہمانوں کیلئے اور ہم اس کھانے میں صرف طفیلی تھے ۔ تم بھی ایسے ہی رہو ۔ کہ اگر تمام جہان کا ایک لقمہ بنا کر مہمان کے منہ میں رکھو تب بھی یہ سمجھو کہ تم نے اُس کا حق ادا نہیں کیا ۔ اگر مشرق سے مغرب تک تم سفر کرو کہ خدا کے واسطے کسی مرد حق سے ملاقات ہو جائے تب بھی یہ سمجھو کہ بہت نہیں ہے[2] ۔

سب سے بہتر قدس سرہ آپ فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ روشن وہ دل ہے جس میں مخلوق نہ ہو اور سب سے بہتر وہ کام ہے جس میں مخلوق کا اندیشہ نہ ہو ۔ اور سب سے زیادہ حلال کا

---

[1] ہمارے پاس جو فارسی کا قلمی نسخہ ہے اس میں یہ قدسیہ نہیں ہے ۔ [2] تذکرۃ الاولیاء : ۳۶۹ ۔

لقمہ وہ ہے جو تمہاری محنت سے ہو۔ اور سب سے بہتر رفیق وہ ہے جس کی زندگی حق کے ساتھ بسر ہوتی ہو[1] آپ کی وفات ۲۷۵ھ ہجری میں شب عاشورا ہوئی۔ اور منگل یا ہفتہ کو عاشورا کے دن آپ دفن ہوئے۔[2]

---

[1] نفحات الانس : ۲۷۶۔ [2] نفحات الانس : ۲۷۵۔

حضرت شیخ ابو علی فارمدی طوسی قدس سرہٗ

علم تصوف میں آپ کا انتساب شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ سے ہے اور شیخ ابوالقاسم گرگانی طوسی علیہ الرحمۃ سے بھی آپ کو صحبت حاصل ہے جو قطب ربانی اور عارف سبحانی تھے۔ اُن کی وفات ۴۵۰ھ میں ہوئی۔ شیخ ابوالقاسم کا انتساب شیخ ابوالحسن خرقانیؒ سے ہے اور شیخ گرگانیؒ کو شیخ عثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ سے ارادت ہے۔ اور اُن کو ابو علی کاتبؒ سے۔ اور اُن کو ابو علی رودباری سے اور ان کو سید الطائفہ جنید بغدادی سے قدس اللہ اسرارہم اُن کے بعد یہ سلسلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے ملجاتا ہے۔ نیز شیخ ابو علی فارمدی کو شیخ ابوسعید ابوالخیر سے بھی صحبت رہی ہے اور اُن سے رہی ہے۔ اور ان سے فوائد کثیرہ حاصل کئے ہیں اور ان سے خرقہ بھی پایا ہے۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر کی وفات ۴۴۰ھ ہجری میں ہوئی اور آپ کی عمر پوری ہزار ماہ تھی۔

کہتے ہیں کہ چالیس آدمی ولی اللہ ہوئے ہیں جو شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ سے ارادت رکھتے تھے ان میں سے ایک شیخ الاسلام احمد جام اور دوسرے شیخ ابو علی فارمدی رحمہما اللہ بھی ہیں اور دونوں مشہور معروف بزرگ ہیں۔

خطراتِ قلب طائفہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ خواجہ ابو علی کو خطرات قلب سے واقفیت دی گئی تھی۔ مگر اُس کے اظہار کی اجازت نہ تھی۔ اور شیخ احمد جام رحمۃ اللہ علیہ کو خواطر سے آگاہی دیگئی تھی۔ اور وہ اُس کے اظہار کے لئے مامور تھے۔ شیخ ابو علی فارمدی کا اصلی نام فضل اللہ بن محمدؒ ہے۔ آپ خراسان کے شیخ الشیوخ تھے۔ اور آپ اپنے وقت میں اس طریق خاص میں یکتا تھے۔ اور آپ وعظ و پند میں امام ابوالقاسم قشیری کے شاگرد تھے۔ جو صاحب رسالہ اور صاحب تفسیر ہیں اور اپنے زمانہ کے عالم اور امام وقت تھے ۴۶۵ھ ہجری میں انہوں نے وفات پائی۔[1]

زیارتِ ولی قدس سرہ۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ میں ابتدائے جوانی میں طلب علم کے لئے نیشاپور گیا میں نے سُنا کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر میہنہ سے آئے ہیں اور مجلس میں ارشاد فرماتے ہیں میں بھی آپکی خدمت میں گیا کہ زیارت کروں۔ جب میری نگاہ آپکے جمال پر پڑی میں آپ کا شیدا ہو گیا اور گروہ صوفیہ کی محبت میرے دل میں بیٹھ گئی۔ میں ایک روز مدرسہ میں اپنے حجرہ میں بیٹھا ہوا تھا

---

[1] یہاں سے آخر تک سارا مضمون نفحات سے لیا گیا ہے ۱۲۔

کی دیدار کی تمنا میرے دل میں پیدا ہوئی۔ اور وہ شیخ کے باہر آنے کا وقت نہ تھا۔ میں نے صبر کرنا چاہا مگر ہو نہ سکا۔ میں اُٹھا اور باہر آیا۔ اور چوراہے پر پہنچا۔ تو شیخ ایک بڑی جماعت کے ساتھ جاتے ہوئے ملے۔ میں بھی بے اختیار شیخ کے پیچھے ہو لیا وہ ایک جگہ جا کر ٹھہر گئے۔ اور میں بھی ایک کونہ میں ایسی جگہ پر بیٹھ گیا جہاں سے شیخ مجھے نہیں دیکھ سکتے تھے۔

سماع

شیخ سماع[1] میں مشغول ہوئے تو آپ کو کیف ہوا اور وجد عظیم ظاہر ہوا۔ اور کپڑے پھاڑ ڈالے جب شیخ سماع سے فارغ ہو گئے تو کپڑے اُتار ڈالے گئے اور شیخ کے سامنے اُن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔ شیخ نے ایک آستین مع دامن اس میں سے نکال کر علیحدہ رکھ لی اور آواز دی کہ اے ابو علی طوسی تو کہاں ہے۔ میں نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ اور یہ سوچا کہ شیخ اس وقت نہ مجھ کو دیکھ رہے ہیں اور نہ پہچانتے ہیں شاید آپ کے مریدوں میں سے بھی کسی کا نام ابو علی ہوگا۔ شیخ نے دوبارہ آواز دی اور میں خاموش رہا۔ شیخ نے جب تیسری بار پکارا تو لوگوں نے مجھ سے کہا کہ شیخ آپ ہی کو طلب کر رہے ہیں۔ میں اُٹھا اور شیخ کے سامنے گیا۔ شیخ نے وہ دامن اور آستین مجھے دی۔ اور کہا کہ جاؤ اسے محفوظ رکھو کہ تم ہمارے نزدیک مثل اس آستین اور دامن کے ہو۔ میں نے وہ کپڑا لے لیا اور ادب و تواضع بجا لایا اور ایک عزیز جگہ اس کو لے جا کر رکھا۔ مجھ کو شیخ کی خدمت میں بہت کچھ فائدے اور روشنیاں ظاہر ہوئیں۔ اور حالات پیدا ہوئے

امام ابوالقاسم کی خدمت میں

جب شیخ نیشاپور سے چلے گئے تو میں امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور وہ حالات اور واردات جو مجھ پر ظاہر ہوئے تھے۔ آپ سے بیان کیے۔ آپ نے فرمایا کہ اے لڑکے جا تحصیل علم میں مشغول ہو۔ میں علم میں مشغول ہو گیا۔ اور یہ روشنی روزانہ بڑھتی جاتی تھی۔ میں تین سال تک تحصیل علم میں مشغول رہا۔ یہاں تک کہ ایک روز میں نے دوات سے قلم نکالا۔ تو سفید تھا۔ میں وہاں سے اٹھا اور امام ابوالقاسم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جب علم نے تجھ سے ہاتھ اُٹھا لیا۔ تو بھی اُس سے ہاتھ اُٹھا لے اور طریقت کے کام میں لگ جا۔ اور معاملہ میں مشغول ہو۔ میں مدرسہ سے اپنا سامان خانقاہ میں لے آیا۔ اور استاد امام کی

---

[1] اُس دور میں بعض مشائخ عظام جس قسم کا سماع اختیار کئے ہوئے تھے اگر اسکی صحیح تفصیل معلوم کرنا ہو تو کشف المحجوب کا باب السماع مطالعہ فرمائیے۔ آجکل کی مروجہ قوالی کا اُس سماع سے کوئی تعلق نہیں اور وہ بزرگ ایسی قوالی ہرگز نہیں سنتے تھے

خدمت میں مشغول ہوگیا۔

خدمتِ شیخ ایک روز امام حمام میں گئے۔ میں بھی ساتھ گیا۔ اور چند ڈول پانی کے حمام میں ڈالے جب امام حمام سے باہر آگئے۔ تو آپ نے نماز پڑھی اور فرمایا کہ یہ کون شخص تھا جس نے حمام میں پانی ڈالا تھا۔ میں اس خوف سے کچھ نہ بولا کہ کہیں آپ کی مرضی کے خلاف نہ ہوا ہو۔ پھر آپ نے دوسری بار دریافت فرمایا۔ تب بھی میں نے کچھ جواب نہ دیا۔ پھر آپ نے تیسری بار فرمایا تو میں نے عرض کیا کہ خادم تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابو علی جو کچھ ابوالقاسم قشیری نے ستر سال میں پایا تھا تو نے پانی کے ایک ڈول میں پا لیا پس میں ایک مدت تک امام کے پاس ریاضت اور مجاہدہ میں مصروف رہا۔

ایک روز مجھ پر ایک حالت طاری ہوئی۔ میں اس میں گم ہوگیا۔ اور آپ سے کیفیت عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ ابو علی میرا سلوک اس مقام سے زیادہ نہیں۔ آگے کا حال میں نہیں جانتا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ مجھ کو ایسا پیر چاہیئے جو اس مقام سے بھی اوپر لیجائے وہ حالت مجھ پر بڑھتی گئی۔ اور کمال کو پہنچتی گئی چونکہ میں شیخ ابوالقاسم گرگانی کا نام پہلے سن چکا تھا۔ طوس کی طرف متوجہ ہوا اور آپ کی خدمت میں پہنچا۔ اور دیکھا کہ آپ اپنے مریدوں کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا کی اور شیخ کے سامنے گیا۔ شیخ اُس وقت مراقبہ میں تھے۔ آپ نے سر اوپر اُٹھا کر فرمایا کہ آؤ ابو علی کیا چاہتے ہو۔ میں سلام کرکے بیٹھ گیا۔ اور اپنے واقعات بیان کیئے۔ شیخ نے فرمایا کہ تمہاری ابتدائی حالت تم کو مبارک ہو۔ ابھی تم کسی درجہ کو نہیں پہنچے اگر تربیت پاؤ گے تو بڑے مرتبہ کو پہنچو گے۔ میں نے دل میں کہا کہ میرے یہی پیر ہیں اور میں شیخ کے پاس مقیم ہوگیا۔ آپ ایک مدت تک مجھ سے طرح طرح کے مجاہدے اور ریاضتیں، کراتے رہے۔ اس کے بعد ایک روز میری طرف متوجہ ہوئے اور مجھ سے نکاح کر لینے کیلئے ارشاد فرمایا۔ اور اپنی صاحبزادی کے ساتھ میرا عقد کر دیا۔ قبل اس کے کہ شیخ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ نکاح کر دیں۔ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر میہنہ سے آئے ہوئے تھے۔ میں بھی اُن کی خدمت میں گیا تھا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ ابو علی وہ زمانہ آگیا ہے کہ تم کو طوطی کی طرح گویا کریں گے۔ کچھ دن نہیں گذرے تھے کہ شیخ ابوالقاسم نے عقد مجلس فرمایا اور اُن کے اُس ارشاد کا مجھ پر مطلب کھل گیا۔ شیخ ابو علی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۴۳۴ھ میں ہوئی تھی اور ۵۱۱ھ میں آپ نے رحلت فرمائی۔[۲]

---

[۱] نفحات الانس:- ۳۳۱، ۳۳۲ [۲] رسالہ قشیریہ کے مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن صاحب نے ولادت ۴۰۷ھ میں اور وفات ماہ ربیع الآخر ۴۷۷ھ میں تحریر کی ہے۔ (مقدمہ رسالہ قشیریہ صد ۹۶ و صد ۹۷)

حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ

علم تصوف میں آپ کا انتساب شیخ ابو علی فارمدی قدس سرہٗ سے ہے کتاب شرح وصایائے خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ میں مذکور ہے کہ خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ کو شیخ ابوالحسن خرقانی سے بلاواسطہ انتساب ہے آپ نے شیخ عبداللہ جوینی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ سے خرقہ پہنا اور شیخ حسن سمنانیؒ سے آپ کی صحبت رہی۔ آپ کی کنیت ابو یعقوب ہے اُٹھارہ برس کی عمر میں آپ بغداد تشریف لے گئے اور علامہ ابو اسحاق شیرازی سے علم فقہ حاصل کیا اور اپنے ساتھیوں پر فوقیت لے گئے اور بغداد، اصفہان، عراق خرسان سمرقند اور بخارا میں افادہ اور استفادہ فرمایا۔ علم حدیث کو اختیار فرمایا۔ اور پند و نصیحت شروع کی لوگوں نے آپ سے نفع حاصل کیا۔ آپ کو فتاوےٰ دینیہ اور احکام شرعیہ میں پوری دستگاہ حاصل تھی اور علوم و معارف میں قدم راسخ رکھتے تھے۔ اور خطرات خفیہ سے پوری واقفیت اور کرامات و خوارق میں پورا تصرف رکھتے تھے علماء اور فقہا کا ایک جم غفیر اور جماعت کثیر آپ کی مجلس اور خانقاہ میں آپ کے پاس جمع رہتے تھے۔ اور آپ کے کلمات اور ارشادات سے نفع حاصل کرتے تھے۔ اور آذربائیجان اور عراق و خراسان میں مریدوں کی تعلیم و تربیت آپکی طرف منتہی ہوتی تھی[1]۔ آپ اُن مشائخوں میں سے ہیں جن کے ساتھ حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کو صحبت رہی اور منتفع ہوئے[2]۔

---

[1] نفحات الانس: ۳۳۷، رشحات: ۶، بہجۃ الاسرار: ۱۴۶، قلائد الجواہر اُردو: ۲۴۹۔

[2] قلائد الجواہر: ۱۱۔ بہجۃ الاسرار (عربی) ۱۴۷۔ خواجہ یوسف ہمدانی سے استفادہ کرنے کے متعلق حضرت غوث پاک کے الفاظ یہ ہیں۔ قدم الی بغداد رجل من همدان یقال له یوسف الهمدانی وکان یقال انه القطب فنزل فی رباط فلما سمعت به مشیت الی الرباط فلم اره فسألت عنه فقیل لی هو فی السرداب فنزلت الیه فلما رآنی قام واجلسنی وقربنی وذکر لی جمیع احوالی وحل لی جمیع ما کان اشکل علی ثم قال لی یا عبدالقادر تکلم علی الناس فقلت یا سیدی انا رجل اعجمی ایش اتکلم علی فصحاء بغداد فقال لی انت الآن حفظت الفقه واصول الفقه والخلاف والنحو واللغة وتفسیر القرآن الآن یصلح لك ان تتکلم علی الناس اصعد علی الکرسی وتکلم علی الناس فانی اری فیك عرقا سیصیر نخلة رحمنا الله بهم بمنه وکرمه۔

قدسیہ ۔آپ نے ——— شیخ محی الدین عبد القادر گیلانی قدس سرہٗ سے ——— فرمایا تھا کہ لوگوں کو وعظ اور پند سنایا کرو ۔اور نصیحت کیا کرو۔ آپ نے فرمایا کہ میں مردِ عجمی ہوں فصحاءِ بغداد کے سامنے کیونکر گفتگو کروں۔آپ نے فرمایا کہ آپنے علومِ فقہ، اصولِ فقہ، اختلافِ مذاہب نحو و لغت اور تفسیرِ قرآن کو خوب حاصل کر لیا ہے، پھر کیوں کر آپ میں منبر پر آنے اور وعظ و پند کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔آپ بے تامل ہدایت و ارشاد شروع کیجئے۔کیونکہ میں آپ میں ایک جڑ دیکھ رہا ہوں جو عنقریب پورا درخت ہو جائے گا کہ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ (سورۃ ابراہیم رکوع ۴) جس کی جڑیں زمین میں مضبوط ہوں گی اور شاخیں آسمان میں پھیلینگی اور وہ اپنا میوہ ہر وقت دیگا۔

آپ مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متبع تھے۔آپ شہر مرو میں ایک مدت تک سکونت پذیر رہے پھر ہرات تشریف لیگئے اور کچھ دنوں وہاں اقامت گزیں رہے پھر وہاں سے مرو تشریف لانے کی نیت سے واپس ہوئے۔ راستہ ہی میں آپ کی وفات ہوگئی۔آپ ساٹھ سال سے زیادہ سجادہ مشیخیت اور ارشاد پر جاگزیں رہے۔آپ کو قبولیت عظیم حاصل تھی اور آپ اپنے وقت کے غوث تھے۔آپ ایک مدت تک کوہِ اَذر میں مقیم رہے۔اور سوائے نماز جمعہ کے کبھی باہر نہ نکلتے تھے۔[2]

قدسیہ ۔ایک روز ایک درویش حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اور کہا کہ اس وقت میں شیخ احمد غزالی رحؒ کے پاس تھا۔وہ دسترخوان پر درویشوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ کچھ دیر کیلئے شیخ پر غیبت[3] طاری ہوئی۔پھر آپ نے فرمایا کہ اس وقت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما ہوئے اور لقمہ میرے منہ میں رکھا۔حضرت خواجہ نے فرمایا کہ یہ وہ خیالات ہیں جن سے اطفالِ طریقت تربیت پاتے ہیں۔

[1] بہجۃ الاسرار : ۱۴۷۔
[2] رشحات : ۶، نفحات الانس: ۳۳۷ و ۳۳۸۔ [3] "غیبت" یہ ہے کہ دل مخلوق کے حالات سے بے خبر ہو، کیونکہ اس کا حامہ اس کیفیت کے ساتھ مشغول ہے جو اس پر وارد ہوتی ہے۔ (رسالہ قشیریہ)[4] سماع ان کیلئے جائز ہے جو محبت الٰہی میں مستغرق ہوتے ہیں اور آداب و شرائط کی پوری رعایت رکھتے ہیں۔ آج کل جو قوالیاں رائج ہیں ان میں سننے اور سنانے والے خلاف شرع اور تمام شرائط متروک اسلئے بزرگوں کے سماع پر موجودہ قوالیوں کو قیاس کر کے کس طرح جائز کہا جا سکتا ہے۔

قدسیہ - سماع ایک سفیر ہے اللہ کی طرف سے پیغام رساں اور بشارت دینے والا اور موارد و فتح اور فرائد غیب ہے۔ سماع جسموں کی دوا اور روحوں کی غذا ہے۔ اور دلوں کی حیات اور بقائے اسرار اور سِرّ کا ظاہر کرنے والا اور کشف ایک چمکنے والی بجلی اور آفتاب ہے۔ اور ارواح کا سماع قلوب کو سنانے کی وجہ سے بساطِ قربِ حضوری کے شاہد کے ساتھ ہے۔ بغیر حضورِ نفس کے۔ یہ ایسے ہے کہ ہر لحظہ پورا غور و فکر اور تدبر و تفکر ہو۔[1]

کسانیکہ یزداں پرستی کنند   بر آوازِ دولاب مستی کنند

(ترجمہ) جو لوگ صحیح معنوں میں خدا پرست ہیں وہ کنوئیں کی چرخی کی آواز پر بھی اللہ کی یاد میں مست ہو جاتے ہیں۔

کرامت - نقل ہے کہ ایک مرتبہ فرنگیوں نے ایک ہمدان کی عورت کے لڑکے کو قید کر لیا تھا وہ عورت گریہ وزاری کرتی ہوئی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنا حال بیان کیا حضرت نے اس کو صبر کرنے کی نصیحت فرمائی اُس نے کہا کہ مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا۔ آپ نے اُسی وقت ہاتھ اُٹھا کر یہ دُعا فرمائی کہ اَللّٰھُمَّ فُكَّ اسرہ وَعَجِّلْ فرجہ اللہ تعالیٰ اس کو قید سے چھڑا دے اور جلدی اس کو رہائی دے، اور فرمایا کہ جا لڑکے کو تو اپنے مکان میں پائے گی۔ عورت جب گھر واپس آئی تو لڑکے کو موجود پایا۔ متعجب ہوئی اور لڑکے سے کیفیت دریافت کی۔ لڑکے نے کہا کہ میں ابھی قسطنطنیہ میں تھا اور میرے پیروں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور نگاہبان میرے گرد جمع تھے۔ اتنے میں ایک شخص آیا جس کو میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ پلک مارتے میں مجھ کو یہاں لے آیا۔ عورت پھر خواجہ کے پاس گئی اور لڑکے کا قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تو خدا کی قدرت سے متعجب ہے۔[2]

کرامت - مروی ہے کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ ایک روز کچھ ارشاد فرما رہے تھے۔ دو فقیہ بھی آپ کی اس مجلس میں موجود تھے۔ انہوں نے حضرت سے کہا کہ آپ خاموش رہیں آپ بدعتی ہیں۔ آپ نے اُن سے فرمایا کہ تم خاموش رہو تمہاری زندگی نہ رہے۔ چنانچہ وہیں فوراً مر گئے۔[3]

---

[1] بہجۃ الاسرار: ۱۴۶۔ [2] بہجۃ الاسرار: ۱۴۷، قلائد الجواہر اردو: ۲۵۰۔ [3] ایضاً۔

کرامت۔ ایک وقت آپ نظامیہ بغداد میں وعظ فرما رہے تھے ابن سقا فقیہہ مشہور مجلس وعظ سے اٹھا اور آپ سے ایک سوال کیا۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جائیں تیرے کلام میں بوئے کفر پاتا ہوں تیری موت اسلام پر معلوم نہیں ہوتی —— اس واقعہ سے ایک مدت کے بعد ایک نصرانی بطور ایلچی کے بادشاہ روم کی طرف سے خلیفہ کے پاس آیا فقیہہ ابن سقا اس نصرانی کے پاس آیا اور اس سے اس کا مصاحب بننے کی درخواست کی اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ مذہب اسلام چھوڑ کر تمہارے دین میں داخل ہو جاؤں نصرانی نے منظور کیا اور اس کو اپنے ساتھ قسطنطنیہ لے گیا اور بادشاہ روم سے ملا دیا۔ ابن سقا نصرانی ہو گیا اور اسی مذہب پر مرا۔

کہتے ہیں کہ ابن سقا حافظ قرآن تھا۔ مرض موت میں اس سے پوچھا گیا کہ تم کو اب کچھ قرآن یاد ہے تو کہا نہیں صرف یہ آیت یاد ہے۔ رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ بہت سے لوگ کافروں کو دوست رکھنے والے قیامت میں تمنا کریں گے کہ کاشکے دنیا میں وہ بھی مسلمان ہوتے [1]

بعضوں نے قصہ ابن سقا کا دوسرے طریقہ سے بیان کیا ہے۔ جس کو مؤلف حقیر نے مقامات حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ میں بیان کیا ہے۔

ولادت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ کی ۴۴۰ھ ہجری میں ہوئی اور وفات آپ کی ۵۳۵ھ ہجری میں ہوئی۔ آپ کو پہلے مرو کے راستہ میں جہاں آپ نے انتقال فرمایا دفن کیا گیا تھا اسکے بعد آپ کی نعش مبارک منتقل کر کے مرو میں لے آئے اب آپکی قبر مبارک مرو میں ہے جسکی عام طور پر لوگ زیارت کرتے ہیں۔ اور فیض حاصل کرتے ہیں [2]

---

[1] بہجۃ الاسرار: ۶، قلائد الجواہر اردو: ۲۴۹، نفحات: ۳۳۹ - [2] رشحات: ۶، قلائد الجواہر۔

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ

تصوف میں آپ کا انتساب خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ سے ہے آپ اُن کے اکابرِ خلفا میں سے ہیں آپ حلقۂ خواجگان کے سردفتر اور سلسلۂ اکابر نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کے سردار ہیں۔ طریقت میں آپ کا کلام حجت ہے اور حقیقت میں برہان۔ آپ اپنے وقت کے شیخ الشیوخ اور مجتہد راس الرئیس اور قطب زمانہ تھے۔ آپ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد امجاد سے ہیں۔ آپ کی والدہ بادشاہِ روم کی اولاد سے تھیں آپ کے والد بزرگوار امام عبدالجلیل[1] اکابرِ اولیا و اعاظمِ اتقیا سے تھے اور حضرت خضر علیہ السلام کے ملاقاتیوں میں سے تھے۔

بشارت منقول ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے شیخ امام عبدالجلیلؒ کو بشارت دی تھی۔ کہ آپ کے ایک لڑکا ہوگا جس کو میں فرزندی میں قبول کرتا ہوں۔ اور اپنی نسبت سے اُس کو حصہ دوں گا۔ اُس کا نام عبدالخالق رکھنا۔ حوادثِ روزگار کی وجہ سے جب امام عبدالجلیلؒ روم سے دیارِ ماوراء النہر کی طرف اور ولایت بخارا میں آئے۔ تو غجدوان میں جو بخارا کے قریب ایک بڑا شہر ہے وہاں سکونت اختیار کی۔ خواجہ عبدالخالق وہیں پیدا ہوئے اور نشو و نما پایا۔

حضرت خضر سے سبق کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ اپنے اُستاد مولانا صدرالدین علیہ الرحمۃ کے پاس تفسیر پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے۔ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ اپنے رب کو زاری اور پوشیدگی کے ساتھ پکارو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے، تو آپ نے اُستاد سے پوچھا کہ وہ کونسا طریقہ ہے جس کو اللہ تعالےٰ بیان کر رہا ہے۔ کیونکہ اگر ذاکر بلند آواز سے ذکر کرے یا مقام ذکر میں اعضاء سے حرکت کرے تو ذاکر کے ذکر سے غیر شخص واقف ہو جاتا ہے اور ذکر خفیہ نہیں رہتا۔ اور اگر دل سے ذکر کرے تو بحکم اس حدیث کے اَلشَّيْطَانُ يَجْرِيْ فِيْ عُرُوْقِ ابْنِ اٰدَمَ مَجْرَى الدَّمِ[2] کہ شیطان انسان کی رگوں میں خون بہنے کی جگہ میں جاری ہوتا ہے وہ ذکر سے واقف ہو جاتا ہے۔ اُستاد نے فرمایا کہ یہ علم

---

[1] بعض نے عبدالجمیل لکھا ہے ۱۲۔ [2] ابن عمرؓ اور ابی ہریرہؓ سے صحیح بخاری نے نقل کیا ہے۔

لدنی ہے اگر خدا کو منظور ہے تو کوئی ولی ملجائیگا اور سکھا دیگا۔ حضرت خواجہ مسلسل اولیاء اللہ کی تلاش میں مصروف رہے ایک دفعہ جمعہ کے روز آپ اپنے باغ کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بزرگ آئے حضرت خواجہ اُن کی تعظیم و تکریم بجالائے۔ انہوں نے فرمایا کہ اے جوان! میں تجھ میں بزرگی کے آثار پاتا ہوں۔ کیا تم نے کسی پیر کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ آپ نے عرض کی: نہیں ایک مدت سے اسی تلاش میں ہوں۔ انہوں نے فرمایا میاں میں خضر ہوں اور تم کو اپنی فرزندی میں مَیں نے قبول کیا۔ ایک سبق بتاتا ہوں اس کے پابند ہو جاؤ۔ کہ تم پر اسرار کھل جائینگے۔ پھر فرمایا کہ حوض میں اُترو اور پانی میں غوطہ لگاؤ۔ اور دل سے کہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ۔ پس حضرت خواجہ نے اسی طرح کیا اور انکی تعلیم کے مطابق اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔ بہت سے اسرار آپ پر کھلنے لگے۔ اس کے بعد خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرۂ بخارا تشریف لائے اور آپ کو اُن کی صحبت میسر آئی۔ آپ اپنا ذکر کرتے ہوئے ان کی صحبت میں مشغول رہے۔ جب تک وہ بخارا میں رہے آپ اُن کی صحبت میں پابندی کے ساتھ حاضر ہوتے رہے بہت سے فائدے اُن کی صحبت میں حاصل کئے۔ خواجہ عبدالخالق کے پیر سبق خواجہ خضر ہیں اور پیر صحبت و پیر خرقہ خواجہ یوسف رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ خواجہ یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ میں ذکر جہری تھا۔ لیکن خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر خفی میں کوئی ردّوبدل نہ فرمایا۔ کیونکہ ذکر خفی کی تلقین انہیں حضرت خضر علیہ السلام سے حاصل تھی اس لئے آپ نے بھی تائیداً ارشاد فرمایا کہ جس طرح تمہیں حضرت خضر علیہ السلام نے حکم دیا ہے ذکر میں مشغول رہو ایک مدت کے بعد حضرت خواجہ خدمتِ حضرت خواجہ یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے جدا ہوئے اور ریاضات و مجاہدات میں مشغول ہوئے۔ آپ اپنے کو پوشیدہ رکھتے تھے۔ کہ کوئی شخص آپ کے کام سے واقف نہ ہو سکے۔[1]

بے نیازی اور خوف

ایک روز آپ اپنے عبادت خانہ میں گریہ وزاری میں مشغول تھے۔ دوستوں نے عرض کیا کہ باوجود اُن خوبیوں کے جو آپ میں ہیں اور اُن حالات پسندیدہ کے جو آپ پر گذرتے ہیں اتنا خوف اور ڈر اور گریہ وزاری کیوں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب میں اللہ تعالیٰ کی بے نیازی پر غور کرتا ہوں تو بدن سے جان نکلنے کے قریب ہو جاتی ہے۔ میری یہ آہ وزاری اسی وجہ سے ہے کہ شاید مجھ سے ایسا کوئی کام ہو گیا ہو۔ جس کا مجھ کو علم نہ ہو اور وہ بارگاہِ الٰہی میں ناپسند ہو۔

---

[1] رشحات: ۱۸، ۱۹ - نفحات: ۳۳۹ مختصراً ۱۲

خوفِ خدا سے آپ کا یہ حال رہتا تھا۔ کہ جہاں آپ بیٹھتے تو ایسے رہتے کہ گویا آپ کو قتل کرنے کے لئے بٹھایا گیا ہے۔

فائدہ۔ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب میں بیس[1] سال کا تھا حضرت خضر علیہ السلام نے مجھ کو حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ کے سپرد کیا۔ اور میری تربیت کے لئے وصیت فرمائی[2]۔

تسلیم کیا ہے

فائدہ۔ ایک روز ایک درویش نے حضرت خواجہؒ سے سوال کیا کہ تسلیم کیا شئے ہے آپ نے فرمایا تسلیم یہ ہے کہ مومن نے اپنے نفس اور مال کو میثاقِ الست میں خداوند تعالےٰ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اور بہشت خرید لی ہے۔ پس آج بھی یہی تسلیم کرے کہ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ (بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے) نفس اور مال کی تسلیم اس طرح سے ہو کہ اپنی جان اور مال کو اللہ کی ملکیت جانے اور اپنے آپ کو حق تعالےٰ کا امانت دار سمجھے جب تک ہو سکے جان و مال سے خدا تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ نیکی کرے اور کسی پر احسان نہ رکھے۔ اور دنیا کے مال و متاع کو دل میں جگہ نہ دے۔ اور اپنے آپ کو حق تعالےٰ کے حکم میں سونپ دے۔

فراغت

فائدہ۔ ایک روز ایک خادم نے حضرت علیہ الرحمۃ سے سوال کیا کہ فراغت کیا ہے فرمایا کہ دل کی فراغت یہ ہے کہ محبتِ دنیا دل میں راہ نہ پائے۔ نہ یہ کہ دنیا کی مشغولی سے آزاد رہے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خدائے پاک نے فرمایا کہ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ (اپنے دل کو خالی کر تب ہماری یاد میں مشغول ہو) چونکہ اہل اللہ کی خرید و فروخت اور مخلوق سے بات چیت ذکرِ حق سبحانہٗ میں رکاوٹ نہیں بنتی۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے اس جماعت کی تعریف کی ہے۔ اور مردانگی کو انہی کیلئے ثابت فرمایا ہے۔ رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ (ایسے مرد ہیں کہ نہیں غافل کر سکتی اُن کو ذکرِ الٰہی سے تجارت اور خرید و فروخت) اگر تم اُن لوگوں میں سے ہو تو تمہارے لئے مُبارک ہے۔

خدمت و محبت

اگر تم سے یہ نہیں ہو سکتا تو تم اپنے جان و مال سے ایسے لوگوں کی خدمت کرنے میں کمی نہ کرو۔ اور اُن کے اطمینانِ دل اور فراغت کے اسباب مہیا رکھو تاکہ

---

[1] رشحات میں بائیس سال درج ہیں۔ [2] رشحات: ۱۹۔

ان کے کمند دولت سے تم وابستہ رہو۔ کیونکہ اس لقمہ کی قوت سے جو اطاعت و عبادت ان سے عمل میں آئے گی۔ اس کا ثواب کھانا کھلانے والے کو بھی پہنچے گا۔ اور ان کے درجات اور مقامات اور کمالات اس کھانا کھلانے والے کے حصہ میں بھی لکھے جائینگے تاکہ وہ شخص جو اُن کی محبت اور امداد میں رہا ہو۔ وہ مطابق اس حدیث کے اُن کے ساتھ اُٹھیگا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ[1] (انسان اُس کے ساتھ رہیگا جس کو وہ دوست رکھتا ہے)۔

شانِ اہل اللہ اس مرتبہ والے لوگ بعض وقت لِی مَعَ اللّٰہِ کی خاصیت رکھتے ہیں کہ اس وقت اُن کو تصرفات جذبات الوہیت کی قابلیت ہوتی ہے پس ایسی حالت میں اُن سے دم بھر میں اہل آسمان اور اہل زمین کے کام پورے ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ جَذْبَۃٌ مِنْ جَذَبَاتِ الْحَقِّ تُوَازِیْ عَمَلَ الثَّقَلَیْنِ (ایک ہی جذبہ جذبات حق میں سے کل جن وانس کے عمل پر غالب آجاتا ہے) پس اگر اُن کی اس حالت میں سے جو کچھ کسی ایسے شخص کو نصیب ہو جائے جس نے اُن کی جانی اور مالی خدمت کی ہے تو وہ اتنی بڑی چیز ہوگی کہ مغرب و مشرق والے جمع ہو کر اس کا حساب نہ کر سکیں گے۔ اس آیت کریمہ میں اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے وَابْتَغِ فِیْمَا اٰتٰکَ اللّٰہُ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَکَ مِنَ الدُّنْیَا (اور جو تجھے اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا میں اپنا حصہ نہ بھول)

قدس سرہ۔ حضرت خواجہ قدس سرہ کے کمالات میں سے یہ چند لکھے ہیں۔ جو طریقہ حضراتِ خواجگان قدس اللہ اسرارہم کے طریقہ نقشبندیہ کی بنیاد ہیں۔ ہوش دردم۔ نظر برقدم۔ سفر در وطن۔ خلوت در انجمن۔ یاد کرد۔ بازگشت۔ نگاہ داشت۔ یاد داشت۔ اِن کے سوا سب وہم و گمان ہے یہ تین کلمے بھی اصطلاحاتِ صوفیہ سے ہیں یعنی وقوف زمانی وقوف قلبی۔ وقوف عددی۔ ان الفاظ میں سے ہر ایک کے معنی اس سلسلہ شریفہ کی کتابوں میں مذکور ہیں جن کو اس حقیر نے رسالہ روائح میں بیان کیا ہے جو اصطلاحاتِ صوفیہ کے بیان میں لکھا گیا ہے۔ اس کی طرف آپ رجوع کر سکتے ہیں۔

وصیتیں قدس سرہ۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے اپنے فرزند ارجمند کو چند باتوں کی وصیت کی تھی۔ ان کو ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔

---

[1] بخاری و مسلم عن ابن مسعود (جامع صغیر)

آپ فرماتے ہیں کہ اے فرزند! تقوے کو اپنی خصلت بناؤ۔ وظائف اور عبادت پر مضبوطی سے مداومت کرو اور اپنے حالات کا مراقبہ کرو۔ اور خدائے پاک سے ڈرتے رہو اور خدائے بزرگ و برتر اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقوق ادا کرو۔ اور ماں باپ کے بھی۔ ان خصلتوں کے اختیار کرنے سے رضاءِ حق تعالےٰ سے مشرف ہو جاؤ گے۔ حق تعالےٰ کے احکام کو نگاہ رکھو کہ وہ تمہارا محافظ ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو خواہ دیکھ کر یا زبانی۔ بلند آواز سے ہو یا آہستہ اور علم کی طلب سے ذرا بھی دور مت رہو۔ علم فقہ و حدیث سیکھو۔ اور جاہل صوفیوں سے بہت پرہیز کرو۔ اور عوام الناس سے دور رہو کیونکہ وہ راہ دین کے چور ہیں اور مسلمانوں کے راہزن مذہب سنّت و جماعت کے پابند رہو۔ اور ائمہ سلف کے مذہب پر قائم۔ کیونکہ نئی نئی باتیں بعد میں پیدا ہوئی ہیں۔ وہ گمراہی سے خالی نہیں ہیں نوجوانوں اور عورتوں اور مالداروں اور بدعتیوں کی صحبت سے دور رہو۔ کیونکہ یہ تمہارے دین کو برباد کر دینگے۔ دو روٹی ملجائیں تو اُن پر قناعت کرو۔ البتہ فقیروں کی صحبت اختیار کرو۔ اور ہمیشہ خلوت پسندی اختیار کرو۔ روزی حلال کھاؤ کیونکہ حلال روزی خیر و بہتری کی کنجی ہے۔ اور حرام سے پرہیز کرو ورنہ حق تعالےٰ سے دوری ہو جائیگی۔ دین پر قائم رہو تاکہ کل کے روز قیامت میں دوزخ کی آگ تم کو نہ جلائے حلال کمائی کا کپڑا پہنو۔ تاکہ عبادت میں حلاوت پاؤ۔ رات اور دن میں بہت کچھ عبادت کیا کرو۔ نماز باجماعت ترک نہ کرو اگرچہ تم مؤذن و امام نہیں۔ اور ضمانتوں میں اپنا نام مت لکھاؤ۔ نیز عدالتوں اور کچہریوں میں مت پھرو۔ اور لوگوں کی وصیتوں میں دخل مت دو۔ مخلوق سے ایسا بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہیں۔ اور گمنامی اختیار کرو۔ کہ تمہارا مذہب برباد نہ ہو سکے۔ اور سفر اختیار کرو کہ تمہارا نفس ذلیل ہو۔ خانقاہوں میں قیام اور ان کی بنا مت کرو۔ کسی کے مذمت کرنے سے غمگین مت ہو۔ اور کسی کی تعریف پر مغرور مت ہو۔ مخلوق کیسا تھ اچھے اخلاق سے معاملہ کرو۔ نیک ہو یا بد اور ہر حال میں باادب رہو۔ تمام مخلوقات پر رحم کھاؤ قہقہہ مار کر مت ہنسو۔ قہقہہ کی ہنسی دل کو بند کرتی اور مارتی ہے۔ سردار دو جہان محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم بھی جان لو تو تھوڑا ہنسو گے اور بہت روؤ گے۔ خدائے پاک کے عذابوں سے بےخوف مت رہو۔ اور رحمت الٰہی سے نا امید نہ ہو۔ اور خوف و رجا کی حالت میں زندگی گذارو۔ کہ سالکوں کا حال یہ ہوتا ہے کبھی وہ خوف میں رہتے ہیں اور کبھی اُمید میں ؎

اے فرزند! جب تک ہو سکے شادی مت کرو۔ ورنہ طالب دنیا ہو جاؤ گے اور دین کی طلب تم سے جاتی رہیگی۔ اگر تمہارا نفس مشتاق ہو تو مجاہدہ اختیار کرو۔ اور ساری عمر داغ حسرت میں گذارو۔ موت کو بہت یاد کرو۔ اور طالب ریاست مت بنو۔ جو شخص طالب ریاست ہوا اس کو طریقت کا سالک نہیں کہا جا سکتا ہے۔ ہمیشہ روزہ دار رہو کیونکہ روزہ نفس کو توڑتا ہے اور فقر میں پاکیزہ اور پرہیزگار رہو۔ اور سبکبار اور دیانتدار اور راہ خدا میں تقویٰ اور فقر اور علم سے ثابت قدم رہو۔ جان اور مال اور تن سے فقرا کی خدمت کیا کرو۔ اور ان کا دل راضی رکھو۔ اور اُن کی پیروی کرو۔ اور اُن کے راستہ کو یاد رکھو۔ اور اُن میں سے کسی کا انکار مت کرو۔ سوائے اُن چیزوں کے جو مخالف شرع ہوں اگر فقرا کا انکار کرو گے ہرگز نجات نہ پاؤ گے۔ لوگوں سے کوئی چیز مت مانگو۔ اور اپنے لئے کوئی محفوظ مت رکھو۔ اللہ تعالےٰ کے وعدہ پر بھروسہ کرو۔ کیونکہ خدائے پاک فرماتا ہے اے انسان میں ہر روز تم کو روزی پہنچاتا ہوں تو اپنے آپ کو رنج مت دیجئے۔ مقام توکل میں قدم رکھو کہ حق سبحانہ فرماتا ہے وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ جو شخص اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالےٰ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے پس معلوم کرو کہ رزق تقسیم کیا ہوا ہے۔ اور جواں مرد بنو۔ جو کچھ حق تعالےٰ نے تم کو دیا ہے اُس کو تم خلق خدا پر خرچ کرو بخل اور حسد سے دور رہو کیونکہ بخیل اور حاسد کل بروز قیامت دوزخ میں رہینگے۔ اپنے ظاہر کو آراستہ مت کرو۔ کہ ظاہر کی آرائش باطن کی ویرانی ہے۔ حق تعالےٰ کے وعدوں پر بھروسہ کرو۔ اور تمام خلائق سے ناامید ہو جاؤ۔ اور اُن سے صحبت مت کرو۔ اور حق بات کہو۔ اور کسی سے نہ ڈرو۔ اپنے نفس کی حفاظت کرو۔ کہ اس کو اصلاح پر لا سکو۔ اپنے نفس کی عزت مت کرو۔ اور اُن چیزوں کی طلب سے جن کے بغیر کام چل سکے زبان بند کرو۔ مخلوق کو ہمیشہ نصیحت کیا کرو۔ کھانا اور پینا کم کرو۔ اور ہرگز بغیر شدید ضرورت کے کوئی چیز مت کھاؤ۔ اور بے ضرورت باتیں مت کرو۔ جب تک کہ نیند غلبہ نہ کرے مت سوؤ۔ اور پھر جلدی اُٹھو۔ مجالس سماع میں زیادہ مت بیٹھو کہ سماع کی زیادتی نفاق پیدا کرتی ہے۔ سماع کی کثرت دل کو مارتی ہے مگر سماع کا انکار بھی مت کرو۔ کیونکہ بہت سے بزرگوں نے اس کو سنا ہے۔ سماع صرف اُس کیلئے جائز ہے جس کا دل زندہ ہو اور بدن مردہ۔ اور جس میں یہ دو حالتیں نہ ہوں اُس کے لئے نماز روزہ میں مشغول ہونا بہتر ہے۔ چاہیئے کہ تمہارا دل ہمیشہ غمگین رہے اور تمہارا بدن نماز میں مصروف رہے اور عمل میں خلوص ہو۔ تمہاری دعا مجاہدہ ہو اور تمہارا کپڑا پرانا اور تمہارے دوست درویش ہوں

تمہارا گھر مسجد ہو۔ اور تمہارا حال فقہ کی کتابیں ہوں۔ اور تمہاری آرائش زُہد ہو۔ اور تمہارا مونس اللہ تعالےٰ کسی شخص سے اُس وقت تک بھائی بندی مت کرو جب تک کہ یہ عادتیں اُس میں نہ دیکھ لو۔ اوّل یہ کہ وہ فقر کو تونگری پر ترجیح دے اور دوسرے یہ کہ علم کو دنیا کے سب کاموں سے اچھا سمجھے۔ تیسرے یہ کہ راہِ خدا کی ذلت کو عزت پر فوقیت دے۔ چوتھے یہ کہ علم باطنی اور ظاہری سے آراستہ ہو۔ پانچویں یہ کہ مرنے کے لیئے تیار ہو۔

اَے فرزند! کہیں دنیا تجھ کو دھوکا نہ دیدے۔ کیونکہ ایک نہ ایک دن، دن ہو یا رات دنیا سے سفر کرنا پڑیگا۔ تجھ کو چاہیئے کہ خلوت میں تنہا اور خوف خدا تعالےٰ سے شکستہ دل رہو۔ تاکہ کرامت میں مستغرق رہ سکو۔ دنیا میں زندگی مسافرانہ گذارو۔ اور دنیا سے ایسے جاؤ کہ تم نہ جانو کہ قیامت میں تم کس جماعت میں محشور ہو گے۔

اَے فرزند! اِن نصیحتوں کو خوب یاد کرو۔ اور عمل کرو جس طرح کہ مَیں نے اپنے پیرو مرشد سے یاد کی ہیں اور عمل کیا اگر تم یاد کرو گے عمل کرو گے تو اللہ تعالےٰ تمہاری دنیا اور آخرت میں نگہبانی فرمائیگا جن باتوں کا مَیں نے ذکر کیا ہے اگر یہ کسی سالک راہِ خدا میں پیدا ہو جائیں تو اُس کی بزرگی مسلم ہو جائیگی۔ اور جو شخص اُس کی پیروی کرے۔ اپنے مقصود و مطلوب کو پہنچ جائیگا۔ یہ بزرگی کا مرتبہ ہر شخص کو نصیب نہیں ہوتا ہے۔

مولنا فضل اللہ روزبہانی المشہور بخواجہ مولنا اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اِن وصیتوں کی بہت اچھی شرح ۹۰۰ھ ہجری میں لکھی ہے۔ اور ہر مضمون کے متعلق ایک رُباعی بھی تحریر کی ہے۔ کہ آسانی سے یاد ہو جائے۔

خواجۂ اولیا کبیر قدس سرہٗ جو حضرت خواجہ کے اکابر خلفا سے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جس وقت آپ مجھ کو یہ وصیتیں فرمارہے تھے۔ تو میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ اور آپ کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا۔

عالم کا عذاب

نقل نفیسہ۔ ایک درویش نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے پوچھا کہ عالم کے لئے عذاب کی کیا صورت ہے آپ نے فرمایا کہ عالم جب طلب دنیا میں مشغول ہو جاتا ہے اور طلب آخرت سے باز رہ جاتا ہے۔ تو حق سُبحانہٗ تعالےٰ اُس کو دنیا میں عذاب فرماتا ہے یہ عذاب ایسا ہوتا ہے کہ عبادت کی حلاوت اُس کے دل سے اُٹھالی جاتی ہے۔ کہ وہ کسی عبادت میں لذت

نہیں پاتا۔ اور عبادت کی ادائیگی میں وہ سست ہو جاتا ہے اور نیک کاموں سے باز رہتا ہے۔ پس اُس وقت وہ عذاب آخرت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

حدیث میں ہے۔ کہ وَیْلٌ لِلْجَاهِلِ مَرَّةً وَلِلْعَالِمِ سَبْعِيْنَ مَرَّةً کہ جاہل کیلئے ایک بار افسوس ہے اور عالم کیلئے ستّر بار۔

نماز میں خشوع

قدس سرہ۔ ایک شخص نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے پوچھا کہ نماز میں خشوع کے کیا معنی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نمازی کے اوپر اس قدر حق جلّ شانہٗ کا خوف اور ڈر غالب آجائے کہ اگر اُس کے تیر ماریں تو خبر نہ ہو۔ اُس نے کہا یہ کیونکہ ممکن ہے فرمایا جو لوگ کہ اس رمز سے واقف ہیں اُن کا باطن مثل خون کے بستہ ہو جاتا ہے۔ پھر اُس کو خبر ہونے کے کیا معنی پھر کون شخص جان سکتا ہے کہ اس کا معاملہ کیا ہے اور کس سے پس اس کو ظاہر کی تکلیف سے کچھ بھی خبر نہیں ہو سکتی۔ وہی ذات بے نیاز اُس کے حال سے واقف اور مطلع ہے اس بات نے اُس شخص کے دل پر ایسا اثر کیا کہ وہ بیخود ہو گیا۔ جب ہوش میں آیا تو کہنے لگا مجھ کو کچھ نصیحت فرمایئے کہ میں اس پر عمل کروں اور قیامت میں میرا شمار نجات یافتوں میں ہو۔ آپ نے فرمایا کہ تین کام ایسے ہیں۔ کہ جو شخص اُن میں سے ایک کو بھی دوست رکھیگا دوزخ اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہو جائیگی پہلے اچھا کھانا، دوسرے تونگروں کے ساتھ بیٹھنا۔ تیسرے اچھا لباس پہننا۔ کیونکہ یہ تینوں باتیں اکثر ہوائے نفسانی سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور جو شخص نفس کی خواہشوں پر چلتا ہے دوزخ اُس کا ٹھکانا ہے

محبتِ مخلوق

قدس سرہ۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں اپنے عبادت خانہ کی چھت پر عبادت میں مشغول تھا۔ ہمارے پڑوس میں ایک بڑھیا رہتی تھی۔ وہ اپنے شوہر سے لڑ رہی تھی کہ ستّر سال کے قریب گذرے ہیں تیرے گھر میں ہوں۔ تو نے مجھے بھوکا بھی رکھا۔ اور برہنہ بھی مگر میں نے صبر کیا اور گرمی و سردی میں جو کچھ محنت اور سختی مجھ پر گذری اس کو برداشت کیا۔ جو کچھ تو نے دیا اُس سے زیادہ میں نے نہ مانگا۔ اور تیرے ننگ و ناموس کو محفوظ رکھا اور کسی بیگانے کے سامنے تیری شکایت لیکر نہ گئی۔ یہ سب اس لئے کہ تو میرا ہو کر رہے اور میں تجھ کو دیکھتی رہوں۔ اور اگر تو دوسرے کو اختیار کریگا۔ اور میرے سامنے بیٹھے گا۔ تو میں اپنے ہاتھ سے خواجہ عبدالخالق قدس سرہٗ کے دامن کو پکڑ لونگی۔ اور جب تک وہ میرا انصاف نہ کرینگے اُن کے دامن

کو نہ چھوڑونگی۔ اُس ضعیفہ کی اس بات نے مجھے بہت ذوق بخشا۔ اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ اے عبدالخالق یہ عورت محبت مخلوق میں اتنی مضبوط نکلی کہ اتنی مصیبتوں کو برداشت کر چکی ہے۔ اس کا یہ واقعہ سالکِ طریقت کے لئے ایک سبق ہے۔ پھر میں نے غور کیا کہ اس پر کوئی دلیل قرآن مجید سے مل جائے تو یہ آیت مجھ کو ملی؛ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ اگر تو کتنے ہی گناہ لائے اور شرک نہ لائے تو میں سب کو بخش دونگا۔ لیکن اگر بال برابر بھی تو اپنے دل میں دوسرے کو راہ دیگا۔ تو ہماری رحمت سے محروم رہیگا۔

فناءِ نفس

قدس سرہ۔ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہ کے حضور میں ایک درویش کی زبان سے نکلا کہ اگر مجھ کو بہشت اور دوزخ کے لینے میں اختیار دیں تو میں دوزخ کو پسند کرونگا کیونکہ میری تمام عمر نفس کی مخالفت میں گذری ہے۔ اور بہشت نفس کی خواہش ہے۔ میں محبوب کی خواہش اختیار کرونگا نہ نفس کی۔ حضرت خواجہؒ نے اُس درویش کی اس کلام کی تردید کی اور فرمایا کہ بندہ کو اختیار سے کیا کام جہاں دوست بھیجے وہیں چلا جائے۔ اور جہاں اُس کو ٹھہرائے وہیں ٹھہر جائے کہ بندگی کا یہی طریقہ ہے۔ درویش نے کہا کہ ایسے شخص پر شیطان کا بھی قابو ہوتا ہے یا نہیں۔ فرمایا جب اُس کو غصہ آتا ہے تو شیطان اس پر قابو پاتا ہے۔ لیکن جو سالک فناء نفس کو پہنچ چکا ہے۔ اس کو غصہ نہیں آتا بلکہ اُس کو غیرت آتی ہے اور جہاں غیرت ہوتی ہے شیطان وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔ اور یہ صفت اُس شخص میں پیدا ہوتی ہے جو خدائے پاک کے راستہ پر چلتا ہو اور کتاب اللہ کو داہنے ہاتھ میں اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بائیں ہاتھ میں لئے ہوئے ہو۔ ان دونو کی روشنائی میں راستہ چلے اور راہ نہ بھولے۔ اور سلوک اس کا سیدھے راستہ پر قاعدہ کے مطابق ہو۔

شیطان کی قید

کرامت۔ حضرت خواجہ قدس سرہ کے ایک مرید نے خواب میں دیکھا کہ ایک جماعت آکر یہ کہہ رہی ہے کہ تو درجۂ کمال کو پہنچ گیا ہے۔ پھر اس کے لئے ایک اونٹ لائے اور وہ اُس پر سوار ہوا اُس سے کہا گیا کہ ہم تم کو بہشت میں لیجا رہے ہیں۔ وہ شخص بہشت کی طرف متوجہ ہوا اور ایک ایسی جگہ پہنچا جو نہایت خوش منظر اور دلکشا تھی درخت سبز

کھڑے ہوئے اور حسین صورتیں خدمت کیلئے کمربستہ اور پاکیزہ ولطیف کھانے دستر خوان پر چنے ہوئے اور پانی کی نہریں جاری صبح تک وہ وہیں رہا۔ صبح کو جب خواب سے بیدار ہوا تو اُس نے اپنے آپ کو عبادت خانہ میں پایا۔ اسی طرح سے کئی بار اُس نے یہ خواب دیکھا۔ اُس کے دماغ میں تکبّر اور غرور پیدا ہوگیا۔ اور حضرت خواجہ کی خدمت کی حضوری کو اُس نے ترک کردیا۔ حضرت خواجہؒ نے کرامت اور فراست سے معلوم فرمالیا کہ وہ نادان مغرور شیطان کی قید میں پھنسگیا ہے آپ اُس کے عبادت خانہ میں گئے اور دیکھا۔ کہ بزرگی کے خیالات اس کے دماغ میں بس گئے ہیں اور اُس نے اپنے معاملہ کو برباد کردیا ہے حضرت نے دریافت فرمایا کہ اب تو کس مقام میں ہے اُس نے سارا قصہ بیان کیا حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ پھر جب اُس مقام پر پہنچے تو تین بار لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھنا۔ اور ہرگز سُستی نہ کرنا۔ پس یہ مقام جو تونے دیکھا ہے۔ اُس کی حقیقت تجھ پر ظاہر ہوجائیگی۔ اس شخص کو جب دوبارہ وہ وقت پیش آیا تو اُس نے حضرت خواجہ کے ارشاد کے مطابق تین بار لَاحَوْل پڑھی وہ جماعت جو اُس کے پاس آیا کرتی تھی اور استدعا کرکے اس کو اس مقام پر لیجایا کرتی تھی۔ سب غائب ہوگئی اور اُس نے اپنے آپ کو ایک مزبلہ (گندگی جمع کرنے کی جگہ) پر بیٹھا ہوا پایا۔ اور مردوں کی ہڈیاں اُس کے سامنے پڑی ہوئی تھیں۔ تب اُس نے جانا کہ یہ شیطان کا دھوکا تھا۔ پس آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور توبہ کی۔

کرامت۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی ولایت اس مرتبہ تک پہنچی تھی کہ ایک وقت کی نماز میں خانہ کعبہ کو جاتے اور واپس آجاتے تھے۔ ملکِ شام میں آپ کے بہت آدمی مرید ہوئے اور وہاں خانقاہ بنائی۔ لیکن آپ بظاہر غجدوان میں رہتے تھے پہلے یہاں کے لوگ حضرت خواجہ کو نہیں پہچانتے تھے کیونکہ آپ اپنے کو ظاہر نہیں فرماتے تھے۔ کہ وہ لوگ آپ کی صحبت کے لائق نہ تھے[۱]۔

کرامت۔ آپ کے زمانہ میں غجدوان کے ایک مولوی تھے جو چالیس سال تک درس اور افادۂ علمی میں مشغول رہے تھے۔ بہت سے طلبہ اُن کے پاس پڑھنے کیلئے آیا کرتے تھے۔ خواجہ اولیاء کبیر قدس سرہٗ بھی اُن کے پاس پڑھتے تھے۔ ایک روز حضرت خواجہ بازار میں گوشت خرید رہے تھے اولیاءِ کبیر بھی اسی راستہ سے جارہے تھے خدا تعالیٰ کی عنایتِ قدیم نے اُن کو اس کی توفیق بخشی کہ

---

[۱] نفحات مختصراً: ۳۸۴، رشحات: ۱۹۔

اُنہوں نے حضرت سے خواہش کی کہ یہ گوشت اس فقیر کے حوالہ کریں۔ تاکہ آپ کے مکان تک پہنچا دے کہ میں اس خدمت کے بجا لانے میں اپنی سعادت جانتا ہوں۔ آپ نے اپنی کرامت اور فراست سے دریافت کیا۔ اس جوان میں ایسی استعداد اور قابلیت ہے کہ اگر اس کو تربیت دیجائے تو ایک جہان کا پیشوا ہو جائیگا۔ حضرت نے وہ گوشت آپ کے حوالہ کیا اور اپنے دل میں راہ دی۔ حضرت کی نظر کیمیا اثر سے خواجہ اولیا کبیرؒ کا ایسا حال ہو گیا۔ کہ آپ حق سبحانہٗ کی طرف بہمہ تن متوجہ ہو گئے اور غلبۂ حال کی وجہ سے علم کی تحصیل سے باز رہے۔ وہ مولوی خواجہ اولیا کبیر سے جب راستہ میں ملتے حضرت خواجہ سے طریقت حاصل کرنے پر آپ کو ملامت کرتے۔ خواجہ اولیا بخاموش رہ جاتے۔ ایک رات خواجہ اولیا نے اپنے کشف میں مولوی کو ایک بُرے لباس میں دیکھا جب پھر صبح کو راستہ میں اُس گمراہ مولوی سے اتفاق ملاقات کا ہُوا اور اس نے اپنی عادت قدیم کے مطابق آپ کو ملامت کرنی شروع کی۔ خواجہ اولیا نے کہا کہ اے اُستاد آپ کو شرم نہیں آتی۔ مجھ کو ایک نیک کام پر ملامت کرتے ہو۔ اور آپ فلاں ناجائز کام میں مشغول تھے۔ عالم شرمندہ ہوا اور سمجھ گیا کہ آپ پر حضرت خواجہ کی صحبت سے فتح باب ہوا ہے

حُبِّ جاہ

پس وہ مولوی حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور عرض کیا کہ چالیس سال سے علوم ظواہر کی تعلیم دیتا ہوں۔ آپ پر میرے بارہ میں جو کچھ عالم غیب سے منکشف ہوا اُس سے مجھ کو آگاہی بخشئے۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا اے عزیز! آپ نے بہت مشکل کام کے لئے فرمایا اگر مجھ کو اطلاع دینگے تو آپ سے کہونگا۔ حضرت اس حال کے منتظر رہے۔ اتفاقاً ایک رات نماز تہجد سے فراغت کے بعد حضرت کے کان میں آواز آئی کہ اُس عالم سے کہو۔ کہ تو چالیس سال سے درس دے رہا ہے مگر اُس میں سے ایک بار بھی ہماری رضامندی کے لئے درس نہیں دیا۔ جب وہ مولوی حضرت خواجہؒ کی خدمت میں آئے تو آپ نے فرمایا کہ کل ہاتف غیب نے مجھ کو اس طرح اطلاع دی ہے۔ آپ کے اس کلام سے اس مولوی میں ایک جوش و خروش پیدا ہوا اور وہ بے ہوش ہو کر گر گئے۔ جب اُنہوں نے اس حالت سے افاقہ پایا۔ خواجہؒ کے فرمانے کی تصدیق کی کہ میں نے غور کیا ہے کہ بیشک یہ چالیس سال کا درس علوم محض جاہ طلبی اور نفس کے لئے تھا۔ اور آپ دلوں کے طبیب ہیں فرمایئے کہ کس طرح سے اس کا تدارک کروں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اب سے نفس کی خواہش پر مت چلو۔ اور حُبِّ جاہ کو ترک کرو۔ تاکہ تمہارا کام درست ہو جائے۔ اس مولوی نے حضرت کے ہاتھ پر بیعت

کی۔ اور آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہُوا۔ اور آپ سے تعلیم حاصل کی۔ اور چالیس رات اور دن اپنے کام میں مشغول رہا۔ اور کھانا پانی چھوڑ دیا۔ ایک چلّہ کے بعد اس نے عالمِ آخرت کا سفر اختیار کیا۔ اس کی شب وفات میں لوگوں نے اُس کو خواب میں دیکھا۔ اور پوچھا کہ اللہ تعالےٰ نے تیرے ساتھ کیا کیا۔ اُس نے کہا کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے بخشدیا۔ اور اپنی رحمت میرے حال پر شامل فرمائی جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ مسلمان جیئے اور مسلمان مرے تو اس کو چاہیئے کہ حضرت عبدالخالق قدس سرّہٗ کے دامن کو مضبُوط پکڑے۔ کیونکہ اُن کا طریقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا طریقہ ہے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت خواجہ قدس سرّہٗ کو لوگوں نے پہچانا۔ [1]

کرامت ۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں صدر سعید کی ارادت کا باعث یہ ہُوا کہ ایک روز اُنہوں نے اپنے علاقہ کے ایک شخص کو غجدوان بھیجا تا کہ اوقاف کو منبط کرے۔ اُس سرکردہ نے صبح کی نماز حضرت خواجہ کی مسجد میں ادا کی۔ اور تھوڑی دیر بیٹھا رہا اُس نے دیکھا کہ ایک درویش محراب میں سر جھکائے ہوئے بیٹھا ہے۔ اس اثنا میں ایک مسافر آیا۔ اور بلا سلام کئے آپ کے پیچھے بیٹھ گیا۔ اور تھوڑی دیر توقف کر کے چلا گیا۔ پھر ایک اور مُسافر آیا وہ بھی بلا سلام کے تھوڑی دیر بیٹھ کر چلا گیا۔ پھر ایک اور مسافر آیا اور بغیر سلام کے بیٹھ گیا۔ حضرت خواجہؒ نے مراقبہ سے سر اٹھایا۔ اور پوچھا کہ اب وہ چھت کیسی ہے مُسافر نے جواب دیا کہ تعمیر ہو رہی ہے۔ وہ شخص یعنی سرکردہ بیان کرتا ہے کہ میں بھی اس مسافر کے پیچھے باہر نکلا اور اُس سے پوچھا کہ یہ درویش کون ہیں اور تم لوگ کون ہو تم میں سے ہر ایک آتا ہے۔ اور بغیر سلام کئے بیٹھ جاتا ہے اور تھوڑی دیر کے بعد بلا سلام کئے اُٹھ جاتا ہے۔ اور تم نے بھی ایسا ہی کیا۔ مگر تم سے ان کی ملاقات کا اتفاق ہُوا۔ فرمایئے اس میں کیا راز ہے اُس مسافر نے کہا کہ ان شیخ صاحب کا نام خواجہ عبدالخالق ہے۔ یہ ہمارے پیر ہیں۔ اور اُستاد شام میں ہیں ملک شام میں جب ہم پر کوئی مشکل پیش آتی ہے تو ہم فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے ہیں۔ اور آپ کو دل سے سلام کرتے ہیں۔ اور دل سے ہی آپ سے سوال کو دریافت کرتے ہیں اور قلبی طریقہ سے سلام کا جواب اور مسئلہ کا حل آپ سے سُن لیتے ہیں۔ اور پھر چلے جاتے ہیں۔ سرکردہ نے کہا کہ چھت کے متعلق جو حضرت خواجہ نے پوچھا وہ کیا بات ہے مُسافر نے کہا کہ دمشق کی مسجد کی چھت

[1] رشحات: در ذکر خواجہ اولیاء کبیر۔

تھی۔ اُسی کے متعلق آپ نے پوچھا تھا۔ پھر وہ چلا گیا۔ اور صدر سعید سے سارا واقعہ
کیا۔ صدر نے کہا کہ افسوس ہے کہ ایسے اولیاء اللہ دنیا میں موجود ہیں اور ہم کو خبر نہیں۔ ایک
پروانہ لکھ کر اس لئے اُسی سرکردہ کے حوالہ کیا کہ اوقافِ غجدوان کا محاصل حضرت خواجہ کی خانقاہ میں لیجا کر
پہنچا دیا جائے محتسب نہایت فرحت اور خوشی کے ساتھ پروانہ لیکر حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر
ہوا۔ آپ نے اُس کو دیکھا اور پھر اُسی کے حوالہ کر دیا اور فرمایا کہ صدر سے کہو کہ آپ کی حکومت تو
اِن حدود کے اندر اندر ہے۔ اور میری حکومت مشرق سے مغرب تک ہے۔ مجھ کو اس کا قبول کرنا
نامناسب ہے۔ وہ سرکردہ صدر کے پاس واپس ہو گیا۔ اور پورا واقعہ بیان کیا۔ صدر حضرت خواجہ کے
نہایت نیازمندی اور ادب کے ساتھ معتقد ہوئے۔ اور آپ کے خدّام میں داخل ہوئے بلکہ اکثر ایسا
ہوتا کہ صدر سعید نماز صبح سے نماز چاشت تک حضرت خواجہؒ کی خدمت میں کھڑے رہتے۔ ایک
روز خادم نے خیال کیا کہ حضرت خواجہؒ کے مراقبہ سے فارغ ہونے میں ابھی دیر ہے۔ حالتِ مراقبہ میں
حضرتؒ سے اُس نے عرض کیا کہ صدر سعید بہت دیر سے آپ کی خدمت میں کھڑے ہوئے ہیں۔ حضرتؒ
نے فرمایا کہ ہم نے اس لئے توقف کیا تاکہ اُن لوگوں کا کفارہ ہو جائے۔ جو دن بھر صدر سعیدؒ کی خدمت
میں کھڑے رہتے ہیں؛

کرامت۔ بخارا میں ایک مجذوبہ عورت جس کا نام عائشہ دیوانی مشہور تھا۔ ہمیشہ بے پردہ
رہتی اور تمام دن بازار میں پھرتی۔ اُس سے لوگوں نے پوچھا کہ تو پردہ کیوں نہیں کرتی۔ اُس نے کہا کہ اس شہر
میں کون مرد ہے جس سے میں اپنے آپ کو چھپاؤں۔ ایک روز صبح کے وقت نانبائی کی دکان کے پاس سے
جا رہی تھی۔ تنور کا منہ کھلا ہوا اُس کو نظر آیا۔ پس تنور میں گر پڑی اور کہا کہ تنور کا منہ بند کرو۔ اس شہر میں
ایک مرد داخل ہو رہے ہیں اس سے چھپنا چاہتی ہوں۔ لوگوں نے تھوڑی دیر کے بعد تنور کا منہ کھولا اور
پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے اُس نے کہا کہ کپڑے لاؤ کہ میں پہنوں۔ پس اس کو کپڑے دیئے گئے پہن کر باہر
نکلی اُس کے جسم کے کسی ایک بال کو بھی ہرج نہ ہوا تھا۔ وہ نانبائی اور آگ سلگانے والے حیرت میں رہ گئے۔
پس اُنہوں نے معلوم کیا کہ یہ عورت ولیہ ہے۔ لوگوں نے اُس کو کہا کہ تجھ کو خدا کی قسم ہے جس نے تجھ کو آگ
میں محفوظ رکھا ہم کو بھی بتا کہ وہ کون شخص ہے۔ مجذوبہ نے کہا کہ میرے ساتھ چلو میں اس کو دیکھنے کے
لئے جا رہی ہوں۔ بالآخر وہ لوگوں کو اپنے ساتھ لیکر حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئی حضرت

اُسی وقت غجدوان سے داخل بخارا ہوئے تھے۔ حضرت خواجہ اُس کی تعظیم کیلئے اُٹھے۔ اور دونوں کے درمیان اسرار و معرفت کے متعلق کچھ گفتگو بھی ہوئی۔ جس کو وہی سمجھے پس وہ نانبائی اور آتش افروز حضرت خواجہ کے معتقد ہوگئے اور آپ سے ذکر کی تلقین حاصل کی اور تھوڑی مدت میں اپنے مقصد کو پہنچ گئے۔

کرامت۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ قدس سرہ اپنے احباب کے ساتھ زیارت بیت اللہ کے لئے تشریف لے جارہے تھے۔ اثناء راہ میں تھکن آپ پر ظاہر ہوئی۔ اور پیاس نے غلبہ کیا۔ ایک گہرے کنوئیں پر پہنچے۔ اُس پر ڈول اور رسّی موجود نہ تھی۔ آپ کے ہمراہی پست دل اور ناامید ہوئے حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ہم نماز میں مشغول ہیں تم اتنے میں پانی پی لو۔ اور طہارت کر آؤ۔ اصحاب نے آپ کا یہ ارشاد سنا تو سمجھ گئے کہ آپ کے کلام کی تاثیر سے پانی ضرور مل جائیگا۔ وہ پانی کی اُمّید پر کنوئیں پر آئے کیا دیکھتے ہیں کہ اُسی وقت حضرت خواجہؒ کے ارشاد کی برکت سے پانی کنوئیں کے مُنہ تک آ گیا ہے۔ سب نے پانی پیا۔ اور وضو کیا مگر ایک ہمراہی نے برتن پانی سے بھر لیا۔ اُسی وقت فوراً پانی کنوئیں کی تہ تک چلا گیا۔ اس واقعہ کو حضرت خواجہ سے عرض کیا گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم لوگ خدا کے حکم پر یقین رکھتے تو قیامت تک پانی کنوئیں کی تہ میں نہ جاتا۔[1]

کرامت۔ ایک مرتبہ عاشورہ کے دنوں میں لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت آپ کی خدمت میں حاضر تھی۔ آپ علم معرفت میں کچھ ارشاد فرما رہے تھے۔ اتنے میں ایک جوان زاہدوں کا سا لباس پہنے ہوئے۔ خرقہ پہنے اور جانماز کاندھے پر ڈالے ہوئے آپ کی خدمت میں آیا۔ اور ایک کونہ میں بیٹھ گیا۔ آپ نے اُس پر ایک نظر ڈالی اور اُس کو پہچان لیا اور اس کے کام کو پورا کر دیا۔ ایک ساعت کے بعد وہ جوان اٹھا اور اس نے کہا کہ اے خواجہ! حدیث میں آیا ہے کہ اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ۔ ڈرو مومن کی فراست سے کہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے؛ فرمایئے اس حدیث کا کیا مطلب ہے آپ نے ارشاد فرمایا اس کا یہ مطلب ہے کہ تو زُنّار کاٹ ڈال اور ایمان لا اُس نے کہا کہ ہرگز میرے پاس زُنّار نہیں ہے۔ آپ نے خادم کو اشارہ کیا خادم نے اس کے پاس جاکر خرقہ اس سے اُتار لیا۔ تو نیچے سے زُنّار نکلا۔ جوان نے اُسی وقت زُنّار کاٹ ڈالا اور خدا اور رسول کا قائل ہوکر مسلمان ہوگیا۔[2]

---

[1] کنوز الحقائق از امام عبدالرؤف مناوی بحوالہ عبدالرزاق ۱۲ [2] نفحات فارسی: ۳۴۰۔

کرامت۔ ایک روز ایک مسافر دُور سے آپ کی خدمت حاضر ہُوا اتنے میں ایک جوان نہایت حسین کمال عجز و تواضع سے آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور نہایت بے قراری اور بے چینی سے اپنے بارہ میں اُس نے دعا کی استدعا کی۔ آپ نے دستِ دُعا درگاہِ بے نیاز میں اُٹھایا۔ اور اُس کے لیئے دعا کی فوراً وہ جوان نظر سے غائب ہوگیا مُسافر اس واقعہ کو دیکھ کر متحیر ہُوا۔ اور اُس نے نہایت انکساری اور عاجزی سے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ جوان کون تھا۔ آپ نے فرمایا! کہ یہ ایک فرشتہ تھا۔ چوتھے آسمان پر اس کا مقام ہے کسی خطا کی وجہ سے اپنے مقام سے گرادیا گیا تھا۔ اور آسمانِ دنیا پر پھینکدیا گیا تھا۔ اُس نے دوسرے فرشتوں سے اپنا واقعہ بیان کیا۔ اور پُوچھا کہ اب کیا صورت ہو۔ اور کیا تدبیر کروں۔ جس سے اللہ تعالےٰ مجھ کو میرے پہلے مقام پر پہنچا دے۔ فرشتوں نے اُس کو میرا پتہ بتایا وہ میرے پاس آیا اور دعا کی استدعا کی مَیں نے دعا کی وہ دُعا قبول ہوگئی پھر وہ اپنے اُسی مقام پر عروج کر گیا۔[1]

کرامت۔ ایک مرتبہ آپ نے عالمِ کیف میں نظرِ دُور بین اور کشفِ یقین سے یہ رُباعی ارشاد فرمائی تھی۔

بر دوست مبارکیم بر دشمن شوم ۔ در جنگ چو آہنیم در صلح چو موم!
سر چشمۂ نور و غجدواں منزلِ ماست ۔ شمشیر دو رویہ میزنیم تا درِ رُوم

ترجمہ رباعی

دوست کے واسطے اچھا ہوں برا دشمن کو ۔ جنگ میں لوہا ہوں اور صلح میں مانند موم
نور کا چشمہ ہوں اور غجدواں منزل ہے مری ۔ دونو جانب سے ہے تلوار رواں تا درِ رُوم

لوگ اس رباعی کا مطلب سمجھنے میں حیران تھے۔ آپ کی وفات سے مدّتِ دراز کے بعد ۹۸۰ سنہ ہجری میں اہلِ سرقان کا سرکش لشکر ایک لاکھ خونخوار جنگی سوار کہ مضبوط پہاڑوں کو بھی اُن کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی دریائے جیحون کو عبُور کر کے ماوراء النہر میں آ پہنچا۔ اور فتنہ و فساد اور ملک کی غارتگری اور بندگانِ خدا کی خونریزی اُنہوں نے شروع کی۔ اور بخارا کے محاصرہ کا ارادہ کیا۔ اور یہ نیت کرلی کہ اگر فتح و نصرت حاصل ہو گی تو اولیا اہلِ سنت والجماعت کی درگاہوں کو جلا کر خاک سیاہ کرینگے۔ چونکہ اللہ تعالےٰ کو اُن کی بربادی

---

[1] نفحات : ۲۴۰۔

مدِ نظر تھی۔ انہوں نے سب سے پہلے غجدوان کا محاصرہ کیا جہاں حضرت خواجہ کا مزار پُرانوار ہے۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے سلطان نامور اُزبک کو جو لشکر ظفر اسلام کا بادشاہ تھا خواب میں بشارت دی کہ فتح و ظفر تمہارے ہاتھ رہیگی۔ سلاطین آپ کے مزار پُرانوار پر جمع ہوئے اور اس بارگاہ میں پناہ لے گئے اور باغیوں کے لشکر نے اُن پر حملہ کیا اور آپ کے مزار پر ہی جنگ شروع ہو گئی۔ اور بادشاہان ازبک نے باغیوں کے سرداروں کو حضرت خواجہ کی روحانیت کی مدد سے قتل اور پچاس ہزار سے زیادہ باغیوں کے لشکر کو تہ تیغ کیا۔ اس وقت آپ کی اس رباعی کے مضمون کا سرانجام معلوم ہوا۔ کیونکہ باغیوں کی یہ جماعت کنارۂ دریائے جیحوں سے روم تک قابض تھی اور حضرت خواجہ کی شمشیر دو رویہ سے مقتول ہوئے اور عالم میں ان کا نام و نشان باقی نہ رہا۔

قدس سرہ۔ جب آپ کی عمر اخیر ہوئی اصحاب اور احباب فرزند اور مرید آپ کے پاس جمع ہوئے آپ نے آنکھ کھولی۔ اور فرمایا دوستو! تم کو مبارک ہو کہ حضرت حق تعالےٰ مجھ سے راضی ہے اور رضامندی کی مجھ کو خوشخبری دی ہے۔ یہ سُنکر سب دوست احباب رونے لگے اور ہر ایک نے دُعا کی خواہش کی۔ آپ نے فرمایا کہ دوستو! تم کو مبارک ہو کہ حضرت حق تعالےٰ نے خوشخبری دی ہے کہ اس طریقہ کو جو لوگ اختیار کریں اور آخر تک اس پر قائم رہیں میں اُن سب کو بخش دونگا اور سب پر اپنی رحمت نازل کرونگا۔ پس بہت کوشش کرو اور ضرور اس پر قائم رہو۔ تاکہ اس طریقہ سے نہ گر جاؤ اور وعدۂ الہٰی سے مشرف ہو جاؤ۔ یہ ارشاد سُن کر سب لوگ جوش و خروش میں آگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آواز آئی کہ یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف آ کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے۔ (پ ۳۰ سورۃ الفجر) اصحاب نے دیکھا تو آپ رحلت فرما چکے تھے۔ یہ ۶۱۷ھ ہجری کا واقعہ ہے جیسا کہ قطعہ تاریخ سے ظاہر ہے ؎

خواجہ عبدالخالق آں قطب زماں ۔ غجدوانش بود زاد و موت نیز

گفت با او خیز جبّار عزیز

خیز چوں آمد خطاب او ز حق ۔ گشت تاریخ وفات خواجہ خیز ۶۱۷ھ

بعضوں نے آپ کا سن وفات ۶۱۶ھ لکھا ہے اور بعض نے ۶۱۵ھ، قول دوم کی بنا پر

اس فقیر نے اس محبوب ہمدانی کی تاریخ "یگانۂ وقت بود" نکالی ہے اور قول سوم کی بنا پر لفظ خواجہ سے تاریخ نکالی گئی ہے ؛

قدس سرہ - آپ کو بعد وفات کے لوگوں نے خواب میں دیکھا کہ عرش کے کنگرے پر ایک نور کے تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں - اور فرشتے آپ کی چاروں طرف جمع ہیں اور اللہ تعالے کا سلام آپ کو پہنچا رہے ہیں - ایک فرشتہ آپ سے پوچھ رہا ہے کہ کیا کوئی حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی آپ کو پہنچی ہے - جس پر آپ نے عمل نہ کیا ہو - حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ہاں مگر مجھ کو امید ہے کہ میرے بعد اس پر عمل کیا جائیگا - اُس نے پوچھا! کہ وہ کونسی حدیث ہے - آپ نے فرمایا کہ حدیث قدسی[1] اِنَا عِنْدَ الْمُنْکَرَۃِ قُلُوْبِھِمْ وَالْمُنْدَرِسَۃِ قُبُوْرِھِمْ میں اس حدیث کے آخری حصہ پر عمل نہیں کرسکا - لیکن میں اُمید رکھتا ہوں کہ میرے بعد اس پر عمل کیا جائیگا ؛

منقول ہے کہ آپ کی وفات کے زمانہ میں لوگ آپ کے ایسے معتقد تھے کہ اگر اجازت ہوتی تو آپ کی تربت کو سونے سے لیپ دیتے - چونکہ آپ کی مرضی نہ تھی اس لئے آپ کی تربت پر کوئی عمارت نہیں بنائی گئی اور نہ کسی کو اُس کی قوت اور جرأت ہو سکتی ہے ؛

تین خلفاء پوشیدہ نہ رہے کہ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہ کے علاوہ آپ کے تین خلیفہ اور تھے ایک خواجہ عبداللہ برقی قدس سرہ جو خوارزم کے رہنے والے ہیں - آپ عالم اور عارف اور صاحب مقامات و کرامات تھے - آپ کے بعض آباؤ اجداد برہ فروشی یعنی بکرے فروخت کرتے تھے اس لئے آپ کو برقی معرب برہ کا ہے - آپ کی قبر مبارک بخارا میں جگہ کے ایک ٹیلہ پر متصل مزار شیخ ابی اسحاق کلابادی قدس سرہ کے ہے[2] ؛

دوسرے خلیفہ خواجہ حسن اندقی ہیں - اندق ایک گاؤں ہے - شہر بخارا سے ایک فرسنگ کے فاصلہ پر آپ اپنے زمانہ کے شیخ تھے اور مریدین کی تعلیم اور مخلوق کو جناب باری کی طرف دعوت دینے میں طریقۂ پسندیدہ رکھتے تھے اور صاحب تصفیہ تھے اور عبادت و ریاضت میں ہمیشہ مشغول رہتے - اور آثار سنت کے پیرو تھے - آپ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہ کی صحبت میں برسوں رہے - اور آپ کے ساتھ

---

[1] حدیث قدسی - یعنی خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں اُن لوگوں سے نزدیک ہوں جنکے دل مخلوق سے بے تعلق ہیں اور انکی قبور مٹی ہوئی سی ہوں - [2] رشحات ؛

حجاز اور بغداد کا سفر کیا۔ آپ کی پیدائش ۴۶۶ھ ہجری میں ہوئی۔ اور آپ کی وفات ۵۵۲ھ ہجری میں تاریخ ۲۷ رمضان واقع ہوئی۔ آپ کی قبر بخارا میں بیرون دروازہ کلاباد ہے[1]۔

تیسرے[2] خلیفہ خواجہ احمد یسوی قدس سرہٗ ہیں آپ صاحب کرامات اور بڑے مراتب اور بزرگ مقامات وکمالات اور بلند برکات اور روشن درجات والے تھے۔ آپ کی پیدائش گاہ مقام یسی ہے جو ترکستان کے مشہور شہروں میں سے ہے۔ اور آپ کے سلسلہ کے مرید بھی اس مقام میں موجود ہیں۔ آپ اپنے لڑکپن کے زمانہ میں حضرت باب ارسلان کی نظر کیمیا اثر کے منظور تھے۔ اور حضرت رسالت پناہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک سے آپ کی تربیت وتعلیم میں مشغول ہوئے تھے آپ نے باب ارسلان کی صحبت میں بہت سی ترقیاں حاصل کیں۔ اور حضرت باب ارسلان کی وفات کے بعد اُن کے ارشاد کے مطابق بخارا میں تشریف لائے۔ اور آپ کا سلوک حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ کی صحبت میں پورا ہوا۔ اور آپ درجۂ کمال اور تکمیل کو پہنچے۔ اور آپ کی خلافت کی بنا پر آپ دعوت خلق اللہ میں مشغول ہوئے۔ جب اشارۂ غیب سے آپ کو بخارا سے سفر یسی کا ارشاد ہوا۔ تو آپ نے اپنے اصحاب کو حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ کی ملازمت میں رہنے کے لئے وصیت فرمائی۔ حضرت خواجہ احمد یسوی قدس سرہٗ مشائخ ترک کے پیر حلقہ ہیں۔ اکثر مشائخین ترک کا انتساب آپ ہی کی جناب سے ہے[3]۔

---

[1] رشحات: ۷۔ [2] رشحات ۸۔

حضرت خواجہ عارف ریوگری قدس سرہٗ

آپ کا انتساب اس طریقہ میں حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس سرہٗ سے ہے آپ حضرت خواجہ رح کے بڑے صاحب اور نامور خلیفہ ہیں۔ آپ کا مقام ولادت اور وفات ریوگر ہے۔ جو بخارا سے چھ فرسنگ کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے۔ ریوگر سے غجدوان ایک فرسنگ شرعی پر ہے[۱]۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ کی نسبت اور ارادت کا سلسلہ خلفاء حضرت خواجہ عبد الخالق قدس سرہ سے خواجہ عارف قدس سرہٗ تک پہنچتا ہے[۲]۔

خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس سرہٗ کے چار خلیفہ ہیں۔ ان میں سے ایک خلیفہ آپ ہی ہیں جو کارخانہ عرفان کے بادشاہ ہیں۔ دوسرے خواجہ احمد صدیق قدس سرہٗ۔ تیسرے خواجہ اولیاء کبیر قدس سرہٗ ہیں۔ چوتھے خواجہ سلیمان کرمینی قدس سرہٗ ہیں۔

خواجہ احمد صدیق قدس سرہٗ بخاری الاصل ہیں اور حضرت خواجہ عبد الخالق قدس سرہٗ کے بعد ان کی جگہ پر جانشین اور دعوتِ خلق میں مشغول ہوئے جب تک آپ زندہ رہے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے تمام خلفاء اور مریدین آپ کی اتباع اور موافقت میں کوشش کرتے رہے۔ جب خواجہ احمد صدیق قدس سرہٗ کا مقام صحراء قریہ مغیان میں جو شہر بخارا سے تین فرسنگ ہے وفات کا وقت پہنچا تو آپ نے تمام اصحاب کو خواجہ عارف قدس سرہٗ کی صحبت کیلئے وصیت فرمائی۔ خواجہ عارف رح اور خواجہ اولیاء کبیر بخارا میں حضرت خواجہ عبد الخالق قدس سرہٗ کی خلافت کی وجہ سے ہدایت خلق اللہ میں مشغول ہو گئے[۳]۔

مشہور ہے کہ خواجہ اولیاء کبیر نے بخارا کے بازار کی صرافوں کی مسجد میں ایک چلہ شغل نفی خواطر میں صرف کیا کہ اس چالیس رات دن میں کوئی خطرہ آپ کے قلب میں پیدا نہ ہوا۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ خواجہ اولیائے کبیر کے اس حال کو نہایت عجیب اور غریب فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ کہ طریقہ خواجگان قدس اللہ اسرارہم کے طریقہ کی تھوڑی مدت کی مشغولیت اس مرتبہ کو پہنچا دیتی ہے کہ ذکر کی آواز کانوں میں آنے لگتی ہے۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ یہ بھی فرماتے ہیں کہ خواجہ اولیا کبیر قدس سرہٗ

---

[۱] رشحات: ۴۲۔ [۲] رشحات: ۳۴۔ [۳] رشحات: ۳۸۔ [۴] رشحات میں "کومینی" ہے۔

ہے جو نفی خواطر کا جملہ مشہور ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ بالکل کوئی خطرہ ہی نہیں آتا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسا خطرہ نہیں آتا جو نسبت باطن کے مزاحم ہو جیسے پانی پر کچرہ کا رہنا پانی کے بہنے کو مانع نہیں ہو سکتا۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے حضرت خواجہ علاؤالدین غجدوانی قدس سرہٗ سے جو کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کے بڑے خلفا میں سے ہیں نقل فرمایا ہے کہ خطرے نسبت باطن کے مانع نہیں ہو سکتے۔ اور خطروں سے پرہیز کرنا باختیار طبعی دشوار ہے کہ ہم بیس سال تک نفی خطرات میں مشغول رہے مگر پھر بھی خطرہ آ گیا لیکن ٹھہرا نہیں فی الحقیقت خطروں کو روکنا نہایت ہی قوی کام ہے۔ ایک جماعت اولیاء کا یہ مسلک ہے کہ خطرہ اعتبار کے لائق چیز نہیں ہے مگر اس سے لاپروائی نہیں کرنی چاہیئے تاکہ قرار نہ پکڑ جائے کیونکہ اس کے قرار پکڑ لینے میں مجازی فیض میں رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں[1] مگر ہمارے مجدد صاحب قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ اگر بالفرض سالک کو عمر نوح (علیہ السلام) بھی میسر ہو جائے تو کسی طرح سے کوئی بھی خطرہ اس کے دل میں نہ گزریگا کیونکہ قلب کو ماسوا سے ایک ایسا نسیان حاصل ہو چکا ہے کہ اگر تکلف سے بھی غیر حق کی یاد اس کو دلائی جائے تو بھی وہ یاد نہ کر سکیگا۔

حضرت خواجہ سلیمان کرمینی قدس سرہٗ قول صحیح کی بنا پر حضرت خواجہ عبدالخالق کے چوتھے خلیفہ ہیں بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ آپ خواجہ عبدالخالق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے ہیں۔ مگر آپ کے سلوک کی تکمیل خواجہ اولیاء کبیر کی خدمت میں ہوئی۔[2] اسی بنا پر شرح وصایائے حضرت خواجہ عبدالخالق قدس سرہٗ میں مذکور ہے کہ جب خواجہ اولیاء کبیر نے بخارا میں وفات پائی تو آپ نے چار خلیفہ منتہی چھوڑے ایک خواجہ دہقان قلتی دوسرے خواجہ اولیا غریب تیسرے خواجہ سوگانؒ چوتھے خواجہ سلیمانؒ۔ یہ چار یار خواجہ اولیا کے طریقہ درویشی پر تھے۔ خواجہ اولیا کبیر کی وفات کے بعد خواجہ دہقان قلتیؒ ان کے جانشین ہوئے جب دہقان کا وصال ہو گیا تو خواجہ اولیاء غریب علیہ الرحمۃ ہدایت خلق اللہ میں مشغول ہوئے۔ ان کے بعد خواجہ سوگانؒ اور ان کے بعد خواجہ سلیمانؒ بلحاظ خواجہ اولیاء کبیر سے خلافت پانے کے مشغول ہدایت رہے آپ کے بعد خواجگان کے ارشادات اور مقامات کا سلسلہ شیخ سعیدالدین غجدوانی قدس سرہٗ مصنف کتاب "مسلک العارفین" کے تفویض ہوا۔

قدس سرہ۔ خواجہ سلیمان قدس سرہٗ سے لوگوں نے پوچھا کہ حدیث شریف میں جو وارد ہے

---

[1] رشحات: ۲۹ - [2] رشحات: ۳۱ -

کہ اَلْمُخْلِصُوْنَ عَلٰی خَطَرٍ عَظِیْمٍ مخلصین خطر عظیم پر ہیں، یہ خطرِ عظیم کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ اگر اس خطر سے مراد خوف ہوتا تو ضروری تھا کہ مصدر کے ساتھ حرف فی ہوتا حالانکہ حرف علیٰ ہے۔ یہ اس امر پر دلیل ہے کہ خطرِ عظیم کوئی بلند مقام ہے جو مخلصوں کے لئے مخصوص ہوگا جس کے لیے خوف لازم ہے کیونکہ جو چیز آفتاب سے نزدیک تر ہوتی ہے۔ اُسی قدر اُس میں حرارت آفتاب کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔

نزدیکاں رابیش بود حیرانی   ترجمہ: مقربوں کو حیرانی زیادہ ہوتی ہے۔

خواجہ سلیمان قدس سرہٗ کی قبر کرمینہ میں ہے۔ جو ایک قصبہ ہے اور بہت سے دیہات کو شامل ہے اور وہاں سے شہر بخارا تک گیارہ فرسنگ شرعی کی مسافت ہے[۱]۔

خواجہ عارف ریوگری قدس سرہٗ کی وفات ۶۱۶ھ ہجری یا ۶۱۷ھ ہجری میں ہوئی۔

---

[۱] رشحات: ۲۹ تا ۳۱۔

حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی قدس سرہٗ

آپ کا انتساب اس لطیف طریقہ میں خواجہ عارف ریوگری قدس سرہٗ سے ہے آپ خواجہ عارفؒ کے تمام اصحاب اور طلبہ میں افضل اور اکمل ہیں۔ عارف باللہ خواجہ عارف کا وقت جب اخیر ہوا تو آپ نے خواجہ محمود کو اپنا خلیفہ کیا۔ اور ہدایت خلق اللہ کی اجازت عطا فرمائی اور اپنے تمام مریدوں اور دوستوں میں سے آپ کو خلافت کے ذریعہ ممتاز فرمایا۔ آپ کا مقام ولادت موضع انجیر فغنی ہے جو علاقہ بخارا میں وابکن کا ایک گاؤں ہے اور وابکنہ ایک قصبہ ہے جو چند گاؤں اور مزروعہ زمینوں کا شامل ہے۔ اور شہر سے تین کوس پر واقع ہے آپ وابکن میں مقیم اور مخلوق کو ہدایت کرتے رہے۔ ممکن ہے کہ آپ نے اقتضاء زمانہ اور مصلحت وقت کی بنا پر طالبوں کو ذکر جہر کرنے کیلئے حکم دیا ہو۔ اس سلسلہ میں آپ پہلے شخص ہیں۔ جنہوں نے ذکر جہر شروع کیا۔[1]

حضرت خواجہ عبدالخالق اور حضرت خواجہ عارف قدس سرہما نے ذکر جہر نہیں کیا۔ خواجہ اولیاء کبیرؒ قدس سرہٗ نے خواجہ محمود انجیر فغنوی پر اعتراض کیا کہ اپنے پیر کے طریقہ کے خلاف ذکر جہر آپ نے کیوں اختیار کیا ہے۔ خواجہ محمودؒ قدس سرہٗ نے جواب میں فرمایا کہ مجھ کو حضرت پیر نے اخیر وقت میں یہ فرمایا کہ تم ذکر جہر کیا کرو۔

ذکر جہر کس کے لیے درست ہے

فدسیہ۔ مولانا حافظ الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے۔ اور حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ کے جدِّ اعلیٰ تھے۔ رئیس العلماء شمس الائمہ حلوائی قدس سرہٗ کے ارشاد سے ائمہ اور علماء وقت کی ایک جماعت کے ساتھ بخارا میں حضرت محمود انجیر فغنوی سے پوچھا کہ آپ ذکر جہر کس نیت سے کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تاکہ سویا ہوا بیدار ہو۔ اور غافل ہشیار ہو۔ اور راستہ پر آجائے اور شریعت و طریقت کی استقامت حاصل کرلے۔ اور توبہ و انابت کی حقیقت کی طرف جو ہر ایک نیکی اور نیک بختی کی اصل ہے رغبت کرے۔ مولانا نے فرمایا کہ آپ کی نیت صحیح ہے، اور آپ کے لئے یہ شغل مناسب ہے لیکن ذکر جہر کی ایک حد مقرر کیجئے تاکہ

---

[1] رشحات: ۳۳، ۳۴

حقیقت مجاز سے ممتاز اور بیگانہ یگانہ سے جُدا ہو جائے۔ حضرت خواجہ محمودؒ نے فرمایا کہ ذکرِ جہر اس شخص کے لئے درست ہے کہ جس کی زبان جھوٹ اور غیبت سے اور اُس کا حلق لقمۂ حرام اور مشتبہ سے پاک ہو اور اس کا دل صاف ہو ریا و سُمعہ یعنی لوگوں کے دکھانے اور سنانے اور اُس کا دماغ خالی ہو۔ غیر بارگاہِ الٰہی کی طرف توجہ کرنے سے ؛

درجہ خواجہ علی رامیتنی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ایک درویش نے حضرت خضر علیہ السّلام کی زیارت کی اور اُن سے پوچھا کہ اس زمانہ کے مشائخ میں ایسا کون بزرگ ہے جو استقامت کا مرتبہ رکھتا ہو۔ تاکہ دستِ ارادت سے اس کا دامن پکڑوں اور اُس کی پیروی کروں۔ حضرت خضر علیہ السّلام نے فرمایا کہ ان صفات کے بزرگ خواجہ محمود انجیر فغنوی ہیں خواجہ علی رامیتنیؒ کے بعض اصحاب نے کہا کہ وہ درویش خود خواجہ علی رامیتنی تھے۔ مگر اس وجہ سے اپنا نام نہ بتایا۔ کہ یہ نہ ظاہر ہو کہ آپ نے حضرت خضر علیہ السّلام کو دیکھا ہے[۱] ؛

کرامت ۔ ایک روز خواجہ علی رامیتنی قدس سرہٗ خواجہ محمود انجیر فغنوی قدس سرہٗ کے تمام اصحاب کے ساتھ قریہ رامیتن میں ذکر میں مشغول تھے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بڑا مرغ سفید رنگ کا اُڑتا ہُوا اِن سب کے سر پر سے گذر رہا ہے۔ جونہی وہ مرغ آپ کے سر پر سے گذرا فصیح زبان سے بول اُٹھا کہ، اے علی! مردانہ رہ ؟ ۔ سب ساتھی اس مرغ کو دیکھتے ہی اور اس کلمہ کو سنتے ہی بے ہوش ہو گئے۔ جب اُن کو افاقہ ہُوا تو خواجہ علی قدس سرہٗ سے پوچھا کہ ہم نے جو کچھ اس وقت دیکھا اور سُنا اُس کی حقیقت کیا ہے۔ خواجہ علی قدس سرہ نے فرمایا کہ خواجہ محمود انجیر فغنوی کو اللہ تعالیٰ نے وہ بزرگی عطا فرمائی ہے کہ آپ ہمیشہ اُس مقام میں۔ جہاں اللہ تعالےٰ نے موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہزاروں کلمات فرمائے ؛ پرواز کرتے ہیں۔ آپ اس وقت خواجہ دہقان قلتی جو خواجہ اولیاء کبیر کے پہلے خلیفہ ہیں۔ اُن کے سرہانے تشریف لے گئے تھے۔ کیونکہ اُن کی وفات قریب آ گئی ہے۔ اور خواجہ دہقاں نے جنابِ ایزدی میں دعا کی تھی کہ میرے اس اخیر وقت میں اپنے دوستوں میں کسی کو بھیج کہ اس وقت مجھ کو مدد پہنچے۔ اس لئے خواجہ محمودؒ کا حکم ہُوا تھا کہ خواجہ دہقان کے پاس تشریف لیجائیں اور اُن کے اخیر وقت میں اُن کی مدد کریں[۲] ؎

---

[۱] رشحات: ۳۴ - [۲] ایضاً

چہ خوش است آں زمانے کہ بکشود کار آخر　　کہ اجل ز در درآید تو بہ سر رسیدہ باشی

خواجہ محمود قدس سرہٗ کا مزار پُر انوار دابکن میں ہے خلق اللہ آپ کی زیارت کرتی ہے اور آپ کی قبر سے برکت حاصل کرتی ہے

حضرت خواجہ علی رامیتنی قدس سرہٗ

طریقت میں آں ولایت مآب کا انتساب حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی قدس سرہٗ سے ہے جب حضرت خواجہ محمودؒ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے خلافت کا کام خواجہ علی کے حوالہ اور اپنے تمام اصحاب کو آپ کے سپرد کیا۔ آپ کی پیدائش مقام رامیتن میں ہوئی جو ولایت بخارا میں ایک بڑا قصبہ ہے شہر سے دو کوس پر واقع ہے[۱]۔ آپ حضرت خضر علیہ السلام کے صحبت دار تھے۔ اور اُنہی کے ارشاد کی بنا پر حضرت خواجہ محمودؒ کے مرید ہوئے چنانچہ اس کا مختصر سا بیان ابھی گذر چکا ہے۔ آپ صاحب مقامات وکرمات اور مالک درجات وکمالات تھے۔ اتفاقات زمانہ کی وجہ سے قصبہ رامیتن سے شہر باورد میں تشریف لائے اور ایک مدت تک یہاں مقیم رہے۔ مخلوق کو خدا تعالیٰ کی طرف راہنمائی کرتے تھے اور خلق اللہ کے ارشاد وہدایت کا مشغلہ رکھتے تھے۔ پھر عوارض زمانہ سے باورد سے نکل کر شہر خوارزم میں آکر مقیم ہوئے۔ ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول رہتے تھے شہر خوارزم میں آپ کا کاروبار بہت بلند ہوا۔ آپ بہت کچھ اخلاق پسندیدہ اور اوصاف حمیدہ سے متصف تھے۔ بہت آدمی آپ کی مریدی اور نیازمندی میں داخل ہوئے[۲]۔ اہل خوارزم آپ کو خواجہ علی باوردی اور اہل بخارا شیخ علی رامیتنی اور صوفی آپ کو حضرت عزیزان کہتے ہیں کیونکہ اثنائے گفتگو میں آپ اپنے کو لفظ عزیزان سے تعبیر کر کے فرمایا کرتے تھے۔ کہ اسی وجہ سے آپ کو عزیزان کہتے ہیں[۳]

تین سوال قدس سرہٗ۔ شیخ علاؤ الدولہ سمنانی قدس سرہٗ حضرت عزیزان قدس سرہٗ کے ہم عصر تھے انہوں نے ایک درویش کو آپ کی خدمت شریف میں بھیجا۔ اور یہ تین سوال آپ سے کئے ایک یہ کہ آپ اور ہم آنے جانے والوں کی خدمت کیا کرتے ہیں۔ آپ دستر خوان میں تکلف نہیں کرتے اور ہم کرتے ہیں۔ مگر لوگ آپ سے راضی ہیں اور ہمارے شاکی اس کی کیا وجہ ہے۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ نے اس کا یہ جواب دیا۔ کہ احسان رکھ کر خدمت کرنے والے بہت ہیں اور اُن کا احسان اپنے اُوپر رکھ کر کرنے والے کم ہیں۔ کوشش کیجئے کہ دوسری قسم والے لوگوں میں آپ کا شمار ہو۔

---

[۱] رشحات: ۳۴،۳۵۔ [۲] تفصیل کیلئے دیکھئے رشحات: ۳۹۔ [۳] رشحات: ۳۵۔

دوسرا سوال یہ تھا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ کی تربیت خواجہ خضر علیہ السلام نے کی ہے۔ اس کی کیا حقیقت ہے، آپ نے اس کا جواب یہ دیا کہ حق سبحانہٗ کے بندے اُسی ذات کے عاشق ہیں جس کے خضرؑ عاشق ہیں۔

تیسرا سوال یہ تھا کہ ہم نے سنا ہے آپ ذکر جہر کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ ہم بھی سنتے ہیں کہ آپ ذکر خفی کرتے ہیں پس آپ کا ذکر بھی جہری ہوا کہ مسموع ہوا[۱]۔

ایمان کیا ہے

فائدہ۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ سے پوچھا گیا کہ ایمان کیا ہے آپ نے فرمایا کہ نکلنا (خودی سے) اور ملنا (حق سے)[۲]۔

فائدہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت منصور علیہ الرحمۃ کے سولی چڑھاتے وقت کوئی ایک شخص بھی خواجہ عبد الخالق قدس سرہٗ کے مریدوں میں سے موجود ہوتا تو منصور ہرگز دار پر نہ چڑھائے جاتے[۳]۔

ہم نشینی

فائدہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے ہم نشین رہو اگر خدا کی ہم نشینی نہیں کرسکتے ہو۔ تو اُس کے ہم نشین رہو جو خدا کی ہم نشینی رکھتا ہے۔ کیونکہ خدا کے ہم نشین کا ہم نشین خدا کا ہمنشین ہے ؎

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا ! گو نشین اندر حضور اولیا

دعا

فائدہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس زبان سے دعا کرو جس سے کوئی گناہ نہ کیا گیا ہو یعنی دوستان حق کے سامنے تواضع اور نیازمندی بجالاؤ تاکہ وہ تمہارے لئے دعا کریں[۴]۔

فائدہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ عمل کرے اور سمجھتا رہے کہ اس نے کچھ نہیں کیا اور وہ قصور مند ہے۔ اور چاہیئے کہ عمل کرنا پیر سے حاصل کرے۔

فائدہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر نیکوں کے پاس بیٹھے گا تو نیک ہو جائے گا۔ اور بدوں کے پاس بیٹھے گا تو بد ہو جائے گا۔

فائدہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ تو اگر ایسے شخص کے ساتھ بیٹھے جو خدا کی یاد کو تجھ سے بھلاوے تو تو جان لے کہ وہ انسانی شکل میں تیرا شیطان ہے ابلیس انسان ابلیس جن سے بدتر ہے۔ کیونکہ وہ پوشیدہ

---

[۱] نفحات : ۴۱۲۔ [۲] نفحات : ۴۱۲۔ رشحات : ۴۷۔ [۳] رشحات : ۴۷۔

وسوسہ ڈالتا ہے اور یہ ظاہر ہو کر ؎

باہر کہ نشستی و نشد جمع دلت ! وز تو نرمید زحمت آب و گلت،
زنہار ز صحبتش گریزاں میباش ورنہ نکند روح عزیزاں بحلت

(ترجمہ) جس شخص کے پاس آپ بیٹھیں اور اُس کی صحبت سے آپ میں دلجمعی نہ پیدا ہو۔ اور آب و گل کی کدورتیں دور نہ ہوں، اس شخص کی صحبت سے دور بھاگو ورنہ علی عزیزاں کی روح آپ کی اس غلطی کو معاف نہ کرے گی۔

یارِ نیک قدس سرہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ یار نیک کی صحبت کار نیک کی صحبت سے بہتر ہے کیونکہ نیک کام تم کو تکبّر اور پندار سے نہیں بچاتا۔ اور یار نیک تم کو صلاح و ثواب کا رستہ بتائیگا۔

خودی قدس سرہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ خودی والے کے پاس مت بیٹھو۔ جو شخص خودی سے پاک ہو اُس کے پاس بیٹھو۔

دُور والے نزدیک قدس سرہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے لئے دور والے نزدیک ہیں اور نزدیک والے دور۔ لیکن دور والے جو نزدیک ہیں وہ لوگ ہیں جو بظاہر بدن سے ہم سے دور ہیں اور دل و جان کے ساتھ ہم سے نزدیک ہیں۔ نزدیکانِ دور وہ لوگ ہیں کہ گو بظاہر ہماری صحبت میں ہیں۔ مگر دل و جان سے ہمارے ساتھ نہیں ہیں، بلکہ اُن کا دل و جان کاروبار دنیا اور حرص و ہوا میں مبتلا ہے۔ اگرچہ وہ بظاہر ہمارے ساتھ ہیں۔ مگر جان و دل اُن کا دوسری جگہ ہے ہمارے لئے دورانِ نزدیک بہتر ہیں نزدیکانِ دُور سے کیونکہ اعتبار دل و جان کی نزدیکی کا ہے۔ کہ آب و گل کی نزدیکی لائق اعتبار نہیں ہے۔ ؎

گر در یمنی کہ بامنی پیش منی : ور پیش منی کہ بے منی در یمنی

ترجمہ۔ اگر ملک یمن میں ہیں آپ مگر ہمارے خیال میں ہیں گویا کہ آپ ہمارے پاس ہیں اور اگر آپ ہمارے سامنے ہیں مگر ہمارے ہم خیال نہیں ہیں تو گویا یمن کے ملک میں ہیں۔

بالغ قدس سرہ۔ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ بالغ شریعت کون ہے اور بالغ طریقت کون۔ آپ نے فرمایا کہ بالغ شریعت وہ شخص ہے جس سے منی نکلے۔ اور بالغ طریقت وہ

شخص ہے جو منی یعنی خودی سے نکل جاتے۔ درویش نے آپکا یہ ارشاد سُن کر سر زمین پر رکھا۔ آپ نے فرمایا کہ زمین پر سر رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ جو چیز سر میں رکھتے ہو۔ یعنی خودی اس کو زمین پر رکھو۔

فقیر محتاج نہیں۔ قدس سرہ۔ آپ کے فرزند جانشین خواجہ ابراہیم قدس سرہ نے آپ سے پوچھا کہ اس کلمہ کے کیا معنے ہیں کہ فقیر خدا کا محتاج نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ فقیر اپنی حاجت کیلئے خدائے بزرگ و برتر سے سوال نہیں کرتا۔ کیونکہ خدائے عالم الغیب جب اُس کی حاجت کو جانتا ہے تو پھر اُس کو سوال کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

فقیر اور غنی قدس سرہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ غنا بے نیازی ہے یہ صفت اگرچہ مالداری کے مشابہ ہے مگر حقیقت میں بے نیازی فقیر کی صفت ہے کیونکہ بہت ممکن ہے کہ کوئی شخص فقیر کو کوئی چیز دے۔ اور وہ اس کو نہ لے۔ کیونکہ لینا اُس پر واجب نہیں ہے اور غنی اگر نہ دینا چاہے تو ممکن نہیں ہے کیونکہ دینا اس پر واجب ہے۔ بموجب آیت شریف وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ اور ادا کرو زکوٰۃ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ اور خرچ کرو اس چیز کو جو ہم نے تم کو بطور روزی کے دی ہے۔

فقر اور روسیاہی قدس سرہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ فقیر اگر ہاتھ میں کچھ نہ رکھتا ہو۔ اور دل میں کسی چیز کا خواہاں نہ ہو تو وہ فقیر اچھی صفات والا ہے۔ اور اگر وہ کہے کہ فقر میرا فخر ہے تو سچا ہے اور اگر فقیر ہاتھ میں کچھ نہ رکھتا ہو مگر دل میں کسی چیز کا خواہاں ہو تو وہ محلہ بھر کا فقیر ہے نہ کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا۔ اگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی کرنے والا ہوتا تو وہ نہ دل سے کسی چیز کا خواہاں ہوتا اور نہ زبان سے۔ اور اگر فقیر ہاتھ میں کچھ چیز رکھتا ہو۔ اور پھر اور کا طلب گار ہو تو وہ بری صفات والا فقیر ہے۔ جسکی نسبت اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْہِ "روسیاہی" ارشاد ہوا ہے۔ یہ اُسی کا مصداق ہے۔ اور حدیث شریف ہے۔ وَکَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا کہ فقر کفر تک لیجاتا ہے۔ اُسی کی شان میں آئی ہے۔

قدس سرہ۔ آپ کے فرزند ارجمند نے آپ سے پوچھا کہ یہ حدیث اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْہِ فِی الدَّارَیْنِ وَکَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا کہ فقیری دوجہان میں روسیاہی ہے اور فقر کفر سے قریب کرتا ہے۔ اس حدیث شریف کے کہ اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ فقر میرا فخر ہے، مخالف ہے۔

اس کی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا کہ وہ دونوں حدیثیں اس فقیر کی شان میں ہیں جو مخلوق کی طرف متوجہ ہو۔ یعنی وہ درویش جو فقر کو خلق پر ظاہر کرے۔ اور خلق سے کچھ چاہے۔ اور اپنے فقر کو آلۂ گدائی اور کمانے کا وسیلہ بنائے ؛

قدس سیرہ۔ یہ طریقہ حقیقت میں خدائے پاک کی شکایت ہے اور دنیا میں رسوائی ہے اور حق سُبحانہٗ کی شکایت کفر ہے اور روزِ آخرت کی رُوسیاہی ہے ؛

قدس سیرہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ فقیر کا ہاتھ غنی کے ہاتھ سے اونچا رہتا ہے۔ کیونکہ فقیر کا ہاتھ خدا کے ہاتھ کا نائب ہے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اَلصَّدَقَۃُ تَقَعُ فِی کَفِّ الرَّحْمٰنِ قَبْلَ اَنْ تَقَعَ فِی کَفِّ الْفَقِیْرِ [۱] صدقہ رحمٰن کے ہاتھ میں جاتا ہے فقیر کے ہاتھ میں جانے سے پہلے۔ اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ خدا کا ہاتھ اُن کے ہاتھ کے اوپر ہے ؛

سب کچھ پالیا

قدس سیرہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالےٰ بندہ سے خطاب کرے کہ اے بندے! ہم سے کچھ طلب کر تو بندگی کی شرط یہ ہے کہ بندہ خدا سے سوائے خدا کے اور کچھ نہ مانگے کیونکہ جس نے خُدا کو پایا اُس نے سب کچھ پالیا۔ اور جس نے سب کو پایا اور خدا کو نہ پایا۔ اس نے کچھ بھی نہ پایا ؎

گر کسے ہست در محبت چُست ۔۔۔ از خدا جز خُدا نخواہد جست

(ترجمہ) ، جو شخص کہ خدا کی محبت میں چُست ہے وہ خدا تعالےٰ سے بجز خدا کے کچھ نہیں مانگتا ؛

قدس سیرہ۔ آپ کے فرزند خواجہ ابراہیم قدس سرّہٗ نے آپ سے پوچھا کہ منصُور علیہ الرحمۃ نے کہا اَنَا الْحَقُّ میں حق ہوں اور بایزید علیہ الرحمۃ نے کہا کہ لَیْسَ فِی جُبَّتِیْ سِوَی اللّٰہِ۔ میرے جُبّہ میں سوائے خدا اور کچھ نہیں ہے اور یہ دونوں قول شرع شریف کے موافق نہیں ہیں پس منصُور رحمۃ اللہ علیہ کو کیوں ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا۔ اور اُن کی خاکستر کو ہوا پر اُڑایا گیا۔ اور بایزید سے کچھ نہ کہا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ فرق اس وجہ سے ہے کہ منصُور نے پہلے اپنی ہستی کو پیش کیا۔ اپنے قول انا سے اس لئے اُن کو اس کا اثر پہنچا۔ اور بایزیدؒ نے اپنی نیستی کو آگے کیا اور لفظ نہیں کہا اس لئے وہ

---

[۱] اس کو امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

سلامت رہے۔

قول سید۔ آپ فرماتے ہیں کہ عالم چالیس سال تک طالب علمی میں مشغول رہتا ہے۔ اور مدرسہ کی تکلیفیں برداشت کرتا ہے۔ اور استاد کی خدمت کرتا تعجب نہیں اُس کو کچھ مرتبہ حاصل ہوتا ہے اور عارف چالیس سال تک فقر و فاقہ میں گذارتا ہے اور اپنے نفس کو ریاضت اور مجاہدہ میں ڈالتا ہے اور بلاؤں اور محنتوں اور تکلیفوں میں خوش رہتا ہے۔ تاکہ خدا کی نظروں میں جگہ حاصل کرے۔ عالموں کو اُن کا علم عزت اور مرتبہ تک اور اہل فقر کو خدا تک پہنچاتا ہے۔ ہر درخت سے وہ میوہ نکلتا ہے جو اس میں مخفی ہوتا ہے۔ ع

از کوزہ ہماں تراود کہ درواست ترجمہ۔ ہر برتن سے وہی چیز ٹپکتی ہے جو اس میں ہے۔

قول سید۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر تو اگلی صف میں بیٹھے اور پچھلی صف والوں کے سے عاجزی کے خیالات رکھے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ پچھلی صف میں بیٹھے اور اگلی صف والوں کی تعلی کرے۔ یعنی اگرچہ تو اپنی بزرگی اور مخدومی کے سبب مسند صدر نشین پر بیٹھنے کے لائق ہے تیرے صفات خادموں کے سے ہوں۔ اور اپنے آپ کو اپنے دل میں سب سے کم درجہ شمار کرے تو وہ اُس سے بہتر ہے کہ تو پچھلی صف میں بیٹھے اور اپنے آپ کو مسند صدر نشینی کے قابل خیال کرے۔

قول سید۔ آپ فرماتے ہیں کہ بندہ خدا نہیں ہو سکتا۔ مگر خدا کی صفات سے متصف ہو جاتا ہے۔

تجرید قول سید۔ آپ فرماتے ہیں کہ جس شخص میں دلی تجرید کی صفت نہ ہو وہ کسی مراد کو نہیں پہنچتا۔ لوگوں نے آپ سے کہا کہ تجرید معنوی کس چیز سے حاصل ہو سکتی ہے آپ نے فرمایا کہ ایثار سے پھر کہا گیا کہ ایثار کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ فرمایا کہ بر یعنی نیکی کہا گیا کہ بر کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بر وہ ہے جس کا اللہ تعالٰے اس آیت میں ذکر فرماتا ہے۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ہرگز نہ پاؤ گے تم بہشت کو۔ یا دیدار الٰہی کو۔ یا شفاعت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یا مغفرت حق سبحانہٗ تعالےٰ کو جب تک کہ تم ان چیزوں کو خرچ نہ کرو۔ جن کو تم دوست رکھتے ہو۔

تَمَّ کَلَامُہٗ قُدِّسَ سِرُّہٗ۔ آپ کا کلام یہاں تک ختم ہوا۔

تجرید کی قسمیں واضح ہو کہ حضرت خواجہ کے کلمات کی شرح میں مذکور ہے کہ تجرید کی دو قسمیں ہیں۔ صوری اور معنوی۔ تجرید صوری کی بھی دو قسمیں ہیں اوّل یہ کہ کسی کے پاس ظاہرًا مال و اسباب اور ملک و منصب اور مرتبہ اور اسباب اور مکانات اور باغ اور غلام اور لونڈیاں اور اس قسم کی اور کوئی چیز موجود نہ ہو اور بظاہر وہ تعلقات دنیا سے آزاد ہو اور دل سے بھی وہ اُن میں سے کسی چیز کا خواہاں نہ ہو۔ پس یہ پہلی قسم تجرید صوری کی ہے۔ تجرید صوری کی دوسری قسم یہ ہے کہ اشیاء مذکورہ میں سے کوئی چیز اُس کے پاس نہ ہو مگر دل اس کا اِن چیزوں کا خواہشمند ہو ایسی تجرید کسی کو نفع نہیں دیتی ہے۔ بلکہ ایسی تجرید والا شخص گدائے محلّہ ہے اور وہ تجرید کہ درویش کے پاس کوئی چیز نہ ہو اور اُس کا دل بھی اشیا مذکورہ کا خواہشمند نہ ہو تو یہ اُس کو فائدہ مند ہے۔ اور اُس کو کشائش بخشے گی۔ اور بہت سے اسرار اُس پر منکشف ہوں گے۔ تجرید معنوی یہ ہے کہ آدمی کا باطن تعلقات دنیا سے خالی ہو۔ کبر و حسد بغض و کینہ تکلّف اور دکھلاوے جھوٹ اور غیبت خود بینی و خود آرائی بخل اور تکلیف دہی ظلم اور بداندیشی وغیرہ بُرے صفات سے خالی ہو۔ بلکہ اُس کا باطن تسبیح و تقدیس۔ رحم و شفقت علم و توکّل توحید و مراقبہ مجاہدہ و مشاہدہ اور ذکر و فکر طاعت و عبادت صدق و اخلاص اور محبت و ذوق وغیرہ نیک صفتوں سے متصف ہو۔ ایسی تجرید اس کو مقصود کا راستہ دکھلاتی ہے۔ جس کے بڑے بڑے نتائج ہیں۔ اور اگر کسی کے پاس املاک و اسباب اور منصب و مرتبہ و مال وغیرہ سب چیزیں ہوں مگر اس کا دل اُن چیزوں پر متوجہ نہ ہو۔ اور اُن چیزوں کی محبت سے اس کا دل خالی ہو۔ بلکہ اُن چیزوں کو وصول بقا کا آلہ اور فنافی اللہ کے حصول کا ذریعہ بناتا ہو۔ تو یہ بھی تجرید معنوی میں داخل ہے۔ چنانچہ بہت سے ایسے انبیاء اور اولیا گذرے ہیں کہ جن کے پاس بہت کچھ مال اور مرتبہ اور ملک و اسباب موجود تھے مگر اُن کے لئے یہی چیزیں قرب حق تعالےٰ اور رضائے حق جلّ شانہٗ کے حصول کا سبب ہو گئیں۔ چنانچہ منقول ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ستّر کتے سونے کے پٹے پہنے ہوئے تھے۔ جو آپ کی بکریوں کے چرواہے کے ساتھ بکریوں کی حفاظت کیا کرتے تھے۔ اب اِسی پر آپ کی دوسری ملکیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے آپ نے اُس تمام دولت کو راہِ خدا میں صرف کر دیا جس کے واقعات طویل ہیں۔

اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بھی ملک اور مال اور مرتبہ اور لشکر اور روئے زمین کی

سلطنت بھی۔ مگر آپ کو یہ تمام چیزیں کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکیں۔ کیونکہ اُن کو ان چیزوں سے ذرا بھی دل محبت نہ تھی اور خدائے عزوجل کی دی ہوئی چیزوں کو رد نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے تمام املاک اور اسباب کو آپ نے سعادت اُخروی کا ذریعہ بنا لیا۔

اور آپ بیت المال سے کچھ نہ لیتے تھے بلکہ آپ زنبیل بنکر اپنے کسی خادم کو بیچنے کے لیئے دیتے تھے۔ اور اس کی قیمت سے اپنی بسر اوقات کیا کرتے تھے۔ یہ امر اس پر دلیل ہے کہ آپ کے دل میں مال اور مرتبہ کی محبت نہ تھی۔

اسی طرح سکندر ذوالقرنین علیہ السلام کو بھی سلطنت اور دولت نقصان نہ پہنچا سکی۔ کیونکہ انہوں نے کسی چیز کی محبت کو اپنے دل میں راہ نہ دی تھی وہ اُن سب چیزوں کو خدا کی ملکیت سمجھتے تھے اس لئے اُنہوں نے درگاہِ حق تعالےٰ کا تقرب حاصل کیا۔

اسی طرح شیخ ابو سعید ابوالخیر قدس سرہٗ نہایت دولت اور حشمت والے تھے۔ اور بہت کچھ تکلفات رکھتے تھے۔ چنانچہ منقول ہے کہ آپ نے اپنے گھوڑوں کے نعل سونے کے بنوائے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ جو کچھ آپ نے کیا ہے عین اسراف ہے آپ نے جواب دیا کہ سونا بھی دنیا کی ایک چیز ہے اور دنیا کا پاؤں کے نیچے رہنا بہتر ہے۔

تجرید معنوی

مقصود اس تمام گفتگو کا یہ ہے کہ یہ انبیا اور اولیا جن کا ذکر ہم کر چکے ہیں بظاہر دنیادار تھے مگر تجرید معنوی اُن کو حاصل تھی۔ اِس لیئے اپنی مراد کو پہنچ گئے۔

حضرت عزیزان قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ جس کسی کو تجرید معنوی حاصل نہ ہو وہ کسی طرح مقصود کو نہیں پہنچ سکتا۔

صحت

قدس سرہ۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ سے کسی نے اس حدیث شریف کے معنی پوچھے۔ تُسَافِرُوا تَصِحُّوا وَاغْتَنِمُوا (سفر کرو صحت پاؤ گے اور اس کو غنیمت جانو) آپ نے ارشاد فرمایا کہ سفر کرو اپنی خودی سے وجودِ حق تعالےٰ کی طرف تو صحت پاؤ گے حوادث حدوث سے اور اُس کو غنیمت جانو۔ جب تم اپنے نفس کے عالم صحرا میں سفر کرو گے اور ہر مقام کی ہوائے لطیف حاصل کرو گے تو اپنے وجود کی صحت حاصل کر لو گے۔ پس شک اور شبہ کے مرض سے ریا اور مکاری حرص و امید بغض و کینہ حسد و نفاق بخل و کبر عجب و خود پسندی

خود نمائی و بد اندیشی آزار و ستم اور تمامی برے اخلاق کے رنجوں سے اس سفر کی وجہ سے رہائی پا جائیں گے۔

پس ایسی صحت کو غنیمت سمجھو اور عمر چند روزہ کو طاعت اور عبادت میں صرف کرو۔

مرد اور نامرد

قدسیہ ۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ سے کسی نے پوچھا کہ لوگ جو کہتے ہیں کہ مرد تین طرح کے ہوتے ہیں۔ پورا مرد، اور آدھا مرد، اور نامرد، اس کا مطلب کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پورے مرد کی صفت کو اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۔ وہ ایسے مرد ہیں جن کو خدا کی یاد سے تجارت اور خرید و فروخت غافل نہیں کر سکتی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی یہی حال وارد تھا جس کو آپ نے بیان فرمایا ہے کہ فَتَنَامُ عَيْنَايَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي[1] میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دل نہیں سوتا۔

آدھا مرد وہ ہے جس کے شغل میں ذکر قلبی کی بھی لذت آتی ہو۔ مگر وہ اتنی ہی بات پر قانع ہو گیا ہو۔ یعنی یہ کیفیت کہ جب تک اس کی زبان ذکر میں مشغول رہے اس کا دل بھی اُس ذکر سے لذت پاتا رہے۔ اور جب وہ ذکر کو چھوڑ دے تو دل بھی ذکر سے باز رہ جائے۔

نامرد وہ ہے جو منافق ہو۔ یعنی ذکر کرے۔ مگر خدائے تعالےٰ کے لئے نہ کرے۔

حکمت کے چشمے

قدسیہ ۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ سے پوچھا گیا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ[2] مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰهِ تَعَالٰى اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا ظَهَرَتْ يَنَابِيعُ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهٖ عَلٰى لِسَانِهٖ ۔ جو شخص چالیس دن صبح کو خالص خدا کے لئے پورے اعتقاد کے ساتھ دل سے بے غش و غل روح کی آگاہی اور یقین کی درستی اور پوری توجہ اور رجوع سے خدا تعالےٰ کے لئے عبادت کرے نہ کسی اور غرض سے تو حکمت کے چشمے اُس کے دل سے نکلکر اس کی زبان پر جاری ہو جائینگے۔ بہت لوگوں نے اس پر عمل کیا مگر کسی کو یہ بات حاصل نہ ہوئی۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ وہ لوگ اس راستہ میں سچے نہ تھے اور اُن کا مقصود چالیس صبح کی بیداری سے یہی تھا کہ حکمت کے چشمے اُن کے دل

---

[1] صحیح مسلم اور صحیح بخاری نے اس کو باسناد صحیح نقل کیا ہے ۱۲ [2] حصن حصین میں نقل کیا ہے۔ ۱۲

سے اُن کی زبان پر آجائیں۔ خالصاً خدائے تعالےٰ اُن کا مقصود نہ تھا۔ اس لئے اُن کا مقصد حاصل نہ ہوا؎

عہدِ الستُ فتد سیہ۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالےٰ نے روزِ ازل میں تمام آدمیوں کی ارواح سے خطاب کر کے فرمایا کہ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ؟ ارواح نے جواب دیا کہ بَلٰی! بیشک تو ہمارا رب ہے۔ پس قیامت کے دن جب تمام موجودات فنا ہو جائینگے سوائے ارواح اور اُن چیزوں کے جن کو اللہ تعالےٰ چاہیگا۔ اللہ تعالےٰ اس روز خطاب فرمائیگا۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ آج ملک کس کا ہے، اُس وقت کسی کو جواب دینے کی مجال نہ ہو گی۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ خود ہی جواب دے گا۔ کہ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ خدائے یکتا قہار کیلئے مملکت ہے حالانکہ چاہیئے تھا کہ جس طرح ازل میں ارواح نے قولِ الست کا جواب دیا تھا اسی طرح قیامت میں بھی جواب دے دیتیں۔ کہ خدائے واحد وقہار کیلئے حکومت ہے، وہ خاموش کیوں رہیں۔ حضرت عزیزانؒ نے جواب دیا کہ روزِ ازل تمام احکام شرعیہ کی تکالیف کے قرار داد کا دن تھا۔ اس لیئے ارواح نے بَلٰی کہا بخلاف روزِ آخرت احکام شرعیہ کی تکالیف کے اٹھا دینے اور ظہور حالات حقیقی اور مشاہدہ عالم کبریائی کی ابتدا کا دن ہے۔ اس کے علاوہ اپنے اعمال کی خجالت اور حیرت اور وحشت ایسی رہیگی کہ دم مارنے کی قدرت نہ ہو گی۔ اس لیئے اللہ تعالےٰ خود ہی ارشاد فرمائیگا کہ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ خدائے یکتا و زبردست ہی کے لیئے مملکت ہے؎

توجہ اور تحفہ فتد سیہ۔ ایک شخص حضرت عزیزان قدس سرہٗ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ آپ میرے حال پر توجہ فرمایا کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ بازار کو جاؤ اور ایک لوٹا خرید کر بطور تحفہ ہمارے پاس پیش کرو۔ اُس نے ایسا ہی کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جب اس لوٹے پر میری نظر پڑے گی تو تو بھی میرے پیش نظر ہو جایا کرے گا؎

چھلکا اور مغز فتد سیہ۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ کی خدمت میں ایک جماعت عقلمندوں کی حاضر ہوئی۔ اور آپ کی صحبت میں شریک ہوئی۔ اثناء کلام میں اُن میں سے ایک شخص نے کہا کہ علما چھلکا ہیں اور فقرا مغز۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مغز چھلکے کی حمایت سے

محفوظ رہتا ہے۔

حق سے ملنا قدس سرہ۔ ایک روز حضرت عزیزان قدس سرہٗ مراقبہ میں مشغول تھے اتنے میں ایک مدعی آیا اور اُس نے بطور امتحان کے آپ سے پوچھا کہ تصوف کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اکھڑنا اور ملنا یعنی غیر سے اکھڑنا اور حق سبحانہٗ تعالےٰ سے ملنا ہے

(۱) تا بر نکنی ز غیرِ حق دل! ہرگز نہ شوی بدوست واصل
(۲) بگسل ز علائق خلائق چندانکہ شوی بدوست لائق
(۳) چوں پاک شوی ز چرکِ دنیا بینی عقباتِ راہِ عقبیٰ!
(۴) ہر عقبیٰ کہ پیشِ تو بیاید دانی کہ دراں چہ چارہ باید!
(۵) چوں چارۂ کارِ خویش دانی خود را بخدا اتے خود رسانی

(ترجمہ) (۱) جب تک تو غیر حق سے اپنے دل کو برداشتہ نہ کریگا، ہرگز دوست سے واصل نہ ہو سکے گا۔

(۲) ۔ مخلوق کے تعلقات سے ٹوٹ تاکہ دوست کے ملنے کے لائق ہو۔
(۳) ۔ جب تو دنیا کی حرص سے پاک ہوجائیگا۔ تو تجھ کو راہِ عقبیٰ کی منزلیں نظر آئینگی۔
(۴) جب کوئی منزل تیرے سامنے آئیگی تو اس کی تدبیر کر سکے گا۔
(۵) جب تو اپنے چارۂ کار (تدبیر) کو جان لیگا۔ تو اپنے آپ کو خدا تک پہنچا سکے گا۔

بازاری قدس سرہ۔ ایک شخص نے راہِ انکار سے آپ کی شان میں کہا کہ عزیزان ایک بازاری ہے یعنی سوت کی خرید و فروخت کیلئے بازار میں پھرتا رہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یارِ عزیزان یعنی خدائے تعالےٰ کو زاری بہت پسند ہے۔ پس عزیزان کیونکر بازاری نہ بنے یعنی درگاہِ الٰہی میں زاری اور بکا اور درد و سوز و نیاز اور مسکینیٰ کی بڑی چاہت ہے

در خانۂ عشق سلطنت نیست جز درد و نیاز و مسکنت نیست
ہر کس کہ بود نیاز مند تر کارش ز ہمہ بود بلند تر!!

ترجمہ۔ عشق کے مقام میں سلطنت تو نہیں۔ اس میں سوائے درد و نیاز اور مسکنت کے اور

کیا ہے ، جو شخص جتنا زیادہ نیاز مند ہو۔ اسی قدر اس کا مرتبہ زیادہ بلند ہوتا ہے ؛

کرامت۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ شہر خوارزم میں شام کو سوت بیچنے والوں کے بازار میں جاتے تھے اور جن فقیروں کا سوت نہ بکتا تھا اُن کا سارا سوت خرید کر گھر لے آتے۔ اور چالیس گز کرباس[1] اس طرح سے بُن لیتے تھے۔ کہ خود گھر کے ایک کونہ میں بیٹھ کر مراقبہ میں مشغول ہو جاتے اور وہ چالیس گز کرباس بغیر اس کے کہ آپ کا ہاتھ لگے خود بخود تیار ہو جاتا تھا۔ جیسے کہ حضرت حسین بن منصور قدس سرہٗ کے بارہ میں منقول ہے۔ کہ آپ نے ایک نداف[2] کو اپنے کسی کام کے لئے بھیجا اور خود اُس کے گھر میں بیٹھے۔ اور آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ سب دانے روئی کے جُدا ہو گئے اُن کا اس کرامت کی وجہ سے حلاج یعنی نداف نام مشہور ہو گیا۔ اور اسی طرح حضرت عزیزان کا نساج لقب رکھا گیا؛

چنانچہ حضرت مولنا رومی قدس سرہٗ نے اشارہ کیا ہے ؎

گر نہ علمِ حال فوقِ قال بودے کے شدے بندہ اعیانِ بخارا خواجۂ نساج را

علمِ حال اگر قال سے بہتر نہ ہوتا تو سردارانِ بخارا خواجۂ نساج کی کس طرح غلامی اختیار کرتے ؛ ممکن ہے کہ اُس کرباس کو مردانِ غیب یا مسلمان جنات جو آپ کے مرید تھے یا فرشتے حکمِ الٰہی سے بُن دیتے ہوں۔ یا بغیر ان تمام اسباب کے وہ کپڑا بُنا جاتا ہو۔ جس کی حقیقت ہم نہیں جان سکتے ہیں۔ پس حضرت عزیزان قدس سرہٗ اُس کرباس کو بازار لے جاتے اور فروخت کرتے اور جو کچھ نفع اس سے حاصل ہوتا اس کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ایک حصہ علما پر صرف کرتے دوسرا حصہ فقرا پر تیسرا حصہ اپنے اہل و عیال پر۔

کرامت۔ حضرت سید اتا قدس سرہٗ حضرت عزیزان قدس سرہٗ کے ہمعصر تھے اور دونوں میں کبھی کبھی ملاقات ہوتی رہتی تھی شروع میں حضرت سید اتا کو حضرت عزیزان سے صفائی نہ تھی ایک روز سید اتا سے آپ کی جناب میں بے ادبی ہو گئی۔ اتفاقاً اُسی زمانہ میں ترکوں کی ایک جماعت صحرا کی طرف سے حملہ آور ہوئی اور سید اتا کے لڑکے کو قید کر کے لے گئی۔ سید اتا کو معلوم ہوا کہ یہ واقعہ اُس بے ادبی کی وجہ سے ہوا۔ جو حضرت عزیزان کی خدمت میں سرزد ہوئی ہے پس معافی چاہنے کے لئے

---

[1] ایک قسم کا کھردرا سوتی کپڑا۔ [2] روئی دھننے والا۔

آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت عاجزی کے ساتھ آپ کی دعوت کی اور قبولیت کے امیدوار ہوئے۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ نے آپ کی غرض پر آگاہ ہو کر اس کو قبول فرمایا اور دعوت میں اُن کے یہاں تشریف فرما ہوئے۔ اس مجلس میں سب بڑے بڑے علما اور مشائخ وقت موجود تھے حضرت خواجہ عزیزان قدس سرہٗ اُس وقت نہایت کیف کے عالم میں تھے۔ جب خادم نمک دان لایا اور دستر خوان بچھایا اُس وقت حضرت عزیزان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ عزیزان انگلی نمک دان میں نہیں ڈالیگا اور ہاتھ کھانے تک نہیں لیجائیگا جب تک کہ سیدانا کا فرزند دستر خوان پر حاضر نہ ہو جائے۔ پھر آپ نے تھوڑی دیر سکوت فرمایا۔ سب حاضرین آپ کے فیضان کلام کے ظہورِ اثر کے منتظر ہوئے اُسی وقت سیدانا کا فرزند گھر میں آپہنچا۔ یک بارگی مجلس میں شور بلند ہوا۔ اور لوگ حیران ہو گئے اور ترکوں کی جماعت کے فیصلہ سے اُس کی رہائی کی کیفیت دریافت کی اُس نے کہا کہ میں اس سے زیادہ نہیں جانتا ہوں کہ میں اس وقت جماعتِ ترکان کے ہاتھ قید تھا۔ اور وہ مجھ کو مقید کر کے اپنے ملک کو لیجا رہے تھے اور اب میں اپنے آپ کو آپ کے پاس دیکھ رہا ہوں تمام اہل مجلس کو یقین ہو گیا کہ یہ تصرف حضرتِ عزیزان کا ہے[1]۔

کرامت ۔ ایک روز ایک مہمان عزیز خواجہ عزیزان قدس سرہٗ کے مکان پر آیا۔ اور اُس وقت آپ کے گھر میں کھانے کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ اس لئے وہ مسافر بہت انتظار کر کے باہر نکلا۔ فوراً ہی ایک لڑکا جو کھانا فروخت کیا کرتا تھا اور وہ حضرت کے معتقدوں میں سے تھا ایک خوان لیکر پہنچا جو کھانے سے بھرا ہوا تھا۔ اور حضرت کی خدمت میں پیش کیا آپ کو اُس لڑکے کا اس وقت کھانا لے کر آنا نہایت پسند آیا۔ اور بڑی خوشنودی کا باعث ہوا۔ آخر کار مہمان کو کھانا کھلایا۔ پھر اس لڑکے کو طلب کر کے ارشاد فرمایا کہ نہایت پسندیدہ خدمت تجھ سے ادا ہوئی تیری جو مراد ہو وہ تو مانگ انشاء اللہ تعالےٰ پوری ہوگی۔ لڑکا نہایت عقلمند اور ہوشیار تھا۔ اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ ایسا ہو جاؤں جیسے کہ آپ ہیں۔ حضرت عزیزان نے فرمایا۔ کہ یہ نہایت مشکل امر ہے اور تجھ پر اس کا بارِ عظیم پڑ جائیگا جس کے کھینچنے کی تجھ میں طاقت نہیں ہے لڑکے نے بہت کچھ عاجزی کی اور کہا میری مراد اور میرا مقصد تو یہی ہے۔ اس کے سوا میری کوئی

---

[1] رشحات: ۳۸

آرزو نہیں ہے حضرت عزیزان نے فرمایا کہ ایسا ہی ہو جائے گا۔ پس آپ اُس کا ہاتھ پکڑ کر بالکل علیحدگی میں لے گئے اور آپ نے اس پر توجہ ڈالی۔ ایک ساعت میں حضرت عزیزان قدس سرہٗ کی تشبیہ اُس پر وارد ہوئی۔ اور وہ فوراً صورت و سیرت اور ظاہر و باطن میں حضرت عزیزانؒ کی طرح ہو گیا۔ اور بعینہٖ بلا کسی فرق کے مثل خواجہ عزیزان بن گیا۔ اس کے بعد کم و بیش چالیس دن تک وہ لڑکا زندہ رہا۔ بالآخر اس بارِ گراں کی طاقت نہ لا سکا۔ اور مر گیا۔[1]

کرامت۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ نے باشارۂ غیبی ولائیت بخارا سے خوارزم کا ارادہ فرمایا۔ اور آپ خوارزم کے شہر پناہ کے دروازہ پر پہنچکر ٹھہر گئے۔ اور دو درویشوں سے خوارزم کے پاس کہلا بھیجا کہ یہ فقیر آپ کے دروازہ پر آیا ہوا ہے۔ اور ٹھیرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اگر آپ کی مصلحت مانع نہ ہو تو شہر میں داخل ہو ورنہ واپس ہو جائے۔ اور ان درویشوں سے آپ نے یہ بھی فرما دیا تھا کہ اگر بادشاہ اجازت دے تو بادشاہ کی مُہر بھی بطور نشانی کے اس پر کرالاؤ۔ جب وہ فقیر بادشاہ کے پاس گئے اور جو کچھ حضرت عزیزانؒ نے فرمایا تھا بادشاہ سے کہہ دیا۔ تو خوارزم شاہ اور اس کے ارکان دولت ہنسنے لگے اور کہا کہ یہ درویش سادہ اور نادان ہیں۔ پس مذاق اور دل لگی سے حضرت خواجہ عزیزان قدس سرہٗ کی خواہش کے مطابق اجازت نامہ لکھ کر مُہر بادشاہی اُس پر ثبت کر کے درویشوں کے حوالہ کر دیا۔ وہ درویش اُس کو لے کر حضرت عزیزانؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بادشاہی فرمان پہنچایا۔ اُس وقت حضرت عزیزان قدس سرہٗ نے قدم مبارک شہر میں رکھا اور ایک گوشہ میں بیٹھ گئے اور طریقہ حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم کے شغل میں مشغول ہوئے۔

آپ صبح کے وقت مزدوروں کی تلاش میں اُن کے قیام گاہ پر جاتے اور روزانہ ایک دو مزدوروں کو گھر لے آتے۔ اور اُن سے فرماتے کہ پوری طرح وضو کرو۔ اور دوسرے وقت کی نماز تک ہمارے ساتھ رہو۔ اور ذکر کرو پھر اپنی مزدوری ہم سے لو۔ اور چلے جاؤ۔ لوگ نہایت شکریہ سے آپ کی صحبت کو قبول کرتے اور جب ایک روز اس طریقہ سے گذر جاتا۔ تو حضرت عزیزان قدس سرہٗ کے اثر صحبت اور کمال تصرف و کرامت سے اُن میں ایسے اوصاف پیدا ہو جاتے کہ آپ کی جدائی کی طاقت اُن میں نہ رہتی۔ تھوڑی مدت کے بعد اس ملک اور اطراف کے اکثر لوگ حضرت

---

[1] رشحات: ۳۹۔

کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ اور عالموں اور طالبوں کا اژدہام کثرت کے ساتھ آپ کی خدمت میں ہونے لگا یہ خبر خوارزم شاہ کو پہنچی کہ ایک شخص اس شہر میں ایسا ظاہر ہوا ہے کہ اکثر لوگ اس کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے ہیں۔ اور اسکی خدمت کے لئے ہر وقت مستعد رہتے ہیں۔ خوارزم شاہ کو خیال پیدا ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ اُس کے معتقدین کی کثرت اور اجتماع سے ملک میں کوئی خلل اور فتنہ پیدا ہو اور کوئی فساد ایسا برپا ہو جائے کہ جس کا پھر انسداد نہ ہو سکے۔ بادشاہ اس وہم میں گرفتار ہو کر حضرت کو شہر خوارزم سے نکال دینے کے درپے ہوا حضرت عزیزان قدس سرہٗ نے اُن دونوں درویشوں کو بادشاہ کا اجازت نامہ مہر شاہی سے ثبت کیا ہوا دے کر خوارزم شاہ کے پاس بھیجا اور کہا کہ ہم تمہاری اجازت سے اس شہر میں آئے تھے اگر تم اپنے عہد کو توڑتے ہو تو ہم ابھی یہاں سے چلے جائیں گے۔ بادشاہ اور اُس کے ارکانِ دولت اس واقعہ سے نہایت شرمندہ ہوئے۔ اور حضرت عزیزان قدس سرہٗ کی اس دور بینی کے معتقد ہو گئے۔ پس حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے مریدوں کے گروہ میں داخل ہو گئے[1]۔

کرامت۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ کے دو فرزند تھے ایک خواجہ محمد جو خواجہ خورد کے نام سے مشہور تھے۔ کیونکہ حضرت عزیزانؒ کے اصحاب حضرت عزیزانؒ کو خواجہ بزرگ کہتے تھے۔ اور خواجہ محمدؒ کو خواجہ خورد۔ دوسرے فرزند خواجہ ابراہیم جنہوں نے اپنے پدر بزرگوار کے مقامات کو ایک رسالہ میں جمع کیا اور اس کتاب میں اکثر واقعات اُسی کے منقول ہیں جب حضرت کا زمانۂ وفات قریب ہوا خواجہ ابراہیمؒ کو اجازت اور خلافت عطا فرمائی۔ بعض اصحاب کے دل میں خطرہ گذرا کہ حضرت کے بڑے فرزند کے ہوتے ہوئے جو عالم اور عارف ہیں خواجہ ابراہیم کو جو چھوٹے فرزند ہیں ہدایت خلق کیلئے کیوں پسند فرمایا گیا۔ حضرت عزیزان کو اُن کے اس خطرہ پر اپنی کرامت سے آگاہی ہوئی۔ اور ارشاد فرمایا کہ خواجہ محمد ہمارے بعد اتنا زندہ نہ رہینگے اور جلد ہی ہم سے ملاقات کریں گے۔ چنانچہ حضرت کے ارشاد کے مطابق واقع ہوا۔ چنانچہ حضرت عزیزانؒ کے انیس ۱۹ روز بعد خواجہ محمدؒ کی وفات بروز پیر وقت چاشت ۲۷ ذی الحجہ ستر سال کی عمر میں ۷۱۵ہجری میں ہوئی۔ اور خواجہ ابراہیم نے دو اٹھ سال بعد انہیں مہینوں میں ۷۹۳ ہجری میں وفات پائی۔ حضرت عزیزان کی عمر شریف ایکسو تیس سال ہوئی اور آپ کی

---

[1] رشحات: ۳۹، ۴۰۔

وفات بروز پیر بین الصلوتین ۲۸، ماہ ذی الحجہ ۷۱۵ ہجری میں ہوئی چنانچہ ایک عزیز نے آپ کی تاریخ وصال کہی ہے۔ ؎

هفت صد پانزده ز هجرت بود: | بست و هشتم ز ماهِ ذی القعده
کاں جنیدِ زمان و شبلیٔ عصر | زین جہاں رفت در پسِ پرده [۱]

آپ کی قبر مبارک خوارزم میں مشہور و معروف اور عوام و خواص کی زیارت گاہ ہے حقیر جامع حضرات القدس نے حضرت عزیزان کی دو تاریخ وصال اس طرح سے پائی ہیں:۔

(۱) وے سرگروہ صوفیہ بود (۲) بحر الاسرار بود۔

پوشیدہ نہ رہے کہ دوسرے خلیفہ خواجہ محمود انجیر فغنوی قدس سرہٗ کے میر حسین وابکنی ہیں اور ان کو میر خورد کہا جاتا ہے۔ خواجہ علی رامیتنی اور میر حسین وابکنی دونوں خواجہ محمودؒ کے خلیفہ تھے اور دونوں حضرت کی وفات کے بعد زندہ رہے۔ میر حسین قدس سرہٗ بھی اپنے زمانہ کے بڑے بزرگ تھے اور طالبانِ الٰہی اور احباب کے مرجع تھے اور میر خورد کی قبر قصبۂ وابکنہ میں ہے اور میر خورد میر حسین کے برادر بھی خواجہ محمود کے اصحاب سے ہیں۔ لیکن خلافت اور نیابت کا کام خواجہ علی اور میر حسین قدس اللہ اسرارہما کے سپرد تھا [۲]۔

---

[۱] رشحات: ۴۰، ۴۱ - [۲] رشحات: ۳۴-

حضرت خواجہ محمدؒ بابا سماسی قدس سرہٗ

حالات طریقت میں آپ کی نسبت حضرت عزیزان قدس سرہٗ سے ہے اور آپ انہی حضرت عزیزان کے وجود کے اکمل اصحاب اور خلفا سے ہیں۔ آپ کی جائے پیدائش اور جائے وفات قریہ سماس میں ہے جو علاقہ رامیتن میں ایک گاؤں ہے۔ اور رامیتن سے ایک کوس دور اور بخارا سے تین کوس[ء] پر واقع ہے۔ جب حضرت عزیزان کا وقت وصال قریب آیا تو آپ نے خواجہ بابا سماسیؒ کو اپنے اصحاب میں سے منتخب فرمایا اور اپنی خلافت اور نیابت کے لیے مستعد کیا۔ اور تمام احباب کو حضرت باباؒ کی پیروی اور صحبت کے لیے حکم[۱] دیا۔

حضرت بابا کی محویت اور استغراق کی یہ حالت تھی کہ آپ کا باغ جو قریہ سماس میں واقع تھا۔ اُس میں آپ کبھی جاتے تھے اور وہاں کے انگوروں کی شاخوں کو اپنے دست مبارک سے تراشتے تھے۔ تو غلبہ حال اور قوت غیبت کی وجہ سے اندازہ سے زیادہ آپ کا دست مبارک شاخوں پر جاتا۔ اور آپ پر بیخودی طاری ہو جاتی۔ یہ غیبت اور بے خودی ایک مدت تک رہتی تھی اور اس حالت سے افاقہ پانے کے بعد پھر آپ شاخ انگور کاٹنے میں مشغول ہو جاتے تھے۔ پھر وہی حالت اور کیفیت آپ پر غلبہ کرتی اور بے خود کر دیتی۔ اور متعدد بار اسی طرح سے ہوتا رہتا تھا۔[۲]

کرامت۔ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ حضرت خواجہ کے فرزند قبولی ہیں آپ شاہ نقشبند کی ولادت سے پہلے جب کوشک ہندوان[۳] سے گذرتے تو فرماتے کہ اس خاک سے

۱۔ رشحات: ۴۱۔ ۲۔ رشحات: ۴۲۔

ء۔ رشحات میں شرعی لکھا ہے۔ شرعی کوس چار ہزار قدم کا ہوتا ہے۔

۳۔ کوشک ہندوان کی بجائے بعض کتب میں قصر ہندواں بھی آیا ہے۔ اس سے وہ مقام مراد ہے۔ جو خواجہ نقشبند قدس سرہ کی جائے پیدائش ہے۔ کوشک اور قصر کے معنی محل کے ہیں اور ہندواں ہندو کی جمع معلوم ہوتی ہے اور فارسی زبان میں لفظ ہندو، راہزن، چور۔ اور ڈاکو کے معنے میں بھی آتا ہے۔ ممکن ہے یہاں یہی مراد ہو کہ خواجہؒ کی پیدائش سے پہلے وہاں اکثر لوگ اسی قسم کے رہتے ہوں اور اس وجہ سے

ایک مردِ خدا کی خوشبو آتی ہے۔ اور بہت جلد یہ کوشکِ ہندوان قصر بن جائیگا۔ جب یہ وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا کہ اب وہ خوشبو اور زیادہ ہوگئی ہے غالباً وہ مردِ خدا پیدا ہو گیا ہے اس وقت حضرت خواجہ نقشبندؒ کی ولادت کو تین روز گذر چکے تھے۔ آپ کے جدِ امجد آپ کو حضرت خواجہ بابا قدس سرہٗ کی نظرِ کیمیا اثر میں لیکر حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ہمارا فرزند ہے اور ہم نے اس کو اپنی فرزندی میں قبول کیا ہے۔ پھر آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہ وہی مردِ خدا ہے جس کی خوشبو ہم نے سونگھی تھی۔ اور عنقریب یہ لڑکا اپنے وقت کا مقتدا ہوگا۔ پھر آپ نے حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ میرے فرزند بہاؤالدین کی تربیت کرنے میں اگر تم کوئی کمی کرو گے تو میں تم کو معاف نہ کرونگا۔ خواجہ امیر کلال قدس سرہٗ فوراً اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور نہایت ادب سے ہاتھ سینہ پر باندھ کر عرض کیا کہ میں اگر ان کی تربیت میں کمی کرونگا۔ تو میں مرد نہیں ہوں ؎

کرامت۔ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب میری شادی کا زمانہ قریب آیا تو میرے جدِ بزرگوار نے مجھ کو حضرت باباسماسی قدس سرہٗ کی خدمت میں بھیجا تاکہ آپ کی قدم بوسی کی برکت سے یہ کام انجام کو پہنچ جائے۔ جب میں آپ کی خدمت میں اُٹھا اور آپ کی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھی اور سر سجدہ میں رکھا۔ اُس وقت میری زبان سے یہ نکلا۔ کہ اے خدا اپنی بلاؤں کے اٹھانے کی طاقت مجھ کو عطا فرما۔ اور اپنی محبّت کی محنت کی برداشت مجھ کو دے۔ جب میں صبح کو حضرت بابا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے فرزند یہ دُعا کرنی چاہیئے کہ اے خدا جو کچھ تیری مرضی ہو اس پر قائم رہنے کی اس بندہ ضعیف کو اپنے فضل و کرم سے توفیق عطا کر۔ اور خدائے بزرگ و برتر کی مرضی بھی یہی ہے۔ کہ بندہ بلاؤں میں مبتلا نہ ہو۔ اور اگر اللہ تعالےٰ اپنی حکمت سے اپنے کسی دوست پر کوئی بلا نازل کرتا ہے تو اُس کو برداشت کی

حضرت خواجہ باباسماسی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے قصرِ ہندواں فرمایا اور خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کی برکت سے وہ قصرِ عارفاں بن گیا ہے

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں ؎ جو ہو ذوقِ یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں۔

[1] نفحات: ۳۴۲۔ رشحات: ۴۱۔

طاقت بھی عطا فرماتا ہے اور اُسکی مصلحت کو بھی ظاہر کر دیتا ہے۔ اپنی خواہش سے بلا کو طلب کرنا مشکل ہے۔ اس لئے گستاخی نہیں کرنی چاہیئے۔[1]

کرامت :- حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ جس روز حضرت بابا میری دعوت کو قبول فرما کر میرے مکان کو تشریف لے چلے پہلے اپنے گھر سے کھانا طلب فرما کر تناول کیا اور ایک روٹی مجھے عطا فرمائی میرے دل میں خیال گذرا کہ یہاں سیر ہو کر کھانا کھا لیا ہے اور ابھی تھوڑی دیر میں ہم مکان پر پہنچ جائینگے۔ یہ روٹی کو حفاظت سے رکھو کام آئے گی۔ میں نے اُس کو حفاظت سے رکھ لیا۔ آپ روانہ ہوئے اور میں نہایت نیازمندی کے ساتھ آپکے ہمراہ ہو گیا۔ اثناء راہ میں میرے باطن میں کوئی کمی یا خطرہ پیدا ہوتا تو آپ فرماتے کہ باطن کی حفاظت کر۔ جب آپ باغ جوی مولیاں میں جاتے تو ایک عقیدتمند کے مکان پر آپ ٹھہرا کرتے تھے۔ اس بار بھی اپنی سابقہ عادت کے مطابق وہاں تشریف فرما ہوئے۔ اس مخلص نے نہایت بشاشت اور نیازمندی کا مظاہرہ کیا۔ آپ نے قیام فرمایا تو گھر والی بڑھیا کو بیقرار پایا کہ کبھی باہر جاتی ہے اور کبھی اندر۔ آپ نے فرمایا صحیح صحیح حال بیان کر! اس نے عرض کیا کہ دودھ کی ملائی تو اسوقت موجود ہے روٹی نہیں ہے ہر چند جستجو کر رہی ہوں دستیاب نہیں ہوتی۔ تاکہ روٹی اور دودھ آپکی خدمت میں حاضر کر سکوں۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ وہ روٹی دو کہ اس نیازمند کا دل مطمئن ہو۔ اے فرزند تم نے دیکھا کہ بالآخر وہ روٹی کام آئی۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے اسی طرح اور بھی کرامتیں راستہ میں مشاہدہ ہوتی رہیں۔ اور مجھ کو ان کرامتوں کے دیکھنے سے اور بھی آپ کے ساتھ اعتقاد بڑھتا گیا۔[2]

واضح ہو کہ حضرت عزیزان قدس سرہٗ کے خلفا میں حضرت بابا سماسی کے بعد ایک تو حضرت خواجہ خورد ہیں جو حضرت عزیزان کے بڑے صاحبزادہ تھے۔ جن کا بیان اوپر گذر چکا ہے اور دوسرے خلیفہ خواجہ محمد کلاہ دوز ہیں۔ جن کی قبر ولایت خوارزم میں ہے اور تیسرے خلیفہ محمد صلاح ہیں اور انکی قبر ولایت بلخ میں ہے اور چوتھے خلیفہ محمد باوردی ہیں۔ جن کی قبر خوارزم میں ہے۔[3] قدس اللہ اسرارہم۔

---

[1] نفحات : ۳۴۲ - [2] ایضاً - [3] رشحات : ۴۰، ۴۱

حضرت سید امیر کلال قدس سرہٗ

پیدائش ونسب اس صاحب ولایت کا انتساب حضرت بابائے سماسی قدس سرہٗ سے ہے آپ سید صحیح النسب[1] اور نہایت شریف اور نجیب خاندان سے تعلق رکھتے ہیں آپ کی پیدائش اور وطن کی جگہ سوخار ہے اور آپ کوزہ گری کا کام کرتے تھے۔ بخارا کی زبان میں کوزہ بنانے والے کو کلال کہتے ہیں۔

پہلوانی حضرت امیر کلال قدس سرہٗ ابتدا جوانی میں کشتی لڑا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت بابا سماسی کا گزر حضرت امیر کی کشتی کے اکھاڑہ پر ہوا۔ اور بہت دیر تک آپ معرکہ کشتی کو ملاحظہ کرتے رہے۔ حضرت بابا کے بعض اصحاب کے دل میں خیال آیا کہ بدعتیوں کے اس معرکہ کی طرف متوجہ ہونے کا کیا سبب ہے، حضرت بابا نے اس خطرہ سے آگاہ ہو کر فرمایا کہ اس معرکہ میں ایک مرد ہے۔ جس کی صحبت سے بہت سے لوگ درجہ کمال کو پہنچیں گے۔ اس پر ہماری نظر ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کو خود شکار کروں۔ اس اثنا میں امیر کی نظر خواجہ کے روئے مبارک پر پڑی اور حضرت خواجہ کے جاذبہ توجہ اور تصرف نے امیر کو مطیع کر لیا۔ وہاں سے پھر حضرت خواجہ روانہ ہو گئے اور امیر کلال بے طاقت ہو کر معرکہ کو چھوڑ حضرت خواجہ کے پیچھے پیچھے روانہ ہوتے جب حضرت خواجہ اپنے گھر پہنچ گئے تو حضرت امیر کو خلوت خاص میں لے جا کر طریقہ عالیہ کی تلقین فرمائی اور اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ اس کے بعد سے حضرت امیر کبھی کشتی کے دنگل میں اور بازاروں کی سیر کو نہیں گئے اور بیس سال تک ہمیشہ حضرت بابا کی خدمت میں حاضر رہے۔ ہفتہ میں دو بار پیر اور جمعرات کو قریہ سوخار سے سماس کو تشریف لے جاتے تھے اور حضرت بابا کی خدمت سے مشرف ہوتے۔ اور واپس آجاتے۔ ان دونوں گاؤں کا فاصلہ پانچ کوس ہے۔ آپ اس آنے جانے کی مدت میں حضرت خواجگان قدس اللہ اسرارہم کے طریقہ میں

---

[1] آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے کہ سید شمس الدین خواجہ امیر کلال بن امیر حمزہ بن امیر یعقوب بن اسمٰعیل بن غوث بن عبدالمنان بن قیام الدین ابن رکن الدین بن نورالدین بن عبدالخالق بن علیم اللہ بن شیخ نقابن عبدالوہاب بن شمس الدین بن ابو اسحاق بن ابوالحسن بن صدرالدین بن حامد ابن محمود بن احمد بن عبدالقادر بن حسین احمد بن قاسم بن زین العابدین ثانی بن محمد صالح بن امام جواد بن امام علی موسیٰ رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن حضرت فاطمۃ الزہرا و حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین۔

اس طرح مشغول رہتے کہ کوئی شخص مطلع نہ ہو سکے یہاں تک کہ آپ نے حضرت خواجہ کی تربیت میں تکمیل اور ارشاد کی دولت کو حاصل کر لیا۔ حضرت امیر کی صحبت کی دولت سے چار شخص مرتبہ تکمیل سلوک اور جلالت کو پہنچے آپ کے تمام مریدوں کی تعداد ایک سو چودہ یا اس سے زیادہ تھی[1]۔

کرامت: حضرت امیر کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جب آپ پیٹ میں تھے۔ اگر اتفاقاً کبھی مشتبہ لقمہ میرے پیٹ میں چلا جاتا تو سخت درد پیدا ہوتا تھا۔ جب یہ کیفیت کئی بار گزری تو میں سمجھ گئی کہ اس درد کا سبب یہ بچہ ہے جو حمل میں ہے۔ اس کے بعد میں کھانے میں بہت احتیاط کرنے لگی اور اس کی ولادت کی منتظر رہی[2]۔

کرامت: اسی زمانہ میں جب حضرت امیر کلالؒ نوجوانی میں کشتی لڑتے تھے۔ آپ کے ارد گرد معرکہ اور ہنگامہ ہوا کرتا تھا۔ ایک روز اثنا کشتی میں ایک شخص کو خیال پیدا ہوا کہ یہ سید زادہ صحیح النسب کشتی کیوں لڑتے ہیں اور زور آزمائی کرتے ہیں۔ جو اہل بدعت کا طریقہ ہے۔ اس کو وہیں اکھاڑہ میں نیند آ گئی۔ کیا دیکھتا ہے کہ قیامت برپا ہے اور وہ خود سینہ تک کیچڑ اور مٹی میں پھنس گیا اور مضطرب ہے اتنے میں حضرت امیر کلال آئے اور اس کے دونوں بازو پکڑ کر آسانی کے ساتھ اس کیچڑ میں سے نکال لائے۔ جب وہ شخص خواب سے بیدار ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہم زور آزمائی اسی دن کے لئے کرتے ہیں[3]

واضح ہو کہ حضرت خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہٗ کے فاضل و کامل تین خلیفے حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کے علاوہ اور بھی ہوتے ہیں۔ جو حضرت بابا سماسی کے بعد سالکوں اور مریدوں کی ہدایت و تربیت میں مشغول رہے۔ ایک خواجہ صوفی سوخاری مولد و مرقد قریہ سوخار ہے۔ جو شہر بخارا سے دو فرسنگ کے فاصلہ پر ہے۔ دوسرے خواجہ محمود سماسی جو خواجہ بابا کے فرزند تھے۔ تیسرے مولانا علی دانش مند قدس اللہ اسرارہم۔

آپ کی وفات بروز جمعرات بتاریخ ۸، جمادی الاوّل ۷۷۲ ہجری بوقت نماز فجر ہوئی۔ مزار شریف قصبہ سوخار میں ہے۔

---

[1] رشحات ۴۳ [2] رشحات ۴۲ (کرامت ہمارے قلمی نسخہ میں نہیں۔ ت) [3] رشحات ۴۲، ۴۳

حضرت خواجہ محمد بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ

نسبت اس مرکزِ دائرۂ قطبیت کا بظاہر حضرت امیر کلال قدس سرہٗ سے انتساب ہے مگر حقیقتاً آپ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کے اویسی فیض یافتہ ہیں۔ اور اسی سردار سلسلہ خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی روحانیت سے آپ کی تربیت باطنی ہوئی۔[1]

حضرت امیر کلال نے اپنے آخر وقت میں اپنے تمام مریدوں کو حضرت خواجہ کی پیروی کرنے کے لئے حکم دیا تو انھوں نے عرض کیا کہ خواجہ بہاؤالدین ذکر جہری میں آپ کی متابعت نہیں کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ خواجہ صاحب پر جو کچھ گزرتا ہے۔ وہ حکمت الٰہی پر مبنی ہے ان کا اس میں کچھ اختیار نہیں ہے۔ پھر آپ نے یہ مصرعہ پڑھا

مصرع ؎ اے ہمہ تو من کیم چنانکہ دانی داری

یعنی جو کچھ ہے سو تو ہی تو ہے میں کیا چیز ہوں۔ جیساکہ تو مناسب جانتا ہے رکھتا ہے۔

اور فرمایا کہ تم نے خلفا خواجگان کا یہ کلام نہیں سنا کہ اگر تجھ کو بغیر تیرے باہر نکالیں تو تو خوف مت کر اور اگر تو خود باہر نکلا ہے تو تو خوف کر۔[2]

ولادت حضرت خواجہ[3] کی جائے پیدائش و وفات قصر عارفان ہے جو بخارا سے ایک کوس پر ایک گاؤں ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ماہ محرم ۷۱۸ھ ہجری میں ہوئی۔ زمانہ لڑکپن سے ولایت کے آثار اور کرامت کے انوار آپ کی جبیں مبارک سے ظاہر و آشکار تھے۔[4]

خواجہ بابائے سماسی قدس سرہٗ نے آپ کے ظہور کی بشارت آپ کی پیدائش سے پہلے دی تھی، اور آپ کی ولادت کے بعد آپ کو اپنی فرزندی میں قبول فرمایا اور آپ کی تربیت سید امیر کلال قدس سرہٗ کے حوالہ کی جیساکہ اوپر بیان ہوا۔[5]

ذکرِ خفی چونکہ حضرت خواجہ معاملات میں حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ کی طرف سے عزیمت پر عمل کرنے کے لئے مامور تھے جیساکہ آگے آئے گا۔ اس لئے آپ نے ذکر خفی اختیار کیا۔ اگرچہ

---

[1] نفحات ۳۴۵، رشحات ۵۴ [2] رشحات ۵۵ [3] آپ سادات عظام میں سے امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ (عمدۃ المقامات صد ۱۳۳) [4] رشحات : ۵۴ [5] رشحات ۵۴

[6] رشحات صد ۵۳ میں ولایت کا سال ۷۱۸ھ درج ہے اور یہ سن خواجہ عزیزاں کی وفات کا ہے۔

بزرگان سلسلہ خواجہ محمود فغنوی کے زمانہ سے سید امیر کلال کے زمانہ تک ذکر خفی کو ذکر جہری کے ساتھ جمع کرتے رہے لیکن جونہی مریدان حضرت امیر کلال ذکر جہری شروع کرتے۔ جناب خواجہ حلقہ ذکر سے اٹھ جاتے۔ آپ کا یہ طرز عمل حضرت امیر کلال کے مریدوں کو ناگوار گزرتا۔ چنانچہ آپ کی خدمت میں شکایت کی گئی کہ خواجہ آپ کا اتباع اور اطاعت نہیں کرتے۔ مگر حضرت امیر کی توجہ اور التفات حضرت خواجہ کی طرف بڑھتی جاتی تھی اور حضرت خواجہ بھی امیر کی خدمت گزاری میں کوئی دقیقہ ادب کا اٹھا نہ رکھتے تھے۔ اور ہمیشہ سر تسلیم حضرت امیر کے آستانہ ارادت پر رکھتے تھے اور آپ کی پیروی کرتے تھے۔[1]

تربیت

ایک روز حضرت امیر قدس سرہٗ نے اپنے تمام چھوٹے بڑے مریدوں کے مجمع کثیر اور جم غفیر میں جو تقریباً پانچ سو آدمی مسجد اور جماعت خانہ کی تعمیر کے لئے قریہ سوخار میں جمع ہوئے تھے ارشاد فرمایا کہ اے دوستو! میرے فرزند خواجہ بہاؤ الدین کے بارے میں تم بدگمانی کرتے ہو تم نے اس کو پہچانا نہیں۔ ہمیشہ خدائے پاک کی نظر خاص اس کے شامل حال ہے۔ اور خدا تعالےٰ کے بندوں کی نظر حق سبحانہٗ کی نظر کے تابع ہے اور ان کے حال پر میرا زیادہ نظر کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے۔ پھر آپ نے حضرت خواجہ کو طلب کر کے فرمایا کہ اے میرے فرزند بہاؤ الدین میں حضرت خواجہ بابا سماسی قدس سرہٗ کی وصیت جو تمہاری بابت انہوں نے فرمائی تھی کہ جیسے میں نے تمہاری تعلیم و تربیت کی ہے، تم بھی میرے فرزند بہاؤ الدین کی ویسی ہی تعلیم و تربیت کرنا اور اس میں کچھ کمی نہ کرنا۔ میں نے پوری پوری تعمیل کی۔ پھر آپ نے سینہ بے کینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے تمہارے لئے اپنے پستان کو خشک کر لیا۔ اب تمہاری روحانیت کا مرغ بشریت کے انڈے سے باہر نکل گیا ہے۔ مگر تمہاری ہمت کا مرغ بہت بلند پرواز واقع ہوا ہے۔ اب تم کو اجازت ہے کہ جہان سے خوشبو تمہارے دماغ میں پہنچے ترک[2] و تاجک سے طلب کرو اور اپنی ہمت کے مطابق طلب کرنے میں کوئی کمی اور کوتاہی نہ کرو۔[3]

ولایت خاصہ کی انتہا

ہمارے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے تحصیل جذبہ خواجگان قدس اللہ اسرارہم کے بعد اوپر کے سلوک کی طرف رجوع کیا اور اس سلوک کو نہایت تک پہنچایا۔ اور فنائی اللہ و بقا باللہ سے مشرف

---

[1] رشحات: ۵۴ [2] رشحات: ۵۴، ۵۵ [3] وہ شخص جو عرب میں پیدا ہوا اور ایران میں پرورش پا کر بڑا ہوا۔ تاجک بمعنی تاجر بھی خیال کیا جاتا ہے۔

ہوتے اور یہ مرتبہ ولایت کا ہے پھر آپ مقام شہادت پر گئے جو ولایت سے بالا ہے۔ اس مقام کو مقام ولایت سے وہی نسبت ہے جو تجلی صوری کو تجلی ذاتی سے۔ اس کے بعد آپ نے مقام صدیقیت پر جو مقام شہادت سے اوپر ہے، نسبت مذکور کے ذریعہ سے عروج فرمایا اور مقام صدیقیت کی انتہا تک پہنچے اور باوجود ان درجات کمال اور تکمیل حاصل کر لینے کے آپ معیت ذاتیہ کے راہ سے گئے۔ جس سے حضرت امیر المومنین علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہٗ غیب ہویت تک پہنچے ہیں اور آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے رنگ میں اس نقطہ نہایت میں فنا ہوتے۔ اور حضرت غوث الثقلین قدس سرہٗ بھی اس راہ سے نہایت النہایت تک پہنچے اور اسی میں فنا حاصل کی ہے اور اس میں مستہلک ہونا ولایت خاصہ محمدیہ (علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ) کی انتہا ہے۔

صحبتِ اولیاءؒ حضرت خواجہ سات سال تک مولانا عارف قدس سرہٗ کے ساتھ رہے ہیں۔ جو حضرت امیر کلال علیہ الرحمۃ کے خلیفہ تھے اور حضرت امیر کلال نے حضرت خواجہ سے برسوں پہلے ان کو تربیت دی تھی اور صاحب تصرف و کرامت تھے۔ اور آپ ان کی صحبت میں بطور متابعت اور تعظیم کے رہے ہیں اور بہت دیر آپ قثم شیخ اور خلیل اتا قدس اللہ اسرارہما کی خدمت میں بھی حاضر رہے اور بارہ سال تک آپ نے شیخ اتا کی صحبت میں عمر بسر کی۔ دوبارہ سفر حجاز کو تشریف لے گئے اور ہرات میں آکر خاص مولانا زین الدین ابی بکر تاببادی قدس سرہٗ کی ملاقات کے لئے تاباد تک گئے اور تین روز تک ان کی صحبت میں رہے۔ خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ کو معہ تمام ہمراہیوں کے باوَرد کے راستہ سے نیشاپور کی طرف بھیج دیا۔ پھر آپ نیشاپور سے حجاز کو روانہ ہوئے اور واپس ہمراہیوں سے آن ملے۔ واپسی میں چند روز شہر مرو میں رہے۔ پھر بخارا میں تشریف لائے اور پھر آخر عمر تک بخارا ہی میں رہے[1]۔

نقش بند جس وقت آپ حضرت خواجہ مولانا زین الدین کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے تو صبح کی نماز کے بعد مولانا اوراد جہریہ میں مشغول ہوئے اور حضرت خواجہ بھی آکر بیٹھ گئے مولانا نے فرمایا کہ اے خواجہ ہمارا نقش بھی باندھو۔ یعنی ہمارے حال پر توجہ فرمائیں۔ حضرت خواجہ نے بطور تواضع کے جواب دیا کہ ہم خود نقش بننے کے لئے آئے ہیں۔ اس کے بعد مولانا آپ کو مکان پر لائے اور آپ کی ضیافت کی۔ اور دونوں کی باہم بڑی صحبت رہی۔ تین دن تک آپ نے ان پر توجہ فرمائی۔ غالباً اسی روز

---

[1] رشحات ۵۵ قلمی نسخہ میں "بادر" ہے اور رشحات میں "باورد" درج ہے۔

سے آپ کا لقب نقش بند ہوا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ چونکہ آپ کی پہلی ہی صحبت میں ماسوا کا نقش سالک کے دل سے مٹ جاتا ہے۔ اس لئے آپ نقشبند کے لقب سے مشہور ہوئے ہوں۔ اور چونکہ نقش بند صورت بنانے والا اور پیدا کنندہ کے معنی میں بھی آیا ہے۔ اس لئے کہ جس وقت صفتِ تکوین آپ کو عنایت ہوئی ممکن ہے کہ خطاب نقش بند بھی بارگاہ رب العزت سے آپ کو سرفراز ہوا ہو۔ چنانچہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول جو اس آیت میں وارد ہوا ہے کہ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ اے رب دکھا دے مجھ کو کہ تو مردہ کیونکر زندہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تو ابھی ایمان نہیں لایا (حضرت ابراہیم علیہ السلام) نے کہا کہ میں ایمان تو لایا ہوں مگر دیکھنا چاہتا ہوں تاکہ میرا قلب مطمئن ہو جائے۔ مراد اس اطمینان قلب سے یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مظہر صفت احیاء و تکوین بننا چاہتے تھے۔[1]

حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ نے اپنی کتاب فتوح الغیب میں بعد ذکر فنا کے جو احوال اولیاء و ابدال کی انتہا ہے، فرمایا ہے کہ ثُمَّ یَرِدُ اِلَیْہِ التَّکْوِیْنُ فَیُکَوِّنُ مَا یَحْتَاجُ اِلَیْہِ بِاِذْنِ اللّٰہِ تَعَالٰی پھر اس پر صفت تکوین وارد ہوتی ہے۔ پس پیدا کرتا ہے جس چیز کو کہ چاہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے یَا ابْنَ اٰدَمَ اَنَا اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا اَقُوْلُ لِشَیْءٍ کُنْ فَیَکُوْنُ یَعْنِیْ اِنِّیْ اَجْعَلُکَ تَقُوْلُ لِشَیْءٍ کُنْ فَیَکُوْنُ اے ابن آدم میں خدا ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے جب میں کسی چیز کو کہتا ہوں کہ "ہو جا"، تو وہ ہو جاتی ہے۔ یعنی میں تجھ کو ایسا بنا دینا چاہتا ہوں کہ جب تو کسی چیز کے واسطے "ہو جا"، کہے تو وہ ہو جائے۔

قدرت اولیاءؒ

اکابر اولیاء کے قرار دادہ امور میں سے یہ بات ہے کہ بعض عارفوں کو اس امر کی قدرت دی گئی ہے کہ وہ جو چاہتے ہیں پیدا کر دیتے ہیں مگر عارف کے پیدا کئے ہوئے اور خدا کے پیدا کئے ہوتے میں فرق یہ ہے کہ عارف کا پیدا کیا ہوا عالم شہادت میں اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک عارف کی توجہ عالم مثال یا عالم شہادت میں اس کے ساتھ باقی رہتی ہے اور جب توجہ جدا ہو جاتی ہے تو وہ موجود بھی معدوم ہو جاتا ہے۔

حضرت خواجہ نقش بند قدس سرہٗ سے زندہ کرنے، مارنے اور پیدا کرنے کی خوارق اور کرامتیں بہت

---

[1] رسالہ انسیہ: ۳۹

سی واقع ہوئی ہیں۔ چنانچہ ان کا بیان آگے آئے گا۔

معمولات خواجہ نقشبند

حضرت خواجہ کے اعمال، اوراد، نوافل کے بارہ میں حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں اس طرح بیان کیا ہے۔ کہ آپ تہجد کی نماز بارہ رکعتیں چھ سلام سے پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ نماز حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض رہی ہے اور آخر میں نفل ہو گئی ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ ہمیشہ فرض رہی نفل نہیں ہوئی اور مقام محمود کا وعدہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادائے نماز تہجد سے وابستہ تھا۔ جب آپ خواب سے بیدار ہوتے تھے تو وہ دعائیں جو بیداری کے وقت کے لئے مروی ہیں پڑھتے پھر تھوڑی دیر استغفار میں مشغول ہو جاتے اس کے بعد مراقبہ میں مصروف ہو جاتے اور اگر کچھ رات زیادہ باقی رہتی تو آپ قبلہ کی طرف منہ کر کے تکیہ لگا کر بیٹھ جاتے تھے۔ اس کے بعد نیا وضو کر کے صبح کی سنتیں اور فرض ادا کرتے اور وہ دعائیں پڑھتے جو مسجد کے راستہ اور مسجد میں داخل ہونے کے لئے مروی ہیں ـــــــ اس کے بعد مریدوں کے ساتھ مراقبہ میں مشغول ہوتے یہاں تک کہ آفتاب نکل آتا۔ اس وقت دو رکعت نماز ادا کرتے۔

نمازِ اشراق واستخارہ

کیونکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ فِي جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللّٰهَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهُ كَاَجْرِ حَجَّةٍ وَّعُمْرَةٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَامَّةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ[1] جو شخص صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے اور خدا کا ذکر کرتا ہوا بیٹھا رہے یہاں تک کہ آفتاب نکل آئے اور پھر دو رکعت پڑھے۔ تو اس کو ایک حج اور پورے عمرے کا ثواب ملے گا۔ اس کے بعد آپ پھر دو رکعتیں بہ نیت استخارہ ادا کرتے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ یَا ابْنَ اٰدَمَ اِرْكَعْ لِيْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ اَوَّلِ النَّهَارِ اَكْفِكَ اٰخِرَهٗ اے آدم کی اولاد میرے لئے دو رکعتیں شروع دن میں ادا کر تو میں آخر دن تک تیرے لئے کفایت کروں گا۔ اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ مَنْ قَعَدَ فِيْ مُصَلَّاهُ حِيْنَ يَنْصَرِفُ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيِ الضُّحٰى لَا يَقُوْلُ اِلَّا خَيْرًا

---

[1] مشکوٰۃ، باب الذکر بعد الصلوٰۃ، الفصل الثانی، رواہ الترمذی ج ۲ بالکل انہی الفاظ کے ساتھ چار رکعت والی حدیث مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ الضحیٰ میں موجود ہے۔ شاید حدیث کی کسی کتاب میں دو رکعت کا ذکر بھی ہو جیسا کہ مصنف نے درج کیا ہے واللہ اعلم

غُفِرَلَہٗ خَطَایَاہُ وَاِنْ کَانَتْ اَکْثَرَ مِنْ زَبَدِ الْبَحْرِ[1] جو شخص صبح کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد جانماز پر بیٹھا رہے یہاں تک کہ دو رکعتیں پڑھ لے اور سوائے نیک بات کے اور کچھ نہ بولے تو اس کی خطائیں بخش دی جائیں گی اگرچہ سمندر کی جھاگ سے زیادہ ہوں۔ اور بعض علماء نے آیت وَاِبْرَاھِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی (اور ابراہیم کہ جو احکام پورے بجالایا پ ۲۷ ع ۶) کی تفسیر میں لکھا ہے یعنی نماز اشراق ادا کرتے تھے۔

جب آفتاب بلند ہو جاتا اور زمین گرم ہو جاتی۔ تو آپ نماز چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھتے، کبھی آٹھ کبھی چار اور کبھی دو بھی پڑھتے کیونکہ ان میں سے ہر ایک عدد کے بارہ میں احادیث وارد ہیں۔ اور تفسیر آیۂ فَاِنَّہٗ کَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا (تو بے شک وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے (پ ۱۵ ع ۳)) کے بارہ میں کہا گیا ہے کہ مراد اس سے نماز چاشت ہے۔ اس نماز کا وقت اس وقت ہوتا ہے جب کہ سنگ ریزے گرم ہو جائیں اور آپ چھ رکعتیں نماز مغرب کی سنتوں کے بعد تین سلام سے ادا فرماتے تھے۔[2]

روزہ اور نماز

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ ہمارا روزہ ماسوائے اللہ کی نفی ہے اور ہماری نماز کَاَنَّکَ تَرَاہُ (خدا کا دیدار ہے) چنانچہ یہ رباعی آپ ہی کی ہے ؎

تا روئے تو دیدہ ام من اے شمع طراز ۔۔۔ نے کار کنم نہ روزہ دارم نہ نماز

چوں با تو بوم مجازِ من جملہ نماز ۔۔۔ ور بے تو بوم نمازِ من جملہ مجاز

ترجمہ: جب سے میں نے تیرا دیدار کیا ہے نہ کوئی کام ہو سکتا ہے نہ صوم و صلوٰۃ کی ادائیگی تیرا دیدار ہی میری نماز ہے۔ جبکہ تیرے بغیر میری نماز بھی مجاز کے سوا کچھ نہیں۔

مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شہود کے حصول اور مقصود تک واصل ہو جانے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بارگاہ کے لائق کوئی عبادت ادا نہیں ہو سکتی بمصداق آیہ شریفہ مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ (اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہیے تھی پ ۷ ع ۱) اس کی تعظیم کما حقہ بجا نہیں لائی جاسکتی ہے۔[3]

حقیقتِ اخلاص

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ حقیقت اخلاص فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے جب تک بشریت غالب ہے میسر نہیں ہو سکتی اور یہ رباعی ارشاد فرمائی ؎

---

[1] مشکوٰۃ شریف، باب الضحیٰ، الفصل الثانی، رواہ ابو داؤد۔

[2] حضرت خواجہ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ انسیہ میں خواجہ نقش بند قدس سرہ کے معمولات تفصیل سے تحریر فرماتے ہیں۔ اگر شوق ہو تو وہاں سے مطالعہ فرمائیں [3] رسالہ انسیہ: ۳۶، ۳۷

ساقی قدحے کہ نیم مستیم　　مخمور صبوحی الستیم
مارا تو زما رہاں کر تاما　　با خویشتنیم بت پرستیم

ترجمہ:- یوں تو ہم شرابِ الست سے پہلے ہی سے مخمور ہیں مگر ایک جام ساقی اور دے تاکہ ہم بالکل بے خبر ہو جائیں۔ ہمیں ہماری خودی سے چھڑائے کہ جب تک ہم اس قید میں پھنسے رہیں گے۔ خدا پرستی سے دور رہیں گے۔

فضل و عمل قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ درویش دو قسم کے ہوتے ہیں بعض ریاضتیں اور مجاہدے کر کے نتائج مانگتے ہیں اور بالآخر پا لیتے ہیں اور اپنی مراد کو پہنچ جاتے ہیں اور بعض فضلی ہیں جو محض فضلِ خدائے بزرگ و برتر کے امیدوار رہتے ہیں اور طاعت و ریاضت کی توفیق کو بھی اسی کا فضل و کرم سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ جلد اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اَلْحَقِیْقَۃُ تَرْکُ مُلَاحِظَۃِ الْعَمَلِ لَا تَرْکُ الْعَمَلِ (اصل بات یہ ہے کہ نیک کاموں کا گھمنڈ نہ کرے نہ یہ کہ نیک کاموں کو ترک کر دے)۔ شیخ الاسلام ہروی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ عمل نیک کو مت چھوڑو۔ مگر اس کو قیمتی چیز مت جانو۔[۱]

بے صفتی قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ فضلِ الٰہی سے مجھ کو مقامِ بے صفتی میں پہنچ کر بیس برس گزر گئے۔

تا در صفتیم جملہ ماتیم ہمہ　　چوں رفت صفت عین حیاتیم ہمہ[۲]

ترجمہ: جب تک کہ ہم کسی صفت کے پابند ہیں کچھ نہیں ہیں۔ جب یہ بات نہ رہے، سب کچھ ہیں۔

ایک مدت تک دو باریک بین عقلمندوں اور تیز نگاہ والوں کے ساتھ ہمراہی کا اتفاق رہا۔ مگر وہ ہم کو ہمارے مقام کو باوجود بڑے میل ملاپ، محبت اور اخلاص کے پہچان نہ سکے۔ کیونکہ بندہ جب بے صفتی کو پہنچتا ہے تو اس کا پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے۔ خاص کر رسمی درویشوں کے لئے۔

مردان رہش بہمت دیدہ روند　　زاں در راہ او ہیچ اثر پیدا نیست[۳]

ترجمہ: مردانِ خدا دید کی ہمت سے سلوک کی منزلیں طے کرتے ہیں۔ جب کہ اس میں ان کی خودی کا ایک شمہ بھی باقی نہیں رہتا۔

خصوصیت طریقہ نقشبندیہ قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ جب میں کعبہ شریف کے سفر سے واپس آیا تو ملک طوس میں پہنچا۔ خواجہ علاؤ الدین معہ

---

[۱] رسالہ النسیہ: ۲۷ مطبوعہ مجتبائی　[۲] رسالہ النسیہ: ۳۵، ۳۶　[۳] رسالہ النسیہ: ۳۶
[۴] رسالہ النسیہ: ۲۷

اپنے مریدوں اور معتقدوں کے بخارا سے ہمارے استقبال کے لئے آئے تھے۔ اور شاہ معزالدین حسین والئے ہرات کا ایک خط ایک قاصد کے ذریعے سے ہمیں پہنچا۔ خط کا مضمون یہ تھا:

"میں شرف ملاقات سے مشرف ہونا چاہتا ہوں اور میرا آنا مشکل ہے"

پس بحکم اس آیت کے وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ سائل کو مت جھڑکو اور بمقتضا اس کے اِذَا رَاَیْتَ لِیْ طَالِبًا فَکُنْ لَهٗ خَادِمًا جب تو میرے کسی طالب کو دیکھے تو اس کا خادم بن جا ہم ہرات کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب ہم بادشاہ کے پاس پہنچے تو فقرا کی مراسم تعظیم کی ادائیگی کے بعد صحبت منعقد ہوئی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کیا آپ کو درویشی بطور سجادگی کے آپ کے بزرگوں سے پہنچی ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا کیا آپ سماع سنتے ہیں؟ اور ذکر جہر کرتے ہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ بادشاہ نے کہا درویشی توان ہی کاموں کو کہتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ ان میں سے کچھ بھی نہیں کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ خدا تعالےٰ کا جذبہ عنایت بیغایت جب مجھے پہنچا تو اس نے بلا ریاضت کے مجھے قبول فرمالیا۔ میں بہ اشارہ الٰہی حضرت خواجہ عبدالخالق عجدوانی قدس سرہٗ کے سلسلہ میں داخل ہوگیا اور اس طریقہ کے بزرگوں سے فیض پایا۔ ان کے طریق میں ان چیزوں میں سے کچھ نہ تھا۔ بادشاہ نے پوچھا ان کے طریقہ میں کیا ہوتا ہے۔ میں نے کہا وہ ظاہر میں مخلوق کے ساتھ رہتے ہیں اور باطن میں حق کے ساتھ رہتے ہیں۔ اس نے کہا کیا ایسا ہو سکتا ہے۔ میں نے کہا ہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ مردان خدا وہ ہیں جن کو تجارت اور خرید و فروخت خدا کے ذکر سے غافل نہیں کر سکتی (پ ۱۸ ع ۱۱) میں نے کہا خلوت میں شہرت اور شہرت میں آفت ہے۔ ہمارے حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم کا ارشاد ہے کہ "خلوت در انجمن اور سفر در وطن اور ہوش در دم اور نظر بر قدم" پھر میں نے کہا کہ وہ حضور اور ذوق جو ذکر بلند اور سماع میں پیدا ہوتا ہے وہ ہمیشہ نہیں رہتا۔ مگر وقوف قلبی کی مداومت جذبہ تک پہنچاتی ہے۔ اور جذبہ سے مقصود حاصل ہوتا ہے ؏

گرمی مجوی الا از آتش درونی[1]

ترجمہ: گرمی اندرونی آگ کے سوا اور کسی چیز سے مت حاصل کر

ذکر خفی کی حقیقت

ذکر خفی کی حقیقت وقوف قلبی سے میسر ہو سکتی ہے اور وہ مقام حاصل ہوتا ہے کہ خود دل بھی نہیں جانتا کہ وہ ذکر میں مشغول ہے۔ اکابر طریقت

---

[1] رسالہ انسیہ ۲۸، ۲۹

کا ارشاد ہے کہ خود اگر قلب کو اس کا علم باقی رہے کہ وہ ذکر کر رہا ہے (یعنی محویت نہ ہو) تو جان لے تو کہ وہ ابھی غافل ہے۔ آیت کریمہ میں ارشاد ہے وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً ذکر کر تو پروردگار کا دل میں زاری اور خوف کے ساتھ۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ لَا تُظْهِرْ ذِكْرَكَ لِنَفْسِكَ فَتَطْلُبَ لَهٗ عِوَضًا تو ذکر کو اپنے نفس پر ظاہر مت کر ورنہ اس کا معاوضہ طلب طلب کرے گا۔ بعض اکابر اولیا نے کہا ہے کہ ذِكْرُ اللِّسَانِ هَذَيَانٌ وَذِكْرُ الْقَلْبِ وَسْوَسَةٌ صرف زبان کا ذکر بکواس ہے اور قلب کا ذکر وسواس ہے اور یہ بیت فرمائی ؎

دل را گفتم بیاد او شاد کنم　　چوں من ہمہ او شدم کرا یاد کنم[1]

ترجمہ: میں نے دل سے کہا کہ تجھ کو اس کی یاد سے خوش کروں (گویا دل نے جواب دیا) جب میں بالکل اس میں محو ہو گیا۔ تو پھر کس کی یاد کروں۔

نقل ہے کہ جب حضرت خواجہ قدس سرہٗ بادشاہ کی درخواست پر ہرات تشریف لے گئے اور بادشاہ کے محل میں اترے جس شخص کے پاس سے آپ گزرتے اور اس کو دیکھتے وہ خود رفتہ ہو جاتا۔ یعنی دربان اور خدام واحشام، سرداران وارکان، مصاحبین اور وزراء وغیرہ۔

چار نسبتیں

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے خواجگان قدس اللہ اسرارہم کی تصوف میں چار نسبتیں ہیں۔ ایک حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ ان کے علم اور حکمت کو زیادہ کرے، دوسرے شیخ جنید سید الطائفہ قدس سرہٗ سے اللہ تعالیٰ ان کے اسرار کو پاک کرے۔ تیسرے سلطان العارفین حضرت شیخ بایزید قدس سرہٗ سے جو حضرت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے ان کو ہے چوتھے امیر المومنین حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے ہے۔ اسی لئے اس طریقہ کے درویشوں کو نمک مشائخ کہتے ہیں۔[2]

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ وقوفِ قلبی اور وقوف عددی میں اپنے اختیار سے آنکھیں بند نہ کریں کیونکہ یہ مخلوق کے واقف ہونے کا ذریعہ ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ نے ایک شخص کو دیکھ کر جو اپنی گردن جھکاتے بیٹھا تھا فرمایا کہ يَا اَبَا الْعُنُقِ اِرْفَعْ عُنُقَكَ یا ابا العنق اپنی گردن کو اٹھاؤ، پس ذکر میں اس طرح سے مشغول ہو کہ کوئی شخص اہل مجلس سے اس کے حال سے واقف نہ ہو سکے۔[3]

---

[1] رسالہ القدسیہ ۲۸ [2] رسالہ القدسیہ ۱۹ [3] رسالہ القدسیہ ۲۷

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ الذِّكْرُ ارْتِفَاعُ الْغَفْلَةِ فَاِذَا رُفِعَتِ الْغَفْلَةُ فَانْتَ ذَاكِرٌ وَاِنْ سَكَتَّ آپ فرماتے ہیں کہ ذکر غفلت کے دور ہونے کو کہتے ہیں جب غفلت دور ہو جائے خواہ تو خاموش رہے تو تو ذاکر ہے[1]۔

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ دل کی نگرانی کا لحاظ ہر حالت میں رکھے۔ کھانے، پینے، کہنے، سننے چلنے پھرنے، خریدنے، بیچنے، عبادت کرنے، نماز پڑھنے اور قرآن پڑھنے، کتابت کرنے، سبق پڑھنے اور وعظ کہنے وغیرہ میں۔ چاہیے کہ پلک مارنے میں بھی خدائے تعالیٰ سے غافل نہ رہے تاکہ مقصود حاصل ہو۔

؎ یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشی — شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

ترجمہ: ایک مرتبہ پلک مارنے کی مقدار بھی اس دوست سے غافل نہ ہو مبادا وہ نظرِ لطف کرے اور تجھ کو خبر نہ ہو۔

اکابر طریقت قدس اللہ اسرارہم نے ارشاد فرمایا ہے مَنْ غَمَضَ عَيْنَهُ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى طَرْفَةَ عَيْنٍ لَا يَصِلُ اِلَيْهِ طُوْلَ عُمْرِهٖ جو شخص بقدر پلک مارنے کے اللہ تعالیٰ سے غافل رہا وہ عمر بھر اس تک نہ پہنچ سکے گا۔ باطن کو نگاہ رکھنا نہایت مشکل ہے مگر حق سبحانہٗ تعالیٰ کی عنایت اور حق سبحانہ تعالیٰ کے خاص بندوں کی تربیت سے جلد حاصل ہو جاتی ہے ؎

بے عنایات حق و خاصانِ حق — گر ملک باشد سیاہست اش ورق

ترجمہ: خدا اور خاصان خدا کی عنایت کے بغیر فرشتہ خصلت آدمی کے بھی نامۂ اعمال کی سیاہی دور نہیں ہو سکتی۔

ایسے دوستانِ خدا جو ہم سبق ہوں اور ایک دوسرے کے منکر نہ ہوں، اصول صحبت کے پابند ہوں تو ان کی صحبت میں مقصود جلد حاصل ہو جاتا ہے اور پیر کامل و مکمل کی ایک توجہ کی برکت سے اتنی صفائی باطن کی حاصل ہوتی ہے جو ریاضات کثیرہ سے پیدا نہیں ہو سکتی جب کہ عارف رومی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

آنکہ بہ تبریز یافت یک نظرِ شمس دین — طعنہ زند بر چلہ مُحرہ کند بر وہم[2]

ترجمہ: شمس الدین کی ایک نظر شہر تبریز میں جو کام کر گئی وہ اوروں کی چلہ کشیوں اور ہفتہ بھر کی خلوت

---

[1] رسالہ انسیہ: ۲۵ [2] رسالہ انسیہ: ۲۵، ۲۶

نشینیوں پر منتی ہے۔

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ جو لوگ ارشاد اور تلقین میں مشغول ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔ کامل، مکمل اور مقلد۔ مکمل کی تعریف حضرت قطب المشائخ خواجہ علی ترمذی قدس سرہٗ نے اپنی بعض تصانیف میں یہ کی ہے کہ اس کو نبی کی ولایت سے چار حصے ملتے ہیں اور وہ نورانی اور نور بخش ہوتا ہے اور مرد کامل خود نورانی ہوتا ہے مگر اوروں کے لئے نور بخش نہیں ہوتا اور مرد مقلد شیخ کی تقلید سے کام کرتا ہے اور اس کے اذن سے امیدوار ہوتا ہے۔ مگر مرد کامل کو بڑا فائدہ اس میں ہے کہ کامل مکمل سے تعلیم حاصل کرے تاکہ وجود مکمل کا حکم حاصل کرے اور کہا گیا ہے کہ مرشد قطب ہوگا یا خلیفہ قطب ہوگا۔ بہرحال جو کچھ ہوگا ہمیشہ ذکر میں مشغول رہے جس طرح سے کہ اس کو تعلیم دی گئی ہو اور اپنے پورے وقت کو ذکر میں مصروف رکھے خاص کر نماز صبح سے پہلے اور نماز عصر کے بعد۔

مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ حضرت خواجہ نے مجھ کو یہ وصیت فرمائی کہ جو شخص صبح اور شام ذکر میں مشغول رہے وہ ذاکرین خدا میں داخل ہوتا ہے اور اس کا شمار بموجب آیت شریفہ غافلوں میں نہ رہے گا۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِينَ (پ ۹ ع ۱۴) یاد کرو اپنے رب کو اپنے دل میں زاری اور خوف کے ساتھ نہ کہ بلند آوازی سے صبح و شام اور غافلوں میں سے مت ہو۔ بعض مفسروں نے یہ کہا ہے کہ صبح اور شام سے مراد یہ ہے کہ ہمیشہ ذکر میں مشغول رہو اور غافلوں میں مت ہو۔ دوسری آیت یہ ہے کہ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (پ ۸ ع ۱۴) اپنے پروردگار کو مسکین کے ساتھ پوشیدہ پکارو کہ وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام ہمسفر تھے۔ جب بلند جگہ پر پہنچے تو صحابہ نے بلند آواز سے تکبیر اور تہلیل کہی۔ حضرت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اَيُّهَا النَّاسُ اِرْبَعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ غَائِبًا وَّلَا اَصَمَّ اِنَّكُمْ تَدْعُوْنَ سَمِيْعًا قَرِيْبًا[۱] اے لوگو! ڈرو اپنی جانوں پر کیونکہ تم بہرے

۱؎ بخاری جلد دوم ص ۶۰۵ مطبوعہ کراچی ۱۲

اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ تم ایسے کو پکار رہے ہو جو سننے والا ہے اور نزدیک ہے اس پر علما اور مشائخ کا اتفاق ہے کہ ذکر خفی افضل اور اولیٰ ہے اور فرماتے ہیں کہ فرشتے ذکر بلند آواز سے نہیں کرتے ہیں۔[۱]

حکایت قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں امیر کلال قدس سرہٗ نے مجھ کو اجازت دی کہ ترک و تاجک سے طلب کرو۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ حکیم اتا قدس سرہٗ جو اکابر اولیاء ترک میں سے تھے مجھ کو ایک درویش کے سپرد کر رہے ہیں۔ جب میں بیدار ہوا تو اس درویش کی صورت میرے ذہن میں محفوظ تھی۔ میری دادی ایک صالحہ تھیں۔ میں نے ان سے اپنا خواب بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ اے فرزند تجھ کو مشائخین ترک سے کچھ فیض پہنچے گا۔ چنانچہ میں ہمیشہ اس بزرگ کا جویاں رہتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک روز بخارا کے بازار میں اس سے ملاقات ہوئی۔ میں نے اس کو پہچانا اس کا نام خلیل تھا۔ مگر اس ملاقات میں اس کی صحبت میسر نہ ہو سکی۔ جب میں مکان پر پہنچا تو ایک قاصد آیا اور کہا کہ خلیل درویش تم کو بلا رہے ہیں۔ میں فوراً کچھ تحفہ اپنے ساتھ لے کر نہایت شوق اور عقیدت سے اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور چاہا کہ اپنا خواب ان سے بیان کروں۔ انہوں نے فرمایا کہ جو کچھ تمہارے دل میں ہے ہمارے سامنے ظاہر ہے۔ بیان کرنے کی کیا ضرورت، ان کی اس بات سے میں بہت متاثر ہوا۔ اور ان کی صحبت کا اشتیاق مجھ کو بہت بڑھ گیا۔ ان کی مجلس میں بہت عجیب حالات ظاہر ہوئے اتفاقاً اسی زمانہ میں ان کو سفر درپیش ہوا اور وہ تشریف لے گئے۔ پھر ایک مدت کے بعد مجھ کو خبر ملی کہ درویش خلیل کو مملکت ماوراء النہر کی بادشاہی ملی ہے۔ چند روز گزرنے پائے تھے کہ مجھ کو ایک مقدمہ کے رفع کرنے کی ضرورت سے ان کی سلطنت میں جانے کا سلسلہ ہوا۔ اس مقدمہ کے ختم ہونے کے بعد انہوں نے مجھ کو اپنی خدمت اور صحبت کی عزت بخشی۔ سلطنت کے زمانہ میں ان سے بڑے بڑے حالات مشاہدہ ہوئے۔ میرے حال پر انہوں نے بڑی مہربانی فرمائی۔ آداب خدمت مجھ کو سکھائے۔ ان آداب کا حصول اس راہ کی سیر و سلوک میں مجھ کو بڑا کارآمد ہوا۔ چھ برس تک میں اس طریقہ سے ان کی خدمت میں رہا کہ دربار میں ان کے ساتھ سلطنت کے آداب بجالاتا اور خلوت میں ان کا محرم خاص رہتا تھا اپنے خاصان مملکت کے سامنے اکثر وہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص رضائے خدا کے لئے خدمت کرتا ہے، وہ مخلوق میں بزرگ مرتبہ کو پہنچتا ہے۔ مجھے معلوم تھا کہ اس کلام سے ان کا کیا مقصد تھا اور کیا مراد تھی۔[۲]

---

[۱] رسالہ انسیہ: ۲۴ [۲] انیس الطالبین: ۱۵، ۱۶

سببِ توبہ قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ میری توبہ کا سبب یہ ہوا کہ مجھ کو ایک شخص کے ساتھ محبت تھی۔ میں ایک مرتبہ اس کے ساتھ خلوت میں بیٹھا ہوا تھا اور بکمال توجہ اس سے گفتگو کر رہے تھے کہ ایک روز میرے کان میں یہ آواز آئی کہ اے بہاؤ الدین کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم سب سے باز آ کر ہماری درگاہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ ؎

عمر لیست کنا ازاں خویشی — وقت آمد ازاں ما باشں

ترجمہ: عمر بھر تم اپنے خیال میں پھنسے رہے۔ اب ہماری یاد میں رہنے کا وقت آگیا۔

اس آواز سے میرا حال متغیر ہوا اور بے قرار ہو کر میں وہاں سے نکلا۔ موسم گرمی کا تھا اور وہاں ایک نہر تھی۔ میں پانی میں اترا اور غسل انابت کیا اور کپڑے دھوئے اور اسی حال میں دو رکعت نماز ادا کی جب سے اس وقت تک اس آرزو میں ہوں کہ پھر کبھی ویسی نماز میسر ہو جائے مگر سالہا سال گذر گئے پھر ویسی نماز نصیب نہیں ہوئی[1]۔

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ ابتدائے جذبہ میں مجھ کو ارشاد ہوا کہ تم اس راستہ کو کس طرح طے کرنا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ جو کچھ میں کہوں اور چاہوں وہ ہوا کرے (راہ محبوبیت) خطاب ہوا کہ جو کچھ ہم کہیں وہ تم کو کرنا چاہیے (راہ عاشقیت) میں نے عرض کیا کہ مجھ میں اس کی طاقت نہیں۔ میں جو کچھ کہوں اگر وہ ہو جاتے تو میں اس راستہ میں قدم رکھ سکوں گا۔ ورنہ مجھ سے یہ راستہ طے نہیں ہو گا۔ دو بار اسی طرح کے سوال و جواب ہوئے۔ اس کے بعد سے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ پندرہ روز تک میرا حال خراب رہا اور میں بالکل خشک ہو گیا۔ نا امید ہو جانے کے بعد خطاب پہنچا یا کہ آؤ جیسا تم چاہتے ہو ویسے ہی رہو[2]۔

تنور میں روٹی نہ پکی قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ جو کچھ ارادہ الٰہی کے مطابق حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گزرا تھا وہ ہم پر بھی گزرا۔ آپ کے صاحبزادہ کی اسی زمانہ میں وفات ہوئی جب کہ آپ کی زبان گہر فشاں سے یہ کلام نکلا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جو نسبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہم تک پہنچی کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تنور میں روٹی لگائی اور تنور کے منہ کو بند فرما دیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد تنور کھولا تو سب کی روٹیاں بجنسہ

---

[1] انیس الطالبین: ۱۷، [2] انیس الطالبین: ۱۷

آں سرورصلی اللہ علیہ وسلم کی روٹی کے پک گئیں اور آپ کی روٹی ویسی ہی خمیر تھی۔ ہم نے بھی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع میں تنور میں روٹیاں لگائیں۔ سب فقیروں کی روٹیاں پک گئیں اور ہماری روٹی ویسی ہی خمیر رہی[1]۔

راقم کتاب حضرات القدس فقیر حقیر بدرالدین بن شیخ ابراہیم قدس اسرارہما سرہندی کہتا ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روٹی کے خمیر رہنے کا راز یہ ہے کہ جس روٹی کو سردار کونین شفیع جن و انس صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک چھوئے آگ کی کیا مجال کہ اس میں اثر کر سکے۔ اور بوجہ اتباع حضرت خواجہ کے لئے بھی ایسا ہی پیش آیا اور حضرت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل سے آپ کو بھی اس منزل تک پہنچایا گیا۔

حکایت: قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ ابتدائے احوال و غلبات اور جذبات و بے قراری کے زمانہ میں راتوں کو میں اطراف بخارا میں پھرا کرتا تھا اور ہر مزار پر جاتا تھا۔ ایک رات تین متبرک مزاروں پر پہنچا اور جس مزار پر میں جاتا اس پر ایک چراغ روشن نظر آتا۔ چراغدان تیل اور بتی سے بھرا ہوتا۔ مگر بتی کو تھوڑی حرکت دینا پڑتی تاکہ تیل سے باہر آجائے اور روشنی از سر نو تازہ ہو جائے۔ شروع رات میں حضرت عبدالواسع قدس سرہٗ کے مزار پر پہنچا وہاں سے اشارہ ہوا کہ مزار محمود انجیر فغنوی قدس سرہٗ پر جانا چاہیے۔ جب میں وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں دو تلواریں میری کمر سے باندھی گئیں اور ایک گھوڑے پر مجھ کو بٹھایا گیا اور گھوڑے کی باگ خواجہ مزداخن قدس سرہٗ کے مزار کی طرف پھیر کر مجھ کو روانہ کر دیا گیا آخر رات میں ان بزرگ کے مزار پر پہنچا۔ وہاں بھی ایسا ہی چراغ نظر آیا۔ میں نے اس کی بتی بھی اونچی کی اور قبلہ رُو ہو کر بیٹھا اور بے خبر ہو گیا۔ اس بے خودی میں، میں نے دیکھا کہ جانب قبلہ کی دیوار شق ہو گئی اور ایک بڑا تخت نظر آیا جس پر ایک بزرگ تشریف فرما تھے۔ ایک سبز پردہ ان کے سامنے کھنچا ہوا تھا اور اس تخت کے گرداگرد ایک جماعت حاضر تھی۔ اس جماعت میں سے میں نے حضرت بابائے سماسی قدس سرہٗ کو پہچانا تو میں نے جان لیا کہ یہ سب لوگ انتقال کئے ہوئے ہیں۔

مگر مجھ کو خیال پیدا ہوا کہ یہ کون بزرگ لوگ ہیں اور یہ جماعت کن لوگوں کی ہے۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ وہ بزرگ خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ ہیں اور یہ جماعت آپ کے خلفاء کی

---

[1] انیس الطالبین: ۱۶۰

ہے اوران کے نام مجھ کو شمار کرائے اور ایک کی طرف ان میں سے اشارہ کیا۔ کہ یہ خواجہ محمد صدیق ہیں اور یہ خواجہ اولیاء کبیر ہیں اور یہ خواجہ عارف ریوگری اور یہ خواجہ محمود انجیر فغنوی ہیں اور خواجہ رامیتنی جب خواجہ محمد بابا سماسی تک پہنچا تو کہا کہ تم نے ان کو حالت زندگی میں دیکھا ہے۔ یہ تمہارے پیر ہیں اور انہوں نے تجھ کو اپنی ٹوپی بھی عطا کی تھی۔ میں نے کہا کہ میں انہیں پہچانتا ہوں۔ اور ٹوپی کے قصہ کو ایک مدت گزر گئی۔ میں نہیں جانتا ہوں کہ وہ کہاں ہے انہوں نے کہا کہ وہ تمہارے گھر میں موجود ہے تم کو یہ خصوصیت دی گئی ہے کہ جو بلا کہ دنیا میں کسی پر نازل ہو تمہاری برکت سے دفع ہو جائے گی۔ پھر اس جماعت نے مجھ سے کہا کہ کان لگاؤ اور اچھی طرح سنو کہ حضرت عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ کچھ تم سے ارشاد فرمائیں گے جو سلوک طریق حق میں تمہارے لئے نہایت ضروری ہیں۔ میں نے کہا کہ میں حضرت خواجہ کو سلام کرنا چاہتا ہوں۔ پس وہ سبز پردہ میرے سامنے سے اٹھا لیا گیا میں نے حضرت خواجہ کو سلام کیا۔ حضرت خواجہ نے دو ارشادات ایسے فرماتے جو ہر ایک مرتبہ سلوک ابتداء، اوسط اور انتہا کے لئے نہایت کارآمد ہیں۔ ان میں سے ایک بات یہ تھی کہ وہ چراغدان جو تیل سے بھرا ہوا تم نے دیکھا تھا۔ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ آپ میں اس طریقہ کے حصول کی استعداد اور قابلیت موجود ہے لیکن استعداد کی بتی کو حرکت دو تاکہ چراغ روشن ہو اور اسرار ظاہر ہوں اور قابلیت کے مطابق عمل کرو کہ مقصود حاصل ہو۔ دوسرا ارشاد یہ تھا جس میں آپ نے مبالغہ سے یہ تاکید فرمائی کہ کسی حالت میں جادہ شریعت اور استقامت سے قدم باہر نہ رکھنا چاہیے اور عزیمت و سنت پر عمل کرنا اور رخصت اور بدعت سے دور رہنا اور ہمیشہ احادیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ اپنا پیشوا بنانا چاہیے اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے متلاشی رہنا لازم ہے۔ اس گفتگو کے ختم ہونے کے بعد خلفائے حضرت خواجہ عبدالخالق قدس سرہٗ نے مجھے فرمایا کہ اس حال کی سچائی اور اس گفتگو کی حقیقت پر شاہد یہ امر ہے کہ آپ مولانا شمس الدین کے پاس جایئے اور ان سے فرمایئے کہ فلاں ترک نے سقا پر دعویٰ کیا ہے اور حق اس ترک کی طرف ہے مگر آپ سقا کی طرف رعایت کر رہے ہیں اگر سقا ترک کے دعوٰی کے حق ہونے سے انکار کرے تو آپ سقا سے فرمایئے کہ "اے سقا تشنہ" وہ اس کلام سے سمجھ جائے گا۔ اور دوسرا شاہد یہ ہے کہ سقا نے ایک عورت سے زنا کیا ہے اور جب وہ حاملہ ہوئی تو حمل کو ساقط کر دیا اور بچہ کو فلاں موضع میں دفن کر دیا اس

پیغام کے پہنچانے کے بعد دوسرے دن صبح کے وقت تین مویشی لے کر ریگستان مردہ کی راہ سے شہر نسف کی طرف متوجہ ہو جائیے۔ اور جب آپ پشتہ سے پار ہو جائیں۔ تو ایک بوڑھے شخص سے ملاقات ہوگی۔ وہ ایک گرم روٹی آپ کو دے گا۔ آپ اس کو لے لیں۔ اور اس سے کوئی بات نہ کریں۔ اور ایک قافلہ ملے گا اس میں سے ایک سوار سے آپ کی ملاقات ہوگی آپ اس کو نصیحت کرنا وہ آپ کے ہاتھ پر توبہ کرے گا۔ اور حضرت کی کلاہ مبارک جو آپ کے پاس ہے اس کو آپ سید امیر کلالؒ کی خدمت میں لے جانا۔

پھر اس جماعت نے مجھ کو حرکت دی اور مجھ کو ہوش میں۔ لے آئی۔ میں اسی صبح کو عجلت کے ساتھ مکان پر گیا اور اپنے متعلقین سے ٹوپی کا قصہ پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ایک مدت سے وہ کلاہ فلاں مقام پر ہے۔ جب کلاہ مبارک پر میری نظر پڑی تو میرا حال متغیر ہوا اور میں بہت دیر تک روتا رہا۔ پس صبح کی نماز مولانا شمس الدین انبکوتی قدس سرہٗ کی مسجد میں ادا کر کے مولانا سے سارا قصہ بیان کیا۔ وہ بہت متحیر ہوئے۔ سقا حاضر خدمت تھا۔ وہ ترک مدعی کے دعویٰ کی حقیقت سے منکر ہوا۔ میں نے سقا سے کہا کہ میرا ایک گواہ یہ ہے کہ تو" سقائے تشنہ ہے "۔ تجھ کو عالم معنیٰ سے کچھ حصہ نہیں ملا ہے۔ پھر میں نے سقا کے زنا کرنے اور حمل کو ساقط کرا کر بچے کو دفن کرنے کا قصہ بھی موقع سے عرض کیا۔ مولانا اور حاضرین مسجد اس مقام پر گئے اور جستجو کی تو بچہ اس مقام سے برآمد ہوا۔ سقا نے اپنے قصور پر نادم ہو کر معافی چاہی۔

دوسرے دن اشراق کے وقت میں نے تین مویشی لئے اور میں ریگ مردہ کی راہ نسف کی طرف متوجہ ہوا۔ میری روانگی کی خبر پاکر مولانا نے مجھ کو طلب کیا اور بہت توجہ فرمائی پھر ارشاد ہوا کہ تجھ میں طلب کا درد پیدا ہوا ہے اور اس درد کی دوا میرے پاس ہے تم یہیں ٹھہر جاؤ تاکہ میں تمہاری تربیت کر سکوں۔ مولانا کے اس ارشاد کے جواب میں میری زبان سے یہ نکلا کہ میں دوسروں کا فرزند ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ پستان تربیت میرے منہ میں رکھیں اور میں اس کے سر کو کاٹوں۔ یہ سن کر مولانا خاموش ہو رہے اور مجھ کو جانے کی اجازت دے دی۔

شرابی کی توبہ

اسی روز صبح کو میں نے اپنی کمر مضبوط باندھی اور دو آدمیوں سے میں نے کہا کہ دونوں طرف سے میری کمر کو زور سے کھینچیں۔ اس کے بعد میں

روانہ ہوگیا۔ پشتہ کے پار ہو جانے کے بعد ایک پیرمرد سے ملاقات ہوئی اور اس نے ایک گرم روٹی مجھے دی۔ میں نے وہ لے لی اور ان سے کوئی بات نہ کی۔ وہاں سے روانہ ہوا تو اس کے بعد ایک قافلہ سے جا ملا۔ قافلہ والوں نے مجھ سے پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہو۔ میں نے کہا ابنکت سے، انہوں نے پوچھا کہ وہاں سے کب روانہ ہوئے؟ میں نے کہا کہ طلوع آفتاب کے وقت، اور میں ان لوگوں سے ملا تھا وہ چاشت کا وقت تھا۔ وہ لوگ متعجب ہو کر کہنے لگے کہ ہم اس سرِ شام نکلے ہیں۔ جب میں ان کے پاس سے آگے بڑھا تو وہ سوار میرے پاس آیا اور اس نے سلام کیا اور کہا کہ آپ کون ہیں مجھے آپ سے خوف معلوم ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ میں وہ شخص ہوں، جس کے ہاتھ پر تجھے بیعت کرنی چاہیے وہ سنتے ہی فوراً گھوڑے سے اتر پڑا۔ اور التجا کر کے اس نے توبہ کی۔ وہ سوار اپنے ساتھ بہت سی شراب رکھتا تھا۔ سب شراب پھینک دی۔

امیر کلالؒ کی خدمت

میں وہاں سے حضرت خواجہ امیر کلال قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی ملاقات سے مشرف ہوا۔ کلاہ شریف آپ کی خدمت میں پیش کی۔ امیر قدس سرہٗ نے بہت کچھ توجہ کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ ٹوپی حضرت عزیزان قدس سرہٗ کی ہے آپ نے فرمایا کہ یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اس کلاہ کو دو پردوں میں محفوظ رکھو۔ میں نے قبول کیا اور کلاہ مبارک لے لی۔

پھر جناب سید امیر کلال قدس سرہٗ نے مجھ کو ذکر خفی نفی واثبات میں مشغول فرمایا۔ میں آپ کے ارشاد کے مطابق مدت تک اس کی ورزش کرتا رہا اور عمل بہ عزیمت کے اشارہ کے مطابق میں نے ذکر جہر نہ کیا۔[۱]

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ منازل اور مقامات کو طے کرنے کے زمانہ میں حضرت منصور حلاجؒ قدس سرہٗ کا سا حال مجھ میں دو مرتبہ پیدا ہوا۔ اور قریب تھا کہ میری زبان سے صدا نکلے جو حضرت منصورؒ کی زبان سے نکلی تھی۔ وہاں تو ایک ہی دار تھی۔ مگر میں دو مرتبہ اپنے آپ کو اس دار پر لے گیا۔ اور کہا کہ تیری جگہ اسی دار پر ہے۔ فضل الٰہی سے یہ منزل طے ہوگئی۔

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ اگر روئے زمین پر خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ کے خلفاء میں سے ایک بھی موجود ہوتا تو منصور حلاج ہرگز دار پر نہ چڑھتے۔

---

۱ انیس الطالبین اردو: ۱۸ تا ۲۱

حکایت آپ فرماتے ہیں کہ میں اس ذوق و شوق کے غلبہ کے زمانہ میں ایک روز بخارا سے نسف کی طرف جا رہا تھا کہ صحبت سید امیر کلال سے مستفید ہو سکوں جب میں جغراتی کے مسافر خانہ میں پہنچا تو حضرت خضر علیہ السلام ایک سوار کی صورت میں گلہ بانوں کی طرح ایک بڑی لکڑی ہاتھ میں لئے ہوئے اور ٹوپی نمدہ کی اوڑھے ہوئے میرے پاس آئے اور وہ لکڑی مجھے ماری۔ ترکی زبان میں کہا کہ تو نے گھوڑوں کو دیکھا۔ میں نے ان سے کچھ نہ کہا حالانکہ کئی مرتبہ انہوں نے میرا سامنا کیا اور یوں پیش آئے۔ میں نے کہا کہ میں آپ کو پہچانتا ہوں۔ آپ خضر ہیں۔ پھر وہ سرائے قرادل تک میرے پیچھے پیچھے آئے اور مجھ سے فرمایا آیئے تھوڑی دیر ہم اور آپ ہم صحبت رہیں۔ میں نے ان کے اس کہنے پر توجہ نہ دی۔ جب میں سید امیر کلال قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے مجھ کو دیکھتے ہی ارشاد فرمایا کہ تم راستہ میں خضر علیہ السلام کی طرف ملتفت نہیں ہوئے۔ میں نے کہا جی ہاں۔ چونکہ میں آپ کی جناب کی طرف متوجہ تھا۔ اس لئے ان کی طرف توجہ نہ دے سکا۔

ادب قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ میں نے سلطان العارفین بایزید قدس سرہٗ کے مقام کی سیر کی اور ان کے سیر کی انتہا تک پہنچا۔ شیخ جنید، شیخ شبلی اور شیخ منصور حلاج قدس اللہ اسرارہم کے مقامات کی سیر کی۔ جہاں تک یہ بزرگ پہنچے تھے۔ میں بھی وہاں تک پہنچا۔ یہاں تک کہ ایک بارگاہ بزرگ مجھ کو ملی میں سمجھ گیا کہ یہ بارگاہ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے میں نے گستاخی نہ کی اور نہایت ادب سے تعظیم و نیاز کا سر آپ کے آستانہ عزت و احترام پر رکھا۔ شیخ بایزید قدس سرہٗ جب اس بارگاہ تک پہنچے تھے۔ تو انہوں نے چاہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت میں سیر کریں۔ اس لئے ان کے منہ پر اس گستاخی کا طمانچہ لگا۔ پس جو ان سے غلطی ہوئی تھی۔ میں نے اس سے پرہیز کیا اور راہ ادب اختیار کی۔

قریب راستہ قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ اگرچہ نماز و روزہ اور ریاضت و مجاہدے حضرت تعالےٰ و تقدس تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک وجود کی نفی اور سب رستوں سے قریب کا راستہ ہے۔ اس کی ضرورت ہے لیکن اپنے اختیار کے ترک کرنے اور اپنے اعمال کا قصور دیکھنے کے بغیر معاملہ درست نہیں ہوتا ہے۔[1]

---

[1] انیس الطالبین: ۴۹

اُمّت مرحومہ قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ نَصِیْبُ اُمَّتِیْ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ کَنَصِیْبِ اِبْرَاهِیْمَ مِنْ نَارِ نَمْرُوْدَ میری امت کے حصہ میں نار جہنم ایسی ہوگی جیسے حضرت ابراہیم کے حصہ میں نار نمرود۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَةِ[1] (میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔) اس سے حضورؐ کی مُراد اُمتِ متابعت ہے۔ امتِ دعوت اور امتِ اجابت نہیں ہے۔

فقر قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ حدیث میں جو وارد ہے کہ اَلْفَقِیْرُ الصَّابِرُ جُلَسَاءُ اللّٰهِ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَیِ الْمُقَرَّبُوْنَ غَایَةَ الْقُرْبِ (فقیر صبر کرنے والے قیامت کے دن اللہ تعالٰے کے ہم نشین ہوں گے یعنی نہایت درجہ مقرب خدا ہوں گے اشارہ اہل ظاہر کے احوال کی طرف ہے۔

فقر کی دو قسمیں ہیں: فقر اختیاری اور فقر اضطراری، یہ دوسری قسم پہلی سے بہتر ہے کہ بندہ کے لئے خدا کا تجویز کیا ہوا ہے اور حدیث قدسی اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ جو شخص میرا ذکر کرے میں اس کا ہم نشین ہوں اہل باطن کے احوال کی طرف اشارہ ہے[2]۔

ولایت قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ ولایت بڑی نعمت ہے ولی کو چاہیے کہ اپنے آپ کو ولی سمجھے تاکہ اس نعمت کا شکر ادا کر سکے۔ ولی محفوظ ہوتا ہے۔ عنایت الٰہی اس کو اس کے حال پر نہیں چھوڑتی اور بشریت کی آفات سے اس کو محفوظ رکھتی ہے۔ خوارق اور کرامات کے ظاہر ہونے پر کوئی اعتماد نہیں ہونا چاہیے۔ معاملہ استقامت پر ہے۔

اولیاء کرام نے فرمایا ہے کُنْ طَالِبَ الْاِسْتِقَامَةِ لَا طَالِبَ الْکَرَامَةِ فَاِنَّ رَبَّكَ یَطْلُبُ مِنْكَ الْاِسْتِقَامَةَ وَنَفْسَكَ یَطْلُبُ مِنْكَ الْکَرَامَةَ استقامت کا طلبگار بن کرامت نہ مانگ۔ کیونکہ تیرا رب تجھے استقامت کا حکم دیتا ہے۔ اور تیرا نفس تجھ سے کرامت چاہتا ہے۔

بزرگان دین کا ارشاد ہے کہ اگر ولی کسی باغ میں چلا جائے اور درخت کے ہر پتے سے آواز نکلے کہ

---

[1] صحیحین میں اسکو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے۔ (و۔ح)

[2] انیس الطالبین: ۵۵

اے خدا کے ولی! تو پھر بھی ظاہر و باطن سے اس کی طرف توجہ نہ ہوگی۔ بلکہ ہر لحظہ اس کی کوشش بندگی اور تضرع و نیازمندی کی صفت میں زیادتی کرنے کے لئے ہوگی۔ حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں یہ انتہائی کمال تھا کہ جس قدر انعام و اکرام الٰہی جل وعلا آپ پر زیادہ ہوتا۔ اسی قدر آپ کی بندگی، نیازمندی و مسکنت زیادہ ہوتی تھی، چنانچہ اسی سبب سے آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔[1]

طریقہ نقشبندیہ قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ ہمارا طریقہ نادر اور عُروَۃُ الوثقیٰ ہے سنت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بدرجہ کمال اقتداء کرنا اور آثار صحابہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کرنا اس راستہ میں ہم کو محض فضل سے لایا گیا ہے۔ آخر تک ہم اسی فضل حق سبحانہٗ کا مشاہدہ کرتے ہیں نہ اپنے عمل کا، ہمارے طریقہ میں تھوڑے عمل سے بہت سی فتوحات ہیں۔ مگر اتباع کی رعایت بہت بزرگی والا کام ہے۔[2]

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے طریقہ سے جو روگردانی کرے۔ اس کے دین کی خرابی کا اندیشہ ہے۔[3]

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارا طریقہ صحبت یعنی ملے جلے رہنے کا ہے کیونکہ خلوت میں شہرت ہے۔ اور شہرت میں آفت ہے۔ خیریت جمعیت میں ہے اور جمعیت صحبت میں ہے۔ اور صحبت ایک دوسرے کی نفی میں ہے۔[4]

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے طریقہ میں یہ بھی ہے کہ سالک کو نہیں جاننا چاہیے کہ وہ کس مقام میں ہے تاکہ یہ دانست اس کے راستہ کا حجاب نہ بنے۔[5]

قدسیہ: پیر کو چاہیے کہ طالب کے گزشتہ اور آئندہ حالات سے باخبر رہے۔ تاکہ اس کے مطابق تربیت کر سکے۔ شرائط طلب میں سے یہ امر بھی ہے کہ جب کبھی حق دوستان حق سبحانہٗ کی مصاحبت کا اتفاق ہو اپنے حال سے باخبر ہو اور اس وقت صحبت کو زمانہ گزشتہ سے موازنہ کرے اگر نقصان کی کمی اور کمال کی زیادتی اپنے اندر پائے تو بقول اس مقولہ کے "اچھی بات کو اختیار کر لو۔ اس کی صحبت کو اپنے اوپر فرض عین سمجھے۔[6]

---

[1] انیس الطالبین ۵۶، ۵۷ [2] [3] [4] [5] انیس الطالبین: ۵۸

[6] انیس الطالبین: ۵۹

قدسیہ: سالکین راہ حق خواطر شیطانی اور نفسانی کے دفع کرنے میں متفاوت ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ قبل اس کے کہ نفس اور شیطان ان کے دل پر اثر کرے اس کو دیکھ لیتے ہیں اور وہیں دفع کر دیتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ جب خطرہ آتا ہے تو قرار پکڑنے سے پہلے اس کو دفع کر دیتے ہیں مگر یہ زیادہ مفید بات نہیں ہے۔ اگر اس خطرہ کی پیدائش کے سبب کا ادراک اور اس کے دفع کی قوت پیدا کریں تو زیادہ مفید بات ہے۔ خطرہ کا ادراک کر لینا، حال کی تبدیلی اور ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف منتقل ہونا ایک دشوار امر ہے[1]۔

مراقبہ، مشاہدہ اور محاسبہ

قدسیہ: خدا کی معرفت کے راستے جن سے عارفوں کو خدا کی معرفت حاصل ہے دوسرے اس سے محروم ہیں۔ اس کے تین طریقے ہیں مراقبہ، مشاہدہ اور محاسبہ۔

مراقبہ یہ ہے کہ لِنِسْیَانِ رُؤْیَةِ الْمَخْلُوْقِ بِدَوَامِ النَّظْرِ اِلَی الْخَالِقِ

خالق کی طرف ہر وقت دیکھتے رہنے کی وجہ سے مخلوق کی دید کو بالکل بھول جانا

مراقبہ کی مداومت نادر چیز ہے جس کو کما حقہ اس گروہ سے کم لوگوں نے حاصل فرمایا ہے اور میں نے اسکے حصول کے طریقہ کو معلوم کر لیا ہے اور نفس کی مخالفت کرنا اور سنت کی متابعت ہے اور مشاہدہ واردات غیبی کے معائنہ کو کہتے ہیں جو سالک کے دل پر نزول کرتی ہیں۔ چونکہ جلدی گزر جاتی ہیں اور قرار نہیں پکڑتی ہیں، اس لئے ان کا ادراک نہیں ہو سکتا، مگر وہ صفت جو ہمارا حال بن جاتی ہے۔ ہم اس کو قبض اور بسط سے پہچان لیتے ہیں یعنی حالتِ قبض میں صفت جلال کا مشاہدہ کرتے ہیں، اور حالت بسط میں صفتِ جمال کا مطالعہ کرتے ہیں۔

اور محاسبہ یہ ہے کہ جو کچھ ہم پر گزرتا ہے ہم ہر گھڑی اس کا حساب کرتے ہیں کہ کس طرح گزر رہا ہے۔ اگر ہم دیکھتے ہیں کہ نقصان کی چیز ہے تو ہم اس سے بازگشت کرتے ہیں۔ اور از سر نو عمل اختیار کرتے ہیں اگر دیکھتے ہیں کہ بہتر چیز ہے تو مشکور ہو کر ہم اس حال میں ٹھہر جاتے ہیں اور اس عمل میں کوشش کرتے ہیں[2]۔

خواجہ کی توجہ

حضرت خواجہ علاؤالدین عطار قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی توجہ سے طالبوں کا حال یہ تھا کہ ہم پہلے ہی قدم میں مراقبہ کی سعادت سے مشرف

---

[1] انیس الطالبین: ۶۱ [2] انیس الطالبین: ۶۲

ہو جاتے تھے اور جب آنحضرت قدس سرہٗ کی توجہ اور زیادہ ہوتی تو مقام فنا تک واصل ہوتے اور اپنے سے فانی اور حق کے ساتھ باقی ہو جاتے۔ اس وقت حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرماتے کہ ہم صرف حصول دولت کا واسطہ ہیں۔ ہم سے علیحدہ ہو کر مقصود حقیقی سے جا ملو۔ اصحاب تکمیل وارشاد کا طریقہ یہ ہے کہ اس راستہ کے طالبوں کو طریقت کے گہوارہ میں لٹاتے ہیں اور تربیت کے پستان سے دودھ پلاتے ہیں یہاں تک کہ وصل الٰہی تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس کے بعد ان کو دودھ سے روکتے ہیں۔ اور محرم بارگاہ احدیت بناتے ہیں تاکہ بلا واسطہ پیر کے براہ راست حضرت عزت وجلت قدرتہٗ سے فیض حاصل کرنے لگیں۔[1]

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ عبادت میں اپنی ہستی کی طلب ہے اور عبودیت میں اپنی ہستی کا کھونا ہے۔ جب تک سالک میں کچھ بھی ہستی باقی ہے کوئی عمل نتیجہ بخش نہیں ہو سکتا۔[2]

تا در جوئے ز ہستی باقیست　　ایمن منشین کہ خود پرستی باقیست

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ اِذَا اَرَدْتَ مَقَامَ الْاَبْدَالِ فَعَلَیْکَ تَبْدِیْلُ الْاَحْوَالِ اگر تو مقام ابدال کا حصول چاہتا ہے تو اپنے حال کی تبدیلی کو لازم پکڑ۔ اس قول میں مخالفت نفس اور ترک ہوا و ہوس کی طرف اشارہ ہے۔[3]

توجہ عارف

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ جس نے خدا کو پہچانا اس سے کوئی چیز مخفی نہیں رہ سکتی یعنی عارف جب اشیاء کی طرف توجہ کرتا ہے تو وہ اس پر ظاہر ہو جاتی ہیں۔[4]

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ سب مشائخ کے آئینہ کی دو جہت ہوتی ہیں اور ہمارے آئینہ کی شش جہت ہیں۔[5]

آئینہ داری

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ چالیس سال سے ہم آئینہ داری کر رہے ہیں ہمارے وجود کے آئینہ نے کبھی غلطی نہیں کی۔ اس قول میں اس طرف اشارہ ہے کہ اولیاء اللہ جو کچھ دیکھتے ہیں نور فراست سے دیکھتے ہیں جو خدائے پاک نے ان کو عطا کیا ہے اور جو چیز خدائے پاک کی عطا کی ہوئی ہو وہ یقیناً برحق ہوتی ہے۔

خواجہ کی سیر

شیخ عبدالقدوس قدس سرہٗ جو اولیاء عزلت کے قطب ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کی سیر تمام آسمانوں اور زمینوں کے طبقات میں جاری ہے۔[6]

---

[1] انیس الطالبین: ۶۲، ۶۳۔ [2] انیس الطالبین: ۶۳۔ [3] انیس الطالبین: ۴۸، ۶۳۔
[4] [5] [6] انیس الطالبین: ۶۳، ۶۴۔

نگاہِ عارف قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ حضرت عزیزان قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس گروہ کی نظر میں روئے زمین مثل دستر خوان کے پیش نظر ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ نہیں بصورت ناخن ہے۔ لہٰذا کوئی شے زمین کی ان کی نظروں سے غائب نہیں ہے اس ارشاد فرمانے کے وقت حضرت عزیزان قدس سرہٗ دستر خوان پر تھے۔[۱]

شرک قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے آپ کو سلامتی حق سبحانہٗ میں سونپ دے اس کی التجا غیر خدائے پاک سے شرک ہے۔ یہ شرک عوام سے معاف کر دیا جاتا ہے لیکن خاص سے معاف نہیں کیا جاتا۔[۲]

توکّل قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ توکل کرنے والے کو چاہیے کہ خود کو توکل کرنے والوں میں شمار نہ کرے اور اپنے توکل کو اسباب کے استعمال میں پوشیدہ کر دے۔[۳]

قدسیہ۔ آپ نے فرمایا کہ خدائے پاک نے مجھ کو دنیا کی خرابی یعنی دنیا سے لوگوں کو بچانے کے لئے پیدا کیا ہے۔ مگر لوگ مجھ سے دنیا کی ترقی کے طلب گار ہیں۔[۴] آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی وجود اس وجود سے زیادہ حالت ویرانی میں ہوتا تو فقر کے خزانہ کو اسی میں پوشیدہ کیا جاتا۔[۵]

فیضِ صحبت قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ تعلقات خلق کا بار صرف اسی لیئے اٹھاتے ہیں کہ خلق اللہ کے اخلاق مہذب ہو جائیں یا کسی ولی کی ان کو صحبت حاصل ہو جائے کیونکہ کوئی ولی ایسا نہیں ہے جس کے حال پر اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت نہ ہو۔ خواہ اس سے وہ ولی آگاہ ہو یا نہ ہو۔ جو شخص کسی ولی سے ملتا ہے اس نظرِ الٰہی کا فیض اس کو پہنچتا ہے۔

صد سفرۂ دشمن بکشد طالب مقصود ‏ ‏ ‏ باشد کہ یکے دوست بیاید بضیافت[۶]

ترجمہ:۔ طالبِ مقصد سینکڑوں دفعہ دستر خوان دشمن کے لیئے بچھاتا ہے۔ اس امید پر کہ کبھی کوئی دوست بھی آکر شریک ہو جائے۔

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ شمع کی مانند بن۔ مگر شمع کی طرح مت رہو۔ یعنی شمع دوسروں کو روشنی دیتی ہے ایسا بن اور شمع خود تاریک رہتی ہے تو ایسا مت رہو۔[۷]

---

[۱] [۲] انیس الطالبین: ۶۴۔
[۳] [۴] [۵] [۶] [۷] انیس الطالبین: ۶۴، ۶۵

خواجہ کی شفاعت

قدسیہ۔آپ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے ہمارے سامنے جوتے بھی رکھے ہوں تو اس کی بھی ہم شفاعت کریں گے۔[۱] آپ فرماتے ہیں کہ پہلے خستہ آدمی کے اصلی حالت پر لانے کی کوشش کرو، اس کے بعد دل شکستہ کی اصلاح پر توجہ کرو۔[۲]

قدسیہ۔آپ نے فرمایا کہ اس راستہ میں مغرور کا کام نکلنا نہایت مشکل ہے۔

گرچہ حجاب تو برون از حد است ۔۔۔ ہیچ حجابیست چو پندار نیست[۳]

ترجمہ:۔ اگرچہ خدا کے اور تیرے درمیان بہت کچھ حجاب ہیں۔ لیکن کوئی حجاب تیری خود پسندی سے بڑھ کر نہیں ہے۔

قدسیہ۔آپ فرماتے ہیں کہ فقیر کو چاہیئے کہ جو کچھ کہے۔ ورودِ حال سے کہے۔ اگر بغیر حال کے کہے گا تو وہ حال کی سعادت سے محروم رہے گا۔[۴]

قدسیہ۔آپ فرماتے ہیں کہ یہ بات نہیں ہے کہ جو شخص دوڑا، اس نے خدا کو پا لیا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ خدا کو وہ پائے گا جو اس کی راہ میں دوڑتا رہے گا۔ دوڑتے رہنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ ہمیشہ اس کی راہ میں سعی کرتا رہے۔[۵]

قدسیہ۔آپ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کو رازوں کی اطلاع دی جاتی ہے مگر وہ بغیر حکم الٰہی کے ان کو ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ جو شخص خدا کے بھید سے واقفیت رکھتا ہے وہ چھپاتا ہے اور جو نہیں رکھتا وہ چلاتا ہے۔ اِخْفَاءُ الْاَسْرَارِ مِنَ الْاَبْرَارِ۔ اسرار کو چھپانا ابرار کا طریقہ ہے۔[۶]

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کی برکت سے مسخ صورت یعنی صورت کا بگڑ جانا تو اس امت سے اٹھا لیا گیا ہے مگر مسخ باطن یعنی دل کی خرابی باقی رہ گئی ہے۔

اندریں امت نباشد مسخ تن ۔۔۔ لیک مسخ دل بود اے ذوفطن[۷]

اے صاحب عقل! اس امت میں جسم کا مسخ نہیں ہے۔ لیکن دل کا بگڑ جانا باقی ہے (لہٰذا اسکی حفاظت کی کوشش کر)

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہم سے کبھی خلق کے دلی حالات، اعمال اور احوال کا اظہار ہو جاتا ہے۔ ہمارا اس میں کچھ دخل نہیں ہے۔ یا تو الہام سے اس کی ہم کو خبر دیجاتی ہے یا کسی اور ذریعہ سے

---

[۱] [۲] [۳] [۴] انیس الطالبین: ۶۶۔
[۵] [۶] [۷] انیس الطالبین: ۶۷۔

ہم تک پہنچاتے ہیں۔[۱]

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ ہر کام میں نیت کی صحت نہایت ضروری ہے اس لئے کہ نیت بخشش الٰہی ہے اس کا کسب سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ بزرگان دین میں سے ایک بزرگ نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ نہ پڑھی اور فرمایا لَمْ یَحْضُرْ فِی النِّیَّۃُ (میری نیت حاضر نہیں ہوئی)۔[۲]

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ حق کو باطل سے جدا کرنے کی نیت سے منطق پڑھنا جائز ہے۔[۳]

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ جس شخص کی قابلیت کا جوہر بری صحبتوں کی وجہ سے خراب ہو جائے تو اسکے کام کی درستی دشوار ہے سوائے اہل تدبیر کی صحبت کے اور وہ سرخ گندھک کی طرح کمیاب ہیں۔ (رباعی)

جز صحبت عاشقاں مستاں مپسند ۔۔۔ در دل ہوس قوم فرومایہ مبند

ہر طائفہ ات بجانب خویش کشند! ۔۔۔ جغدت سوئے ویرانہ و طوطی سوئے قند[۴]

ترجمہ: (محبت الٰہی میں) مست عاشقوں کی صحبت کے سوا کچھ اور پسند مت کر اور اپنے دل میں نااہل لوگوں سے ملنے کی آرزو مت رکھو۔ ہر گروہ تمہیں اپنی جانب کھینچتا ہے۔ اُلّو ویرانہ کی طرف اور طوطی قند کی طرف

قدسیہ: بندہ کا اختیار باقی رہنے میں بڑی سعادت ہے تاکہ اگر کوئی کام رضائے حق سبحانہٗ کے خلاف اس سے سرزد ہو جائے تو وہ شرمندگی اور پریشانی اور عذر و توبہ میں مشغول ہو سکے۔ اور اگر رضائے حق کے موافق ہو اور اس کے اختیار سے ہو تو اس کی توفیق کے شکر میں مصروف ہو جائے۔[۵]

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ غِیَابُ الزِّیَارَۃِ مَعَ حُضُوْرِ الْقَلْبِ خَیْرٌ مِّنْ دَوَامِہَا بِلَا حُضُوْرٍ زیارت سے غائب رہنا حضوری دل کے ساتھ بہتر ہے بلا حضوری سامنے رہنے سے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے فرمایا زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا (ایک دن چھوڑ کر ملا کرو اس سے محبت زیادہ ہوگی) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ ستون خانہ کے پیچھے سے ہو کر پھر آ گئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی جدائی کی طاقت

---

[۱] انیس الطالبین: ۶۷۔ [۲] [۳] انیس الطالبین: ۶۸

[۴] [۵] انیس الطالبین: ۶۸۔

میں نہیں رکھتا ہوں۔ اگرچہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی محبت کے کمال کا اظہار کیا۔ لیکن اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کی تعمیل کرتے تو اور بہتر ہوتا۔[1]

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ اگر طالب کو مرشد کے کام میں مشکل پیدا ہو جائے تو چاہیئے کہ طاقت کے مطابق صبر کرے اور کارخانہ اعتقاد کو برہم نہ کرے۔ ممکن ہے کہ اس پر اس کا راز ظاہر کر دیا جائے۔ اور اگر طالب مبتدی ہو اور صبر کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ شیخ سے دریافت کر لے۔ کیونکہ اس کے لئے پوچھ لینا روا ہے اور اگر طالب متوسط الحال ہو تو وہ اس کے حل کرنے کے لئے لب کشائی نہ کرے کہ اس کے لئے سوال جائز نہیں ہے۔[2]

کرامت: حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے کرامت طلب کی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ میری یہ کرامت کچھ کم ہے کہ باوجود اتنے گناہوں کے زمین پر چل سکتا ہوں اور فرمایا کہ مرید میں شیخ کے احوال کا ظہور مرید کی کرامت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ شیخ ابوالعباس قصاب قدس سرہٗ سے کرامت طلب کی گئی، تو انہوں نے فرمایا کہ میں ایک بکری ذبح کرنے والے کا لڑکا ہوں، اتنی خلق میرے گرد کیوں جمع ہو گئی ہے؟[3]

توجہ کی برکت

کرامت: حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے ایک مخلص بیان کرتے ہیں کہ جس زمانے میں قبچاق کی طرف سے ایک لشکر نے شہر بخارا پر حملہ کیا۔ بہت سی مخلوق کو ہلاک اور بہت سی مخلوق کو قید کر لیا۔ انہی میں میرے بھائی کو بھی قید کر کے لے گئے۔ میرے والد اپنے لڑکے کے لئے بہت پریشان ہوتے اور ہمیشہ مجھ سے کہتے تھے کہ اگر تو میری رضامندی چاہتا ہے تو اپنے بھائی کی تلاش میں قبچاق کے صحرا کی طرف جا۔ میں نے یہ ماجرا حضرت خواجہ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ تم اپنے باپ کی رضامندی حاصل کرو۔ اس میں بہت سی سعادتیں اور برکتیں ہیں اور فرمایا کہ جب تم کو اس سفر میں کوئی مشکل پیش آئے گی تو ہماری طرف توجہ کرنا۔ پس اس سفر میں مجھ کو تھوڑی سی تجارت سے بہت سا نفع حاصل ہوا۔ اور بلا کسی دشواری کے بہت جلدی میں نے اپنے بھائی کو خوارزم میں پا لیا۔ اور قیدیوں کی ایک جماعت کے ساتھ کشتی میں بیٹھ کر بخارا کی طرف روانہ ہوئے۔ کشتی میں لوگ بہت تھے اور ہوا مخالف چلنا شروع ہو گئی۔ کشتی کے غرق ہو جانے کا اندیشہ ہوا۔ لوگوں نے فریاد شروع کی۔ اس ناامیدی اور پریشانی کی حالت میں میرے کانوں میں کسی شخص کی حضرت خواجہ کو یاد کرنے

---

[1] [2] انیس الطالبین: ۶۹۔ [3] انیس الطالبین: ۲/۷ (کچھ اختلاف کے ساتھ)

کی آواز آئی۔ اس کے سنتے ہی حضرت خواجہ کا وہ ارشاد مجھ کو یاد آیا کہ جب تجھ کو کوئی مشکل در پیش ہو تو مجھ کو یاد کرنا۔ پس میں حضرت کی جانب متوجہ ہوا۔ حضرت خواجہ قدس اللہ سرہٗ حاضر و ظاہر ہوئے اور میں نے آپ کو سلام کیا۔ حضرت کی برکت سے ہوا ٹھہر گئی۔ اور دریا کا تلاطم موقوف ہو گیا۔ تھوڑے دنوں میں ہم دونوں بھائی بخارا پہنچ گئے اور حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم نے سلام کیا تو حضرت خواجہ مسکرا رہے تھے اور فرمایا کہ جب تم نے کشتی پر ہم کو سلام کیا تھا تو ہم نے تمہارے سلام کا جواب دیا تھا لیکن تم نے سنا نہ تھا۔ ان بڑی بڑی کراماتوں کے دیکھنے سے میرا اعتقاد حضرت خواجہ کے ساتھ اور بڑھ گیا[1]۔

ملائکہ کی نماز

کرامت: خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ ایک روز ابر تھا حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا نماز ظہر کا وقت ہو گیا ہے میں نے کہا کہ ابھی نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ آسمان کی طرف دیکھو۔ میں نے دیکھا تو بالکل حجاب نہ تھا اور تمام ملائکہ آسمان نماز ظہر کی ادائیگی میں مصروف تھے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ تم تو یہ کہہ رہے تھے کہ ابھی وقت نہیں ہوا۔ میں نے اپنے اس کہنے سے نادم ہو کر استغفار کی۔ ایک مدت تک مجھ پر اس کی ندامت رہی[2]۔

لڑکے کی قربانی

کرامت: حضرت خواجہ قدس سرہٗ جب زیارت بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تو اس وقت حاجی عید قربان کے دن قربانی کر رہے تھے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ہم بھی قربانی کرتے ہیں۔ ہمارا ایک لڑکا ہے چاہیے کہ ہم اسی کو قربان کر دیں۔ واپسی کے بعد جب بخارا پہنچے تو معلوم ہوا کہ عید کے دن ہی حضرت کے لڑکے نے بخارا کی حالت میں انتقال کیا تھا[3]۔

تصرف

ایک روز درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ آپ کلاہ نوروزی سی رہے تھے۔ آپ کا حال اس وقت نہایت بسیط تھا۔ چنانچہ آپ کی حالت سب میں اثر کر گئی۔ اور سب میں ذوق پیدا ہو گیا۔ حضرت خواجہ اور درویشوں نے جو آپ کی صحبت میں تھے کلاہ نوروزی سر پر رکھی۔ اس وقت حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ سلاطین کی ٹوپی ہم نے سر پر رکھی۔ اس لئے سلطنت میں بھی ہم کو تصرف کرنا چاہیے۔ پس ہم کو کس بادشاہ پر وار کرنا چاہیے یا ایک درویش نے حاکم ماورالنہر کا نام لیا۔ حضرت نے فرمایا کہ ہم نے اسی پر وار کیا۔ آپ نے اسی خوش خبری کا ایک خط امیر بخارا کو جو اس حاکم سے بھاگ کر کابل چلا

---

[1] انیس الطالبین: ۸، ۷، ۹، [2] انیس الطالبین: ۸۳ [3] انیس الطالبین: ۹۲

گیا تھا، بھیجا کہ صورت حال اس طرح سے واقع ہوئی ہے چاہیے کہ پانچ سو اشرفیاں فقراء کی خدمت میں بھیجو۔ چند روز کے بعد معلوم ہو گیا کہ ماوراء النہر کا وہ حاکم اسی روز کہ حضرت خواجہ نے فرمایا تھا کہ ہم اسی پر وار کرتے ہیں قتل کیا گیا۔[1]

ایک وقت میں تین جگہ

حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ درویشوں کی جماعت کے ساتھ ایک درویش کے حجرے میں تھے۔ ان درویشوں میں سے کچھ لوگ کھانے پینے کے سامان کی تیاری کے لئے نکلی اور دو فریق ہو گئے۔ ایک فریق صرافوں کے بازار کی طرف روانہ ہوا۔ انہوں نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو اس بازار میں دیکھا اور خیال کیا کہ شاید آپ حجرے سے باہر نکل آتے ہیں۔ دوسرا فریق چوک کی طرف روانہ ہوا تھا۔ اس نے بھی حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو چوک میں پایا۔ انہوں نے بھی آپ کی نسبت وہی خیال کیا کہ آپ حجرہ سے باہر نکل آتے ہیں۔ یہ درویش بازار میں قاضی محمد در آہنی سے ملے اور ان سے اپنی سرگزشت بیان کی۔ اس نے کہا کہ میں نے اس وقت حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو فلاں مقام پر دیکھا کہ ایک طرف کو تشریف لے جا رہے تھے۔ فقیروں کو تردد ہوا کہ حضرت سے کہاں جاکر ملاقات کریں وہ اسی خیال میں تھے کہ ایک درویش ان کے پاس آیا اور کہا کہ حضرت خواجہ یاد فرماتے ہیں کہ اتنی دیر آپ کو کیوں ہوئی۔ درویشوں نے اس سے سب قصہ بیان کیا۔ اس نے کہا کہ جس وقت سے تم لوگ حضرت خواجہ کے پاس سے باہر نکلے ہو۔ میں اور حجرہ والا درویش برابر حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر رہے حضرت نے حجرہ سے قدم باہر نہیں نکالا۔ اور اس وقت جلدی کر کے تمہارے پاس مجھ کو بھیجا ہے۔ درویشوں نے یہ کرامت حضرت خواجہ سے بیان کی۔[2]

حضرت نے فرمایا کہ ایک رات درویش محمد زاہد زیور توتی شیخ شادی کے مکان میں تھے ایک دوسرے کے ساتھ ہم جلیس ہوئے اور صفت ایثار و فدا ان پر طاری ہوئی اور بے خود ہو کر فانی ہو گئے بہت دیر اسی طرح گزری۔ ہر شخص یہ خیال کرتا تھا کہ ان کی روحیں بدنوں سے جدا ہو گئیں ہیں۔ اسی وقت حضرت خواجہ قدس سرہٗ قصر عرفان سے نکلے۔ اور تمام درویشوں کو اپنے تصرف سے اس صفت سے نکالا۔ اور فرمایا کہ جب آپ اس صفت میں آتے اور یہ حالت آپ پر طاری ہوئی۔ مجھ کو حکم ہوا کہ جاؤ ہمارے

---

[1] انیس الطالبین : ۹۳ [2] انیس الطالبین : ۹۹

بندوں کی دستگیری کرو۔ اس وجہ سے اس رات کو میں قصر عارفان سے نکل کر آیا۔[۱]

نہر الٹی بہہ گئی

کرامت: حضرت خواجہ قدس سرہٗ نہر کے اس کنارہ پر جو مزار شیخ سیف الدین باخرزی قدس سرہٗ کے برابر ہے۔ درویشوں کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اور صحبت گرم تھی۔ اتنے میں ایک شخص کی زبان سے یہ نکلا کہ پہلے بزرگوں کو کرامت و تصرفات حاصل تھے۔ اس زمانہ میں کوئی ایسا بزرگ نہیں ہے جس سے اس قسم کے امور سرزد ہوتے ہوں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اب بھی ایسے لوگ ہیں اگر اس نہر کو اشارہ کر دیں کہ الٹی بہے تو اسی وقت الٹی بہنے لگے۔ حضرت خواجہ یہ فرما ہی رہے تھے کہ نہر کا پانی الٹا بہنے لگا۔ ایک جماعت کثیر اور جم غفیر نے اس کرامت کو دیکھا اور مخلوق کا اعتقاد حضرت کی نسبت اور بھی زیادہ ہو گیا۔[۲]

کرامت: ایک درویش حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی صحبت میں آیا اور حضرت کے قدموں پر گر پڑا۔ حضرت نے اس کے حال پر توجہ نہ فرمائی اور فرمایا کہ ماخان کے لوگوں کو تیری وجہ سے نقصان پہنچا اور تو بغیر ہماری اجازت کے وہاں سے آیا ہے۔ آپ نے ہیبت اور جلال کے ساتھ اس کی طرف نظر کی اس بزرگ کی حالت متغیر ہو گئی اور وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اور اس کے سانس کی آمد و رفت رک گئی۔ حاضرین میں سے کسی کو بھی اس کی سفارش کی مجال نہ تھی۔ آخر کار سب لوگ حضرت خواجہ کے والد بزرگوار کی خدمت میں گئے۔ وہ بہت احتیاط کے ساتھ حضرت خواجہ کی خدمت میں گئے اور کہا کہ سب درویش اس کی خطاؤں کی معافی چاہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جب تک وہ آفاق میں نہ جائے گا۔ اور لوگوں کو راضی نہ کرے گا۔ اور وہ اس کی ایذارسانی سے رہائی نہ پائیں گے۔ اس وقت تک اس شخص کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پھر حضرت نے اس کے سینہ پر قدم مبارک رکھا اور کہا کہ اٹھ۔ وہ فوراً ہوش میں آ گیا۔ اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔[۳]

کرامت: ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ غدلیوت میں ایک درویش کے مکان میں تنور سلگا رہے تھے۔ اتنے میں حضرت پر کیفیت اور خوش وقتی طاری ہوئی آپ نے اپنا دست مبارک سلگتے ہوئے تنور میں ڈال دیا۔ اور بہت دیر تک اس میں رکھے رہے جب آپ نے ہاتھ نکالا تو آپ کے ایک بال کو بھی آگ کا کچھ اثر نہ ہوا تھا۔[۴]

---

[۱] انیس الطالبین: ۱۰۲۔ [۲] [۳] انیس الطالبین: ۱۰۶، ۱۰۷۔

خلیل اللہ در آتش ہمے گفت ! گر موئے زمن باقیست مے سوز

ترجمہ: حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام آگ میں گرتے وقت فرماتے تھے کہ اگر ایک بال بھی مجھ میں میرا باقی ہے تو جل جائے۔ حاضرین پر اس کرامت کے مشاہدہ سے حالت عظیم طاری ہو گئی۔[1]

خربوزہ

کرامت: ایک روز چند درویش پالیز کے کھیت کو پانی دے رہے تھے۔ کہ ایک درویش نے کہا خاندان خواجگان قدس اللہ اسرارہم میں سے ایک درویش پالیز کے کھیت کو پانی دے رہا تھا۔ روٹی کھانے کے دوران میں اس کے مریدوں نے کہا کہ کیا اچھا ہوتا جو تھوڑے خربوزہ زامچی کے ہوتے۔ وہ شخص پالیز کے کھیت میں آیا اور خربوزہ زامچی کے نکال لایا۔ اس حکایت کے تذکرہ کے وقت حضرت خواجہ نے اپنے مریدوں سے پوچھا کہ کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ ایک درویش نے یہ حکایت حضرت خواجہ سے بیان کی۔ حضرت نے اصحاب کو باتوں میں مشغول رکھا اور ہاتھ دراز فرمایا۔ اور پالیز کے کھیت سے ایک خربوزہ زامچی کا نکال لائے۔[2]

پرواز

کرامت: ایک درویش ماہیر تاج نامی کا یہ حال تھا کہ جب درویش اس کو کسی کام کے لئے بھیجتے تو وہ اس کام کو اسی وقت تھوڑی دیر میں پورا کر کے آجاتا تھا۔ اور اکثر اوقات پرندوں کی طرح بلا پروں کے اڑا کرتا تھا۔ ایک روز درویشوں نے اس کو بخارا روانہ کیا۔ وہ ہوا میں اڑ کر جا رہا تھا استنے میں حضرت تشریف لائے اور اس کے اس حال کو دیکھا۔ نگاہ پڑنے کے ساتھ ہی اس کا یہ حال سلب ہو گیا اور وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کے بعد پھر کبھی ہوا میں پرواز نہ کر سکا۔[3]

حفاظت

کرامت: ایک درویش نقل کرتے ہیں کہ ایک دن کسی کے ساتھ مجھے دلی رغبت غالب ہوئی۔ کچھ اس طرح سے کہ میں اپنے آپ کو روک نہیں سکتا تھا۔ مجبوراً میں نے اس کے پاس جانے کا قصد کیا۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو یکایک حضرت خواجہ قدس سرہٗ اپنے ہاتھ میں عصا لئے ظاہر ہوئے اور مجھ کو عصا سے مارنا چاہا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر دہشت مجھ پر غالب ہوئی اور دونوں ہاتھ منہ پر رکھ کر آنکھیں بند کر کے وہاں سے اپنے گھر کی طرف بھاگا۔ ایک مدت تک میرا یہ حال رہا کہ میں کسی چیز پر نظر نہیں ڈالتا تھا۔ اس مقام سے حضرت خواجہ قدس سرہٗ دس دن کے فاصلے پر

---

[1] انیس الطالبین: ۱۰۷، [2] انیس الطالبین: ۱۵۹، ۱۶۰، [3] انیس الطالبین: ۱۵۴

رہائش رکھتے تھے۔[1]

بارش رک گئی

کرامت: ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہ قصر عارفان کے باغ میں اقامت گزیں تھے امیر برہان الدین پسر امیر سید کلال قدس سرہٗ آٹا لے کر تنور میں روٹی پکانے لگے اتنے میں ابر عظیم پیدا ہوا۔ اور بارش شروع ہوگئی۔ سب لوگ حیران ہوگئے۔ اس حالت کو دیکھ کر حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے امیر برہان الدین سے فرمایا کہ بارش سے کہو کہ جہاں ہم ہیں وہاں تک نہ آئے۔ امیر برہان الدین نے بہت عاجزی کی اور کہا کہ میری کیا مجال جو ایسی بات کہوں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ہم تمہیں کہتے ہیں کہ اس طرح کہو اور نفس کو محفوظ رکھو۔ امیر برہان الدین نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے ارشاد کی تعمیل میں جس طرح کہ حضرتؒ نے فرمایا تھا کہا اس قادر کی قدرت کہ حضرت خواجہ کے نفس نفیس کی برکت سے جہاں وہ درویش تھے ایک قطرہ پانی نہ برسا۔ اور باہر خوب بارش ہوئی۔

اسی طرح نسف میں بھی جس وقت کہ حضرت نے بخارا کا ارادہ کیا، چاروں طرف بارش شروع ہوگئی۔ حضرت نے خواجہ پارسا سے فرمایا کہ بارش بہت ہوگئی ہے۔ دعا کرو تاکہ بارش رک جائے پس کہو کہ بارش رک جا۔ خواجہ پارسا قدس سرہٗ نے امیر برہان الدین کی طرح عاجزی سے وہی کلمہ کہا۔ حضرت نے فرمایا کہ ہم کہتے ہیں تم کہو۔ خواجہ پارسا نے کہا اے بارش ٹھہر جا بارش رک گئی، ہوا چلنے لگی، اور آفتاب نکل آیا۔[2]

پہاڑ کو سونا بنا دوں

کرامت: شیخ شادی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ جب میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی نظر قبولیت سے مشرف ہوا تو فدائیت اور ایثار یعنی بخشش کا عالم مجھ پر آسان ہوگیا۔ میرے پاس سو دینار عدلی تھے ایک روز میری اہلیہ نے مجھ سے کہا کہ اس کو چھپا کر رکھ چھوڑو۔ یقین کی کمزوری کی وجہ سے میں نے بھی اس رائے سے اتفاق کر لیا اور بخارا چلا گیا۔ اور ان دیناروں سے موزہ کیمخت اور دیگر ہر قسم کی چیزیں خریدیں۔ کچھ ایسی وجہ پیش آئی کہ راہ قصر عارفاں سے غدیوت جانے کا اتفاق ہوا اور حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ اے شادی، شہر بخارا کو کیوں گئے تھے۔ میں نے کہا کہ کچھ کام تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ موزہ کیمخت اور جو کچھ کہ تم نے خریدا ہے، حاضر کرو۔ میں نے سب چیزیں حضرت خواجہ کی خدمت میں

---

[1] انیس الطالبین: ۱۷۱ [2] انیس الطالبین: ۱۵۷

حاضر کر دیں۔ حضرت نے فرمایا کہ سو دینار علی کا بقیہ بھی حاضر کر دو۔ میں نے وہ بھی پیش کر دیئے پھر آپ نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر تو دینار چاہتا ہے تو عنایت الٰہی سے پہاڑ کو تیرے لئے سونا بنا دوں لیکن ہم عالم فقر میں ہیں ایسی چیزوں پر نظر نہیں ڈالتے۔ فقیروں کی جماعت کا کارخانہ اس عالم سے الگ ہے تمہیں کسی چیز کی کمی نہ ہو گی[۱] پھر کیوں جمع کرتے ہو۔

باغ سرسبز

کرامت: مولانا سعد الدین قرشوی قدس سرہٗ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ میرے باغ میں تشریف لاتے اتفاقاً وہ موسم خزاں کا تھا میری نظروں میں باغ بہت ویران تھا گویا کہ ایک خارستان اور شورستان تھا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ہم تمہارے باغ کو سرسبز اور تازہ کر دیتے ہیں۔ تاکہ تمہارا یقین زیادہ ہو جائے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اب دیکھو۔ میں نے دیکھا کہ باغ پھولوں سے بھرا ہوا ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ باغ میرا نہیں ہے حضرت نے فرمایا کہ یہ وہی باغ ہے۔ جب ایک زمانہ دراز اسی بہار کے عالم میں گزر گیا تو باغ اسی سابقہ حالت پر نظر آیا۔ یہ کرامت آپ کے کمال ولایت کی بابت میرے یقین کے زیادہ ہونے کا سبب ہوئی۔[۲]

قبر سے جواب

کرامت: حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ حضرت معشوق طوسی قدس سرہٗ کے مزار کی زیارت کے لئے طوس تشریف لائے۔ جب آپ ان کے مزار پر پہنچے تو فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مَعْشُوق طوسی تم اچھے ہو۔ ان کی قبر سے آواز آئی وَعَلَیْكَ السَّلَامُ یَا خواجہ بہاؤ الدین نقش بند ہم اچھے ہیں۔ درویشوں کی ایک جماعت نے جو حضرت خواجہ کے ہمراہ تھی۔ اس کلام کو سنا اور منکرین خواجہ نے اس کرامت کو دیکھ کر حضرت خواجہ کی ولائیت کا اعتراف اور اقرار کیا۔[۳]

قوالی

کرامت: حضرت خواجہ قدس سرہٗ درویش عطا کے مکان کے بالاخانے پر اترے امیر بخار کا محل اس مکان کے متصل تھا۔ ایک جماعت قوالوں کی اس قصر میں گانے میں مشغول تھی اور ایک جماعت صوفیوں کی رقص کر رہی تھی۔ بے حد شور و شغب اور لہو و لعب برپا تھا حضرت خواجہ نے فرمایا کہ جو کچھ اس وقت سنا جا رہا ہے وہ ممنوع اور نا مشروع ہے پس اس کا علاج یہ ہے کہ ہم اپنے کانوں میں روئی رکھ لیں تاکہ صبح تک ان آوازوں کے سننے سے محفوظ رہیں۔ یہ فرما کر صوفیوں میں حضرت نے تصرف

---

[۱] انیس الطالبین: ۱۳۹ [۲] انیس الطالبین: ۱۳۷ [۳] انیس الطالبین: ۱۳۶

کیا اور ان کا احوال متغیر ہوا۔ اور یہ حرام آوازیں کسی طرح سے ان کے کانوں میں نہ آسکیں۔ پڑوسیوں نے صبح کو رات کے حالات درویشوں سے بیان کر کے دریافت کیا کہ آپ کی رات کیونکر گزری حضرت خواجہ اور ان کے اصحاب سماع سے منع فرماتے ہیں اور تمہارے مکان کے قریب شب گانا اور رقص دسرود اور دف کی آوازیں تھیں۔ درویشوں نے حضرت خواجہ کے تصرف کا قصہ بیان کیا۔ ان لوگوں نے بہت تعجب کیا۔ یہ واقعہ ان کی ہدایت اور راہ یابی کا سبب ہو گیا۔[1]

ٹیلی فون

کرامت: حضرت خواجہ قدس سرہٗ ایک دفعہ بخارا کے ایک گاؤں میں مقیم تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ مولانا عارف دیگرانی تشلاق علا نسف میں خواجہ مبارک مولینا بہاؤالدین کے پاس بیٹھے ہیں اور ہم کو طلب کر رہے ہیں۔ یہ فرما کر فوراً نسف کی طرف روانہ ہوتے۔ جب حضرت خواجہ کی مولانا سے ملاقات ہوئی۔ تو مولانا نے حضرت خواجہ سے کہا کہ جب تک ہم آپ کو تین بار طلب نہ کریں آپ تشریف نہ لایا کیجئے۔[2]

کرامت: ایک دفعہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ امیر برہان الدین فرزند سید امیر کلال قدس سرہٗ کے گھر قریہ سوخار میں تھے۔ امیر موصوف نے حضرت خواجہ سے التماس کیا کہ مجھ کو مولانا عارف کی ملاقات کا اشتیاق ہے۔ اور وہ نسف میں ہیں۔ آپ توجہ فرمایئے تاکہ مولانا جلد تشریف لائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ہم بہت جلد مولانا کو طلب کرتے ہیں۔ یہ فرما کر حضرت خواجہ امیر کی خانقاہ کی چھت پر تشریف لے گئے اور تین بار فرمایا کہ اے مولانا عارف۔ پھر آپ نیچے اتر آئے۔ اور فرمایا کہ مولانا عارف نے میری آواز سن لی ہے اور اس طرف روانہ ہو گئے ہیں۔ جب مولانا عارف حضرت کے پاس پہنچے تو کہا کہ میں فلاں روز فلاں وقت نسف میں دوستوں کے ساتھ بیٹھا تھا کہ حضرت خواجہ کی آواز میرے کانوں میں آئی کہ آپ مجھ کو طلب کر رہے ہیں اس لئے میں فوراً نسف سے بخارا کو روانہ ہو گیا۔[3]

کرامت: حضرت خواجہ قدس سرہٗ کہتے ہیں کہ ہمارا ایک درویش بخارا میں مولانا نجم الدین ولدرک نامی ہے۔ میں اس کو طلب کرتا ہوں وہ کل ظہر کے وقت تک آجاتے گا۔ دوسرے دن مولانا نجم الدین ظہر کے وقت حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں مقام قرشی میں پہنچ گئے اور کہا کہ کل حضرت

---

[1] انیس الطالبین: ۱۳۶، [2] انیس الطالبین: ۱۳۵ [5] خط کشیدہ عبارت انیس الطالبین میں نہیں ہے - ۱۲۰

[3] انیس الطالبین: ۱۳۵

خواجہ کے طلب کرنے کی آواز میرے کانوں میں آئی۔ میں بے قرار ہو گیا اور تاخیر نہ کر سکا اسی وقت بخارا سے نسف کی طرف روانہ ہو گیا۔[1]

نہر سے خربوزہ

کرامت: ایک درویش نقل کرتے ہیں کہ میں ایک صحرا میں حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ بہار کا موسم تھا اور میرے دل میں خربوزہ کی آرزو پیدا ہوئی میں نے حضرت خواجہ سے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ پانی کی ایک نہر وہاں سے نزدیک تھی۔ حضرت خواجہ نے اس نہر کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ نہر کے کنارے جاؤ۔ خربوزہ مل جائے گا۔ میں نہر کے کنارے گیا ایک تازہ خربوزہ بہتا ہوا میرے سامنے آیا۔ میں نے اس کو لے لیا اور میرا یقین حضرت خواجہ کی نسبت اور بھی زیادہ ہو گیا۔

آٹے میں برکت

ایک درویش کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ میرے مکان پر تشریف لائے میں خوش دل اور شاداں ہوا۔ میرے گھر میں آٹا موجود نہ تھا۔ اسی دن آٹے کا تھیلہ میں لایا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اس آٹے کو محفوظ رکھو اور اسی میں سے خرچ کرو اور اس کی کمی بیشی کو کسی پر ظاہر مت کرو۔ حضرت خواجہ دو ماہ میرے مکان پر مقیم رہے اور بہت سے درویش اور دیگر دوست احباب بکثرت حضرت خواجہ کی ملاقات کے لئے آتے رہے اور وہی آٹا پکتا رہا مگر وہ اپنے حال پر جیسا تھا ویسا ہی رہا جب حضرت خواجہ تشریف لے گئے تو ہم ایک مدت دراز تک اسی آٹے میں سے خرچ کرتے رہے اور آٹا مطلق ختم نہ ہوا۔ جب میں نے حضرت کے ارشاد کے خلاف کیا اور اپنے اہل و عیال سے اس واقعہ کا اظہار کر دیا تو برکت جاتی رہی۔[2]

سب کچھ لٹا دیا

کرامت: ایک درویش کا بیان ہے کہ میں شروع زمانہ میں دکانداری کیا کرتا تھا۔ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ میری دکان پر تشریف لائے۔ اور حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات کا تذکرہ کیا۔ اور فرمایا کہ سلطان العارفین نے فرمایا ہے کہ اگر میں اپنے رومال کا ایک کونہ کسی شخص تک پہنچ کر دوں تو وہ میرا فریفتہ اور شیدا ہو کر میری جستجو میں نکل پڑے گا۔ اور میں یہ کہتا ہوں کہ اگر میں اپنی آستیں ہلا دوں تو تمام اہل بخارا میرے فریفتہ اور حیران ہو جائیں، گھر بار چھوڑ کر میرے پیچھے ہو جائیں۔ اثنائے کلام میں حضرت

---

[1] انیس الطالبین: ۱۳۵،۱۳۴
[2] انیس الطالبین: ۱۳۰

نے اپنی آستین ہلائی۔ اور میری آنکھ حضرت کی آستین کے کونہ پر پڑگئی۔ پس بے خود ہوگیا اور زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ ایک مدت اسی طرح گزر گئی اور جب حالت درست ہوتی اور میں اپنی حالت پر لوٹا تو حضرت خواجہ کا عشق میری رگ و پے میں اثر کر گیا۔ میں نے اپنا گھر بار دکان و پونجی غرضیکہ ہر چیز جو میرے پاس تھی لٹادی اور حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے عاشقوں میں شامل ہوگیا۔[1]

پانی پر چلنا

کرامت: ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے سردیوں کے موسم میں ایک درویش سے بہت سی لکڑیاں جمع کرنے کو کہا، حضرت خواجہ کے حکم کے مطابق لکڑیاں جمع ہوگئیں تو اگلے دن برف باری شروع ہوگئی۔ اور لگاتار چالیس روز تک ہوتی رہی۔ اسی حالت میں حضرت نے خوارزم کا ارادہ کیا اور شیخ شادی نامی درویش ہم رکاب تھے۔ جب آپ کنارہ آب حرام کام پر پہنچے تو شیخ شادی سے فرمایا کہ پانی کے اوپر قدم رکھ کر گزر جاؤ۔ شیخ شادی غرق ہونے کے خوف سے پانی پر چلنے کی جرأت نہ کر سکے۔ حضرت نے تاکیداً فرمایا کہ چلو اور نظر ہیبت سے شیخ شادی کی طرف دیکھا اور وہ بے ہوش ہوگئے۔ جب ہوش میں آئے تو قدم پانی پر رکھا اور چلنے لگے۔ اور حضرت خواجہ ان کے پیچھے روانہ ہوئے۔ اس ندی سے گزر جانے کے بعد حضرت نے شیخ شادی سے فرمایا دیکھو تمہارا موزہ تر ہوا ہے یا نہیں۔ شیخ نے دیکھا تو ان کے موزہ پر پانی کا کچھ بھی اثر نہ ہوا تھا۔[2]

بارش

کرامت: ایک دفعہ نسف میں امساک باراں ہوا اور حضرت خواجہ کے مخلصین نے جو اس زمانہ میں وہاں موجود تھے۔ ایک درویش کو حضرت کی خدمت میں بھیجا۔ اس درویش کو دیکھتے ہی حضرت نے فرمایا کہ اصحاب نسف بخیریت سے ہیں اور انہوں نے طلب باراں کے لئے تمہیں ہمارے پاس بھیجا ہے۔ درویش نے کہا کہ ہاں۔ حضرت نے فرمایا کہ ہم تمہارے لئے اس دفعہ بخارا سے پانی بھیجتے ہیں۔ پھر آپ نے اس درویش کو تھوڑی دیر ٹھہرنے کے لئے ارشاد فرمایا تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ابر کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا۔ اور پھیل کر برسنے لگا۔ دن بھر برستا رہا۔ دوسرے دن آپ نے ان کو جانے کی اجازت دے دی اور وہ بارش کے دوران ہی میں نسف روانہ ہوئے یہ بارش تین رات دن تک مسلسل ہوتی رہی حضرت خواجہ کی اس کرامت سے تمام ملک سیراب ہوگیا[3]

---

[1] انیس الطالبین: ۱۲۹ [2] انیس الطالبین: ۱۲۸

[3] انیس الطالبین: ۱۲۷

ذکرِ جہر اور رقص

کرامت: ایک درویش بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ مقام قرشی میں تھا۔ خلوت میں درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ رقص کر رہا تھا۔ میرے پاس ایک عمدہ رومال تھا وہ میں نے قوال کو دے دیا۔ پھر کسی کام کے لئے گھر سے نکلا تھا کہ اسی وقت حضرت کش کی طرف سے آتے اور قرشی میں، مَیں پہلا شخص ہوں جس نے حضرت خواجہ سے ملاقات کی۔ اس وقت حضرت نے فرمایا کہ اہل قرابت فقرآ سے اتفاق رکھنا چاہیے۔ ہمارے طریقہ میں ذکر جہر اور رقص نہیں ہے۔ حضرت کے اس بات سے مطلع ہونے پر میرا حال متغیر ہوا۔ حضرت نے ایک مدت تک مجھ کو اپنی صحبت میں نہ آنے دیا۔ جب تک کہ درویشوں کی ایک جماعت نے میری سفارش نہ کی میں حضرت کی صحبت میں بار یاب نہ ہو سکا۔ اور کوئی نسبت اپنے آپ میں نہ پاتا تھا۔[1]

لڑکا مل گیا

کرامت: ایک درویش کا بیان ہے کہ مجھ کو اولاد نرینہ نہ ہوتی تھی۔ میں نے حضرت کی خدمت میں دعا کے لئے التماس کی۔ حضرت خواجہ نے دُعا فرمائی۔ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک لڑکا عطا کیا۔ مَیں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور لڑکے کے لئے آپ کا ملبوس (کرتہ) طلب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ میں کرتہ نہیں بھیج سکتا۔ میں گھر واپس آیا تو دیکھا وہ لڑکا فوت ہو چکا تھا۔ میں پھر حضرت خواجہ کی خدمت میں گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ تم نے ہم سے لڑکا مانگا وہ ہوا۔ اب خدا نے تعالیٰ تجھ کو دو لڑکے عطا کرے گا۔ جن کی عمر بہت ہوگی۔ اور وہ تجھ کو کافی ہوں گے۔ اس کے بعد میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ ایک زمانہ کے بعد وہ بیمار ہو گیا۔ میں نے آپ سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ہمارا فرزند ہے۔ تم کو اس کی علالت سے کیا تعلق۔ بہت مرتبہ بیمار اور صحت یاب ہوگا اس کے بعد اور دوسرا لڑکا تولد ہوا۔[2]

دو بھیڑیے

کرامت: ایک درویش کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ نے مجھ کو ایک کام کے لئے کسی جگہ روانہ کیا۔ ہوا نہایت گرم تھی۔ واپسی میں ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گیا۔ اور اس درخت سے تکیہ لگا کر سو رہا۔ میں نے خواب میں آپ کو دیکھا۔ کہ عصا ہاتھ میں لئے ہوئے میری طرف تشریف لا رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ سونے کی جگہ نہیں ہے اٹھو میں بیقرار

---

[1] انیس الطالبین: ۱۲۲ [2] انیس الطالبین: ۱۲۰

ہو کر خواب سے اٹھا کیا دیکھتا ہوں کہ دو بھیڑیے خونخوار میرے سرہانے کھڑے ہیں۔ میں فوراً قصر عارفان کو روانہ ہو گیا۔ جب میں نزدیک پہنچا تو دیکھا کہ حضرت خواجہ راستہ پر کھڑے ہوئے فرما رہے ہیں کہ کوئی شخص ایسی جگہ میں سوتا ہے۔[1]

مرنے کی ترکیب قدسیہ: حضرت فرمایا کرتے تھے کہ جب میرا وقت آخر ہو گا۔ تو میں درویشوں کو مرنے کی ترکیب سکھاؤں گا۔ سب درویش اس وقت کے منتظر تھے جب حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو مرض الموت ہوا تو کاروان سرائے میں گئے اور مرض کے زمانہ میں اسی سرائے کے ایک حجرہ میں مقیم رہے۔ خاص خاص مرید آپ کی خدمت میں رہتے تھے حضرت نے ہر ایک کے حال پر مرحمت اور الطاف خاص فرماتے۔ اور آخر وقت دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے اور بہت دیر تک دعا کرتے رہے پھر دونوں ہاتھ چہرے پر رکھے اور اس عالم سے رحلت فرما گئے۔[2]

کرامت: خواجہ علاؤ الدین عجدوانی قدس سرہٗ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت خواجہ کے مرض الموت کے زمانہ میں حاضر تھا۔ حضرت حالت نزع میں تھے۔ جب حضرت نے مجھ کو دیکھا تو فرمایا اے علاء، دستر خوان لا اور کھانا کھا۔ حضرت ہمیشہ مجھے علاء کہا کرتے تھے۔ تعمیل ارشاد کے لئے دستر خوان لایا اور چند لقمے کھائے۔ اس حالت میں میں کھانا نہ کھا سکتا تھا۔ اس لئے دستر خوان کو اٹھا دیا۔ حضرت نے آنکھ کھول کر دیکھا کہ میں نے دستر خوان اٹھا دیا ہے۔ پس فرمایا کہ اے علاء! دستر خوان بچھا اور کھانا کھا۔ میں نے پھر چند لقمے کھا کر دستر خوان اٹھا دیا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ دستر خوان بچھاؤ اور کھانا کھاؤ۔ کیوں کہ کام اچھی طرح کرنا چاہیئے۔ آپ نے چار مرتبہ اسی طرح ارشاد فرمایا۔[3]

کرامت: آپ کے مرض کے آخری ایام میں آپ کے اصحاب کی ایک جماعت کو خیال پیدا ہوا۔ دیکھئے حضرت کس کو ارشاد کی اجازت عطا فرماتے ہیں۔ حضرت خواجہ کو اس خطرہ سے آگاہی ہو گئی۔ اور فرمایا کہ اس وقت مجھے تشویش میں مت ڈالو۔ یہ کام میرے اختیار کا نہیں ہے۔ حق تعالیٰ تم میں سے جس کسی کو اس مرتبہ پر پہنچا دے گا۔ وہ مرتبہ خود اس کا فیصلہ کر دے گا۔ حضرت

---

[1] انیس الطالبین [2] [3] رشحات: ۱۵۷

خواجہ کے بعض مریدین نے نقل کیا ہے کہ حضرت نے اس وقت یہ فرمایا کہ بات وہی ہے جو ہم نے حجاز کے راستہ میں کہی تھی کہ جس کو ہمارے دیکھنے کی آرزو ہو۔ وہ خواجہ محمد پارسا کو دیکھ لے اس ارشاد کے دوسرے دن آپ نے رحلت فرمائی۔[۱]

کرامت، خواجہ علاؤ الدین قدس سرہٗ کہتے ہیں کہ میں حضرت خواجہ کے انتقال کے وقت سورۂ لیٰسین پڑھ رہا تھا۔ جب سورہ نصف ہوئی تو انوار ظاہر ہونے لگے۔ ہم کلمہ پڑھنے میں مشغول ہوتے اس کے بعد حضرت خواجہ کا سانس منقطع ہوگیا۔ حضرت کی عمر شریف پورے تہتر سال کی تھی اور چوہتر ویں سال میں پیر کے دن تیسری ماہ ربیع الاول ۷۹۱ھ یا ۷۹۰ ہجری میں وفات پائی[۲]

چنانچہ حضرت خواجہ حافظ شیرازی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

بہاء الحق والدین طاب مثواہ — امام سنت و شیخ جماعت
چو می رفت از جہاں ایں بیت میخواند — براہل فضل و ارباب براعت
بطاعت قرب یزداں میتواں یافت — قدم در نہ گرت ہست استطاعت
بدیں دستور تاریخ وفاتش — بروں آر از حروف قرب طاعت

مزار شریف بخارا میں ہے۔ فقیر نے اس صاحب کمال کی تاریخ وفات قول اول کی بنا پر "عجائب الکرامات بود" اور قول ثانی کی بنا پر "او سراج ایں امت بودہ" اور "زینت سنت بودہ" سے پائی ہے۔[۴]

امیر برہان الدین قدس سرہٗ

واضح ہو کہ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کے چار فرزند اور چار خلیفہ تھے۔ سب کے سب صاحب حال تھے۔ حضرت نے اپنے ہر ایک فرزند کی تربیت اپنے ایک ایک خلیفہ کے سپرد کی تھی۔ امیر برہان الدین قدس سرہٗ حضرت امیر کلال کے بڑے صاحب زادے تھے اور ان کی تربیت حضرت خواجہ بہاء الحق والدین نقشبند قدس اللہ سرہٗ کے سپرد تھی اور فرمایا تھا کہ جب استاد شاگرد کی تربیت کرے تو چاہیے کہ اپنی محبت کا اثر شاگرد میں مطالعہ کرے۔ تاکہ اس پر بھروسہ ہو جائے کہ تربیت اس میں

---

[۱] رشحات: ۱۵۷ [۲] رشحات: ۵۶، ۵۷ [۳] دیوان حافظ شیرازی مطبوعہ ایران ص ۳۵۷
[۴] یہ رباعی فقیر کے اصل نسخہ میں نہیں ہے ۱۲۔ [۵] رشحات: ۵۷

قائم ہوگئی ہے اور اگر اس میں خلل دیکھے تو اس کی اصلاح کرے۔ اس کے بعد آپ نے حضرت خواجہ نقشبند سے فرمایا کہ میرے فرزند امیر برہان الدین موجود ہیں۔ کسی کا دست تصرف ان تک نہیں پہنچا۔ اور اس کی معنوی تربیت نہیں کی۔ تم میرے سامنے ان کی تربیت میں مشغول ہوجاؤ۔ تاکہ میں تمہاری تربیت کا اثر دیکھوں اور مجھے تمہاری صفت تربیت پر اعتماد ہوجائے۔ حضرت خواجہ نے ادب کی وجہ سے کچھ توقف کیا۔ حضرت امیر نے فرمایا کہ تامل نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت خواجہ بہ تعمیل ارشاد حضرت امیر برہان الدین کے باطن کی طرف متوجہ ہوئے۔ جس سے ان میں حالت عظیم پیدا ہوئی اور سکر حقیقی کا اثر ظاہر ہوا۔ اس کے بعد امیر برہان الدین حضرت خواجہ کی تربیت میں مرتبہ کمال اور تکمیل کو پہنچے اور صاحب تصرف و کرامات ہوتے۔ حضرت امیر برہان الدین کا طریقہ خلق سے انقطاع کا تھا۔ آپ ہرگز کسی سے نسبت نہیں رکھتے تھے۔ اور کسی کو آپ کے انوار باطن کی اطلاع نہ ہوتی تھی۔ آپ کی قوت باطن اس درجہ تھی کہ حضرت خواجہ کے بعض مریدوں کا حال گم کر دیتے تھے۔[1]

تصورِ شیخ

کرامت: شیخ نیک روز بخاری جو حضرت خواجہ کے مریدوں میں سے ہیں نقل کرتے ہیں کہ جب مجھ کو راستہ میں امیر برہان الدین سے ملاقات کا اتفاق ہوتا تو میرے احوال باطنی مجھ سے غائب ہوجاتے تھے۔ ایک روز میں حضرت خواجہ کی خدمت میں امیر برہان الدین کی شکایت کرنے کے لئے آیا حضرت خواجہ نے مجھ کو دیکھتے ہی فرمایا کہ تم اس وقت امیر برہان الدین کی شکایت کے لئے آئے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت کے ضمیر خورشید نظیر پر خود روشن ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جب وہ تمہاری طرف متوجہ ہوں۔ تم میری طرف اس طرح متوجہ ہوجایا کرو کہ میں نہیں ہوں جو کچھ ہیں حضرت خواجہ ہیں۔ اس کے بعد جب امیر برہان الدین سے ملاقات کا اتفاق ہوا۔ تو انہوں نے چاہا کہ میری طرف متوجہ ہوں۔ میں نے فوراً حضرت خواجہ کی صورت کا تصور کیا۔ اور کہا کہ میں نہیں ہوں۔ حضرت خواجہ ہیں۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ امیر برہان الدین کا حال متغیر ہوا۔ اور بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ اس کے بعد سے انہوں نے کبھی مجھ میں تصرف نہیں کیا۔

---

[1] رشحات: ۴۳، ۴۴

کرامت: امیر برہان الدین قدس سرہٗ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ عید قربان کے موقع پر جب کہ لوگ عید گاہ سے نماز پڑھ کر واپس ہو رہے تھے۔ حضرت خواجہ کے ساتھ مخلوق کا بہت کچھ ہجوم تھا اور میں سب سے پیچھے چلا آ رہا تھا۔ جب میں نے حضرت خواجہ کیساتھ لوگوں کا اس قدر ہجوم دیکھا تو اس وقت میرے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ حضرت خواجہ کا یہ ابتدائی زمانہ ہے۔ اور آپ کے تصرفات و کرامات کے ظہور کا اب آغاز ہو رہا ہے۔ اس لئے مخلوق کا ہجوم حضرت کے اوقات میں مخل ہوگا۔ حضرت خواجہ ٹھہر گئے۔ جب میں آپ کے پاس پہنچا تو حضرت خواجہ نے میرا گریبان پکڑ کر تھوڑی حرکت دی۔ اس سے ایک صفت نہایت بزرگ میرے باطن میں پیدا ہوئی کہ اس کی عظمت اور صولت سے میری طاقت جاتی رہی۔ اور میں گرنے کے قریب ہوگیا۔ مگر حضرت خواجہ نے مجھ کو بچالیا۔ اور ایک وقت اسی حالت پر گر گیا۔ جب مجھ کو افاقہ اور ہوش آیا تو حضرت نے فرمایا کہ کیا کہتے ہو۔ اب بھی وہ تصرفات ہیں یا نہیں؟ میں ندامت سے حضرت کے قدموں پر گر گیا[1]

امیر حمزہ قدس سرہٗ

آپ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کے دوسرے فرزند ہیں۔ آپ کا نام حضرت امیرؒ نے اپنے والد کے نام پر رکھا اور ہمیشہ آپ کو پدر کہا کرتے تھے۔ آپ کی تربیت مولانا عارف دیگ گرانی قدس سرہٗ کے حوالے فرمائی تھی۔ آپ مولانا کی تربیت کے زیر سایہ درجۂ کمال اور تکمیل کو پہنچے اور حضرت امیر کلال کی وفات کے بعد آپ ہی ان کی جگہ مسند ارشاد پر متمکن ہوئے اور برسوں تک خلق اللہ کو رشد و ہدایت فرماتے رہے۔ آپ کی وفات ۲۰ شوال ۸۰۸[4] ہجری میں ہوئی۔[2]

امیر شاہ قدس سرہٗ

آپ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کے تیسرے فرزند ہیں۔ اور آپ کی تربیت حضرت نے شیخ یادگار قدس سرہٗ کے حوالے کی تھی۔ آپ بندگان خدا کی خدمت گزاری میں بہت اہتمام اور کوشش رکھتے تھے۔ اور لوگوں کی مشکلوں کو بہت خوبی سے حل کرتے تھے۔ اور لوگوں کی دلجوئی اور نگہداشت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتے تھے۔ آپ دنیا سے بقدر کفاف لیتے اور فرماتے کہ ہر شے کے لینے کے پیچھے جواب دینا لگا ہوا ہے۔[3]

---

[1] رشحات: ۴۴ [2] رشحات: ۴۵ [3] رشحات: ۴۸۔ [4] اردو ترجمہ میں ۷۰۸ ہجری درج ہے لیکن یہ صحیح نہیں رشحات میں ۸۰۸ھ ہے اور یہی درست معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

امیر عمر قدس سرہٗ

آپ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کے چوتھے فرزند ہیں۔ حضرت امیر نے آپ کی تربیت شیخ جمال الدین دہستانی قدس سرہٗ کے حوالے فرمائی تھی۔ آپ صاحب کرامات اور مالک خارق عادات تھے۔ اکثر اوقات آپ احتسابِ نفس میں مشغول رہتے تھے۔ اور نہایت غیور تھے۔

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ اکابر اولیاء نے کہا ہے کہ گائے کے سر کاٹنے کا جب وقت قریب آتا ہے تو اس کو طائفہ کے خرمن پر چھوڑتے ہیں اور جب لکڑی کی سیڑھی کے جلنے کا وقت آتا ہے تو اس گروہ کی دیوار پر رکھتے ہیں اور جس کو لٹکانا چاہتے ہیں۔ اس کو اس طائفہ کی پردہ دری کے لئے لگاتے ہیں۔[1]

مولانا عارف دیگ گرانی قدس سرہٗ

آپ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کے دوسرے خلیفہ ہیں اور آپ کا مولد و مرقد قریہ دیگ گران ہے۔ جو قصبہ ہزارہ سے کنارہ کوہک پر واقع ہے۔ جہاں سے بخارا نو فرسنگ شرعی ہے۔ آپ کا مزار پر انوار اسی قریہ کے باہر ہزارہ کے راستہ پر واقع ہے۔[2]

ادب

حضرت امیر کلال قدس سرہٗ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرے مریدوں میں خواجہ بہاؤ الدین نقشبند اور مولانا عارف دیگ گرانی کے مثل کوئی نہیں ہے۔ یہ دونوں سب سے آگے چلے گئے ہیں حضرت خواجہ نقش بند قدس سرہٗ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ سے خلافت پانے کے بعد سات سال مولانا عارف کی صحبت میں رہے اور مولانا کی تعظیم وتکریم میں مصروف رہ کر انہیں کے ساتھ سلوک طے کیا۔ چنانچہ آپ بوقت طہارت نہر کے کنارے پر مولانا سے بلند مقام پر ہرگز نہ بیٹھتے اور راستہ چلتے وقت بھی مولانا کے برابر نہ چلتے تھے اور ہمیشہ آپ کا اتباع کرتے تھے کیونکہ حضرت مولانا کو حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کی صحبت میں حضرت پر سبقت تھی اور حضرت خواجہ سے برسوں پہلے آپ حضرت امیر کلالؒ کی تربیت میں درجہ کمال کو پہنچ چکے تھے۔ حضرت

---

[1] رشحات: ۴۸ [2] رشحات: ۴۸

خواجہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب ہم ذکر خفی میں مشغول ہوتے اور ہم میں شان آگاہی پیدا ہوئی تو ہم اس کی اصل کے طالب ہوئے۔ اور تیس برس تک اصل کی تلاش اور جستجو کرتے رہے۔ دو مرتبہ سفر حجاز کیا۔ ہر ایک گوشہ اور زاویہ میں پھرے۔ اس تلاش میں مولانا عارف کے مثل کوئی شخص بھی مل جاتا تو ہم ہرگز واپس نہ آتے، ایسا شخص چاہیئے جو ہم زانو ہو اور سیر میں آسمانوں سے آگے بڑھ گیا ہو۔ اور ظاہر و باطن میں وہیں مشغول ہو۔[1]

قدسیہ: مولانا قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی تدبیر میں ہے وہ خاص دوزخ میں ہے اور جو شخص تقدیر الٰہی جل وعلا کی تعمیل میں مصروف ہے وہ خالص بہشت میں ہے۔[2]

کھانے کے وقت ذکر

قدسیہ: ایک روز مولانا نے اپنے مریدوں سے پوچھا کہ کھانے کے وقت ہر ایک عضو اپنے ایک کام میں مشغول رہتا ہے۔ دل کس کام میں مشغول رہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایسے وقت میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ اس وقت کا ذکر سبب سے مسبب کی طرف جانا اور نعمت کو منعم کی طرف سے دیکھنا ہے۔[3]

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز ایک شخص نے مولانا کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں میرا کام آپ کی دعا سے سرانجام پاتے گا۔ مولانا نے قبول نہ کیا اور فرمایا کہ ذمہ لینا اس شخص کا کام ہے کہ صاحب مقصد کا کام اس کی مبارک ہمت سے پورا ہو سکے، اور مجھ میں یہ ہمت نہیں ہے۔[4]

کرامت سیلاب رک گیا

ایک دفعہ قریہ دیگ گران میں کوہک کے پانی سے سیلاب آیا چنانچہ گاؤں کے بہ جانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ لوگ خوف کے مارے فریاد کرنے لگے۔ مولانا یہ شور سن کر باہر نکلے اور اپنے آپ کو طوفان میں اس مقام پر جہاں پانی کا زور تھا۔ ڈال دیا اور فرمایا کہ اے پانی اگر تجھ سے ہو سکتا ہے تو مجھے بہالے۔ فوراً طوفان بیٹھ گیا اور تسکین ہو گئی۔[5]

قدسیہ: ایک روز حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ مولانا بہاؤالدین قشلاقی قدس سرہٗ کی صحبت میں تھے۔ (جو علوم ظاہری اور باطنی کے عالم اور صاحب آیات و کرامات تھے۔ اور حضرت خواجہ کے پیر صحبت اور شیخ الحدیث تھے) اثنائے کلام میں مولانا نے حضرت خواجہ سے فرمایا کہ ایسے مرغ بلند پرواز آپ ہیں یا آپ کے دوست مولانا عارف دیگ گرانی ہیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ کاش کہ

---

[1] رشحات: ۴۸، ۴۹ [2] [3] رشحات، ۴۹ [4] رشحات: ۴۹ [5] رشحات: ۵۰۔

صحبت مولانا آج ہی میسر ہو جاتی۔ پس مولانا کی صحبت کا شوق حضرت خواجہ پر غالب ہوا۔ اس وقت مولانا عارف اپنے گاؤں میں اپنے مریدوں کے ہمراہ روئی کی کاشت میں مشغول تھے۔ مولانا بہاؤ الدین قشلاقی نے حضرت خواجہ سے فرمایا کہ اگر تم کو مولانا عارف کے دیدار کا شوق بہت ہے تو میں ان کو آواز دیتا ہوں وہ ضرور آجائیں گے۔ پس آپ بام پر چڑھے۔ اور تین بار آواز دی کہ اے مولانا عارف! مولانا عارف اسی وقت روئی بونے کے کام سے رک گئے۔ اور مریدوں سے فرمایا کہ تم لوگ قیام گاہ پر جاؤ۔ مجھے مولانا بہاؤ الدین قشلاقی طلب کرتے ہیں پس عجلت کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ اسی دوپہر میں قبل اس کے دیگ آتش دان سے اتاری جائے اور آش استعمال میں لایا جائے ان کی صحبت میں پہنچ گئے۔ اور قریہ دیگ گران اور قشلاق میں بیس فرسنگ کا فاصلہ ہے حضرت خواجہ اور مولانا عارف کی پہلی ملاقات اسی صحبت میں ہوئی۔[1]

شیخ یادگار قدس سرہٗ

حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کے تیسرے خلیفہ ہیں۔ اور آپ کا وطن کن سرون ہے جو شہر بخارا سے دو فرسنگ کے فاصلہ پر ہے۔ حضرت امیر شاہ قدس سرہٗ آپ کی تربیت میں بلند درجوں پر پہنچے۔[2]

شیخ جمال الدین دہستانی قدس سرہٗ

آپ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کے چوتھے خلیفہ ہیں۔ حضرت امیر نے اپنے چوتھے فرزند امیر عمر قدس سرہٗ کی تربیت آپ کے حوالے فرمائی تھی۔ امیر عمر قدس سرہٗ آپ کی زیر تربیت مقامات و درجات کمال تک پہنچے۔ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کے لائق و فائق مریدین چاروں خلفاء کے علاوہ بھی بہت سے ہوتے ہیں۔[3]

چنانچہ شیخ محمد خلیفہ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کے اکابر مریدین سے ہوتے ہیں۔ حضرت امیر کلال جانتے تھے کہ آپ کے بعد طالبوں اور مریدوں کی وہ تربیت کرتے رہیں گے۔ اور شیخ شمس الدین کلال قدس سرہٗ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کے مریدان عظام میں سے ہیں۔ اور سفر مبارک میں حضرت امیر کے ہمراہ تھے۔ اور قریہ قرشی سے صحرائے کفش تک پیادہ گئے اور عراق میں مشائخین کے ساتھ ان کی صحبت میں بہت عرصہ رہے۔ آپ نے ماوراء النہر میں آپ کے طریقہ مراقبہ

---

[1] رشحات: ۵۳ [2] رشحات: ۵۱ [3] رشحات: ۵۱

کو اپنایا اور مشہر فرمایا اور مولانا علاؤالدین کن سروفی اکابر اصحاب حضرت امیر سے ہیں۔ شیخ درازونی جو عالم علوم ظاہری و باطنی تھے۔ مولانا بہاؤالدین طوالیسی، شیخ بدرالدین میدانی، مولانا سلیمان، شیخ امین، خواجہ محمدؒ اور ان کے علاوہ بہت صاحبان مرید حضرت امیر کلالؒ کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اسرار کو پاک کرے۔[1]

---

[1] رشحات: ۵۱، ۵۲

حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس اللہ سرہٗ

آپ کا انتساب اس طریقہ عالیہ میں آستانِ عرش نشان شاہ ولایت پناہ حضرت خواجہ بہاؤالحق والدین حضرت نقشبند قدس اللہ سرہ العزیز سے ہے۔ آپ کا اصل قریہ چرخ ہے۔ جو ولایت غزنی میں ایک گاؤں ہے۔ آپ کا مرقد منور علاقہ حصار کے ایک گاؤں میں ہے۔[1]

ابتدائے احوال میں اکثر اوقات جامع ہرات میں اور اکثر دیارِ مصر میں تحصیل علوم میں مشغول رہے اور شیخ زین الدین خوانی قدس سرہ کے ساتھ مصر میں ہم سبق رہے۔ یہ دونوں صاحب مولانا شہاب الدین سیرامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جو اس دیار کے اکابر علماء سے ہیں، ہم سبق تھے۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ اتحاد اور خلوص رکھتے تھے۔[2]

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ قدس سرہ کے سلسلہ میں منسلک ہونے سے پہلے بھی مجھے حضرت کے ساتھ اعتماد و خلوص تھا۔ اور اکابر علماء سے اجازت فتویٰ حاصل کرنے سے پہلے میں نے اپنے وطن مالوف کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا۔ ایک روز بھی حضرت خواجہ سے ملاقات کا اتفاق ہوا۔ میں نے بطریق معتقدین تواضع اور نیازمندی کی اور حضرت سے عرض کیا کہ اس عاجز کی طرف بھی گوشۂ عنایت ملحوظ رکھیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس وقت ارادہ کر کے ہمارے پاس آئے ہو۔ میں نے کہا کہ میں آرزومند خدمت ہوں حضرت نے فرمایا کہ کس وجہ سے۔ میں نے کہا کہ آپ بزرگ اور مقبول خلائق ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کی کوئی دلیل ہونی چاہیے ممکن ہے کہ یہ مقبول شیطانی ہو۔ میں نے کہا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالےٰ جب کسی بندہ کو دوستی کے لئے منتخب فرماتا ہے تو اس کی دوستی بندگان خدا کے دلوں میں پیدا ہوتی ہے۔ آنحضرت قدس سرہٗ نے یہ سن کر تبسم فرمایا اور کہا کہ ہم عزیزان ہیں۔ پس یہ سن کر میری حالت اس لئے متغیر ہوئی کہ میں اس سے پہلے خواب میں دیکھ چکا تھا کہ کوئی صاحب مجھ سے فرما رہے ہیں کہ عزیزان کا مرید ہو۔ مجھ کو اسی وقت وہ خواب یاد آئی۔ اور حضرت

---

[1] رشحات: ۶۵ [2] رشحات: ۶۷، ۶۸

خواجہ سے میں نے التماس کی کہ خاطر شریف میرے حال پر منعطف فرمائیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت عزیزان علیہ الرضوان سے عرض کیا تھا کہ مجھ کو آپ یاد رکھیں انہوں نے فرمایا کہ ہمیں اللہ کے سوا کچھ یاد نہیں رہتا ہے۔ تم کوئی چیز ہمارے پاس چھوڑ دو تاکہ جب ہم اس کو دیکھیں تم یاد آجاؤ۔ لیکن تمہارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کو تم ہمارے پاس چھوڑ سکو۔ یہ کہہ کر حضرت نے اپنی ٹوپی مجھ کو عنایت فرمائی اور فرمایا کہ اس کو احتیاط سے رکھو۔ جب تم اس کو دیکھو گے تو ہم کو یاد کرو گے۔ اور جب ہماری یاد کرو گے تو ہماری حضوری میں آجاؤ گے۔ اس کے بعد فرمایا کہ مولانا تاج الدین سے کولکی کے جنگل میں ضرور ملاقات کرنا کیونکہ آپ اولیائے وقت سے ہیں۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ میرا ارادہ بلخ جانے کا ہے۔ پھر وہاں سے اپنے وطن جاؤں گا۔ بلخ کہاں اور دشت کولکی کہاں۔ میں حضرت سے رخصت ہو کر بلخ روانہ ہوا اتفاقاً ایسی ضرورت پیش آئی جس کی وجہ سے دشت کولکی میں جانا پڑا۔ اس وقت حضرت خواجہ کا ارشاد مجھ کو یاد آیا۔ بہت متعجب ہوا۔ میں نے یہاں مولانا تاج الدین سے ملاقات کی۔ مولانا سے ملاقات کے بعد سے حضرت خواجہ سے رابطۂ محبت اور زیادہ ہو گیا۔ اور کچھ سبب ایسا پیش آیا کہ حضرت خواجہ کی ملاقات کے لئے پھر بخارا واپس آنا پڑا۔ میرے دل میں یہ خیال پختہ ہو گیا کہ دست ارادت حضرت خواجہ کے دست شریف میں دے دوں۔ بخارا میں ایک مجذوب تھا۔ اس کے ساتھ مجھ کو بہت اعتقاد تھا۔ چلتے وقت میں نے اس کو راستہ میں بیٹھے ہوئے پایا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا میں بخارا کو جاؤں۔ اس نے کہا کہ جلدی جاؤ اور بہت سی لکیریں زمین پر کھینچیں۔ میں نے دل میں کہا کہ ان لکیروں کو شمار کرنا چاہیے۔ اگر وہ طاق نکلیں تو اس خیال کے حق ہونے کی دلیل ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ (کیونکہ اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے) جب میں نے ان کو گنا تو وہ طاق ہی نکلیں۔ میں پوری طرح یقین کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور حضرت سے اپنا ارادہ ظاہر کر دیا۔[۱]

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہم خود کسی کو قبول نہیں کر سکتے ہیں۔ آج رات معلوم کریں گے دیکھئے کیا اشارہ ہوتا ہے۔ اگر بارگاہ ایزدی میں تجھ کو قبول کر لیا جائے۔ تو ہم بھی قبول کر لیں گے۔ پس وہ رات

---

۱ رشحات : ۶۵، ۶۶

میرے لئے میری عمر میں سخت ترین رات تھی۔ دیکھئے کیا ہوتا ہے مجھ کو قبول کیا جاتا ہے یا رَد کیا جاتا ہے۔ جب صبح ہوئی تو نماز فجر کی ادائیگی کے بعد حضرت نے فرمایا کہ مبارک ہو، قبولیت کے لئے اشارہ کیا گیا ہے۔ ہم کسی کو بہت کم قبول کرتے ہیں: کیونکہ کوئی کسی نیت سے آتا ہے۔ کوئی کیسے وقت آتا ہے۔ اس کے بعد حضرت نے اپنے مشائخ کا سلسلہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ تک بیان فرمایا ہے اور فقیر کو وقوف عددی میں مشغول فرما دیا اور فرمایا کہ جہاں تک ہو سکے عدد طاق کی شمار کا لحاظ رکھو۔ گویا ان خطوط کی طرف اشارہ فرمایا جن کو میں نے اپنی دلیل بنایا تھا۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ یہ علم لدنّی کا پہلا سبق ہے۔ جو حضرت خضر علی نبیّنا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ تک پہنچا ہے[1]

قدسیہ: حضرت مولانا نے اپنی کتاب مناقب[2] حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ جب خدائے پاک کی عنایت بے غایت سے طلب کی خواہش اس فقیر کے دل میں پیدا ہوئی تو فیض لامتناہی کی کشش اور فضل الٰہی کے قاصد نے حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ کی صحبت کی طرف کھینچا۔ میں بخارا میں آپ کی خدمت کرتا اور حضرت کے کرم عمیم سے توجہ پاتا تھا۔ یہاں تک کہ ہدایت صمدیت سے مجھ کو یقین حاصل ہوا کہ آپ مخصوص اولیا اللہ سے ہیں۔ اور کامل و مکمل ہیں۔ ارشادات غیبی اور بہت سے واقعات کے بعد میں نے کلام الٰہی سے تفاول کیا تو یہ آیت نکلی اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے پس تو بھی ان کی ہدایتوں کی پیروی کر[3]

دوسرے روز مقام فتح آباد میں جو اس فقیر کا مسکن تھا۔ مزار حضرت شیخ سیف الدین باخرزی قدس سرہٗ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا ہوا تھا۔ کہ قبول الٰہی کا قاصد پہنچا اور میرے باطن کو بے چین کر دیا۔ پس میں نے حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا۔ حضرت خواجہ کی قیام گاہ قصرِ عارفاں تک میں پہنچا تو حضرت کو راستہ میں کھڑے ہوئے پایا۔ حضرت نے مجھ سے ملاقات فرمائی اور نماز شام کے بعد صحبت کا شرف بخشا۔ حضرت کی ہیبت مجھ پر

---

[1] رشحات: ۶۷، انسیہ: ۲۔ [2] انسیہ: ۲۔ [3] رشحات: ۶۶، ۶۷۔

ایسی طاری ہوئی کہ کلام کرنے کی طاقت باقی نہ رہی اثنا کلام میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْقَلْبِ فَذَالِكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ عِلْمُ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعِلْمُ اللِّسَانِ فَذَالِكَ حُجَّةُ اللّٰهِ عَلٰى ابْنِ اٰدَمَ۔ علم دو طرح کا ہے۔ پہلا علم قلب اور یہ علم نفع دیتا ہے اور یہ نبیوں اور مرسلوں کا علم ہے اور دوسرا علم زبان یہ اللہ کی حجت ہے۔ آدم کی اولاد پر۔

مجھ کو امید ہے کہ علم باطنی کا حصہ تم کو ملے پھر آپ نے فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے۔ اِذَا جَالَسْتُمْ اَهْلَ الصِّدْقِ فَاجْلِسُوْهُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّهُمْ جَوَاسِيْسُ الْقُلُوْبِ يَدْخُلُوْنَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَيَنْظُرُوْنَ اِلٰى هِمَمِكُمْ جب اہل صدق کی صحبت میں بیٹھو تو سچائی کے ساتھ بیٹھو کیونکہ وہ قلب کے جاسوس ہیں وہ تمہارے دلوں میں داخل ہوتے ہیں اور تمہاری ہمتوں کو دیکھتے ہیں[1]۔

اس کے بعد ایک مدت تک حضرت خواجہ کی صحبت میں رہا یہاں تک کہ حضرت نے فقیر کو بخارا سے رخصت ہونے کی اجازت فرمائی۔ اور ارشاد ہوا کہ جو کچھ مجھ سے تمہیں پہنچا ہے تو بندگان خدائے بزرگ و برتر تک پہنچانا تاکہ سعادت کا سبب ہو۔ رخصت کے وقت تین بار حضرت نے فرمایا کہ تجھ کو ہم خدا کے سپرد کرتے ہیں۔ اور اس سپرد کرنے میں بہت سی امیدیں ہیں کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اسْتُوْدِعَ لَهٗ شَيْئٌ حَفِظَهٗ۔ جب کوئی شخص کسی کو اللہ تعالےٰ کے سپرد کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ میں بخارا سے نکل کر شہر کیش میں پہنچا اور کچھ دنوں تک وہاں قیام کیا۔

اس عرصہ میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی وفات کی خبر میرے سننے میں آئی۔ میرے دل پر اس واقعہ کا بہت رنج و صدمہ ہوا۔ اور یہ خوف عظیم غالب ہوا کہ مبادا عالم کی طرف میری طبعیت کا میل ہو جائے اور طلب باقی نہ رہے۔ میں نے حضرت خواجہ کو خواب میں دیکھا کہ زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ فرما رہے ہیں اور یہ آیت پڑھی۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ

---

[1] رشحات: ۶۷، النسیہ: ۲۔

مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ۔ محمد نہیں ہیں مگر ایک رسول، ان کے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ بالفرض اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑھیوں کے بل لوٹ جاؤ گے۔

جب حضرت کی صحبت شریف سے محروم ہونے کے بعد خیال ہوا کہ اس زمانہ کے دوسرے درویشوں کے گروہ میں مل جاؤں۔ پھر میں نے حضرت کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ قَالَ زَيْدُ ابْنُ الْحَارِثَةِ الدِّيْنُ وَاحِدٌ۔ زید بن حارث نے کہا ہے کہ دین ایک ہی ہے اس ارشاد سے میں نے سمجھا کہ اجازت نہیں ہے۔

حضرت قدس سرہٗ نے تمام صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم میں سے زید بن حارث رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے صاحبزادے تھے۔ اور حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم بھی طالبوں کو فرزندی میں قبول کرتے ہیں۔ اس لئے ان کے اصحاب بھی دوسروں سے ممتاز ہیں۔

دوبارہ پھر میں نے آنحضرت قدس سرہ کو دیکھا اور پوچھا کہ قیامت میں، میں آپ کو کس چیز سے پاؤں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ تشرع سے یعنی شریعت پر عمل کرنے سے۔ اس بشارۃ میں اس ارشاد کی طرف اشارہ ہے۔ جو آپ عالم حیات میں فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہم نے جو کچھ فضل الٰہی سے آیات قرآنی و احادیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی برکت سے اور عمل سے نتیجہ طلب کرنے، تقویٰ اور حدود شرعیہ کی رعایت ملحوظ رکھنے، شریعت اور طریقہ سنت و جماعت پر چلنے اور بدعت سے پرہیز کرنے سے پایا۔[1]

جب حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فقیر کو بخارا سے سفر کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہٗ کی طلب پر ان کے پاس بھیجا تھا۔ ان کی متابعت کے لئے اشارۃً حکم دیا تھا۔ پس جب میں بخارا سے کش پہنچا اور کش سے ولایت بدخشاں کو گیا تا کہ وہاں سے چرخ کو جا کر حصول علوم میں مشغول ہو جاتے۔ تو عنایت حق سبحانہٗ سے علاؤالدین عطار بخارا سے تشریف لائے۔ اور قاصد کے ہاتھ ایک خط اس فقیر کے پاس بھیجا اور اس اشارہ متابعت کو یاد دلایا۔ چنانچہ

---

[1] انسیہ: ۲،۲-۳۔

میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کی نظر الطاف فقیر کے حال پر سب اصحاب سے زیادہ تھی۔ میں نے آپ کی صحبت میں ایک مدت صرف کی۔ جب ان کا وصال ہو گیا تو میں نے چاہا کہ حضرت خواجہ کے اس ارشاد کی تعمیل کروں کہ جو کچھ ہم سے تجھ کو پہنچا ہے۔ تو اس کو بندگانِ خدا کو پہنچا اور بقدر امکان اس امر میں کوشش کر۔ فقیر اپنے آپ کو اس خدمت کا اہل نہیں سمجھتا تھا۔ مگر فقیر کا یہ اعتقاد تھا کہ حضرت خواجہ کا اشارہ خالی از حکمت نہیں ہو سکتا۔[1]

قدسیہ؛ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ ایک روز مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ نے اس فقیر سے پوچھا کہ تم خراسان میں رہ چکے ہو۔ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت شیخ زین الدین خوانی مریدوں کے خوابوں کی تعبیر دیتے ہیں؛ اور خواب کا اعتبار کرتے ہیں۔ یہ بات صحیح ہے میں نے کہا کہ ہاں درست ہے۔ حضرت مولانا نے اپنے ہاتھ اپنی داڑھی پر رکھ لئے۔ اس فرمانے کے بعد آپ پر بے خودی طاری ہوئی۔ ہمیشہ یہ آپ کی عادت تھی کہ تھوڑی تھوڑی دیر میں بے خودی ہوتی رہتی تھی۔ اس روز بے خودی کی حالت میں آپ کا سر مبارک سینہ بے کینہ پر گر گیا۔ اور دو تین بال ریش مبارک کے آپ کے ہاتھ کی انگلیوں کی گھائی میں رہ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے سر اٹھا کر یہ شعر پڑھا ؎

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم | نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم[2]

کرامت حضرت عبید اللہ احرار قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ بہاؤ الحق والدین خواجہ نقشبند قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ ابتدا تے جذبہ میں مجھے ارشاد ہوا کہ تو اس راہ کو کس طرح طے کرے گا۔ میں نے کہا کہ اس طرح سے کہ جو میں کہوں اور جو میں چاہوں وہ ہو جایا کرے۔ اس کا مجھ کو یہ جواب دیا گیا کہ جو ہم کریں اور چاہیں گے۔ وہ ہوگا۔ میں نے کہا کہ مجھے یہ طاقت نہیں پندرہ دن رات تک مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ میرا حال خراب اور میں بالکل خشک ہو گیا اور معاملہ ناامیدی کی حد تک پہنچ گیا تو خطاب مستطاب بارگاہ رب العزت سے پہنچا کہ آپ جیسا چاہتے ہیں ویسا ہی ہوگا۔

مقامات حضرت خواجہ قدس سرہٗ میں یہ واقعہ اسی طرح سے مذکور ہے مگر حضرت مولانا

---

[1] النسیہ: ۳، ۴۔ [2] رشحات: ۶۸۔

یعقوب چرخی قدس سرہٗ نے حضرت خواجہ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ جب یہ خطاب ہوا کہ تو جیسا چاہتا ہے ویسا ہی رہ۔ تو میں نے اس طریقہ کو اختیار کیا جو خدا تک پہنچانے والا ہے۔[۱]

کرامت، حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ بیان کرتے ہیں کہ ایک سوداگر جو مولانا یعقوب قدس سرہٗ کے مخلصوں میں سے تھا، میں نے اس سے مولانا کی تعریف سنی تو ھُلْتَغُوُدُ کی طرف حضرت مولانا کی خدمت میں رہنے کے لئے روانہ ہوا اور ملک چغانیاں میں پہنچا۔ یہاں میں تپ لرزہ میں بیس دن تک مبتلا رہا، ضعف اور کمزوری کی وجہ سے وہاں سے جلد روانہ نہ ہو سکا۔ اس مدت میں یہاں کے بعض لوگوں نے حضرت مولانا یعقوب کی مجھ سے بہت سی غیبتیں کیں۔ اور بیماری کے زمانہ میں ان باتوں کے سننے سے میری طلب میں بڑا فتور پیدا ہو گیا۔ آخر کار میں نے خیال کیا کہ اتنی دور دراز کی مسافت طے کرنے کے بعد یہ اچھی بات نہیں ہے کہ میں مولانا کی خدمت میں حاضری نہ دوں۔ اس کے بعد میں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ کے لطف و مرحمت کو دیکھا اور آپ کی دلآویز باتیں سنیں۔ دوسرے دن جو گیا تو بہت غصہ میں آتے، سختی اور خشونت ظاہر کی۔ میں نے سمجھ لیا کہ مولانا کا یہ غصہ میری غیبتوں کو سننے اور طلب میں کمی کرنے کی وجہ سے ہے اگرچہ حضرت نے اس کی تصریح نہیں فرمائی، لیکن اتنا فرمایا کہ کیا آسان ہے کہ کسی کی ملاقات کے لئے کوئی شخص دو ماہ پہلے آئے اور نہ دیکھے۔ مجھ کو یقین ہو گیا کہ آپ کے اس غصہ کی وجہ میرا اس غیبت کو سننا اور آپ کی خدمت میں رہنے کے ارادہ میں کمی پیدا کرنا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر آپ نے نرمی اور مہربانی کا برتاؤ کیا اور انہوں نے حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقش بند قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضری کی سعادت کے قصے کو بیان فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے دست مبارک دراز فرمایا اور کہا کہ آؤ ہمارے ہاتھ پر بیعت کرو۔ میری طبیعت نے نفرت کی کیونکہ حضرت کی پیشانی پر ایک سفیدی کا داغ برص کی سفیدی کی طرح تھا۔ ایک نگاہ میں میری طبیعت کی کراہت سے واقف ہو گئے۔ اور آپ نے اپنے ہاتھ کو فوراً کھینچ لیا۔ اور بطور خلع و لبس[۲] کے اپنی صورت تبدیل کر کے ایسی شکل میں ظاہر ہوئے۔ کہ میں اختیار سے باہر ہو گیا۔ اور قریب تھا کہ بے خود ہو کر حضرت سے لپٹ جاؤں۔ پھر آپ نے ہاتھ دراز فرمایا اور کہا کہ حضرت

۱؎ ۲؎ خلع کے معنی ہیں اتارنا اور لبس کے معنی پہننے کے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ پہلی صورت تبدیل کر کے نئی صورت اختیار کرنا۔ ۱۲

خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تھا کہ تیرا ہاتھ میرا ہاتھ ہے اور جس نے تیرا ہاتھ پکڑا، اس نے بے شک خواجہ بہاؤالدین کا ہاتھ پکڑا۔ میں نے فوراً مولانا کا ہاتھ پکڑ لیا۔ حضرت نے مجھ کو وقوف عددی میں مشغول فرمایا۔[1]

حضرت مولانا یعقوب کی ایک تفسیر ہے[2]، دیگر عمدہ تصانیف کے مصنف بھی ہیں۔ ۸۳۸ ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ مقام ہلفتو میں مدفون ہوئے۔ واضح ہو کہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ کے خلفاء۔ مولانا یعقوب چرخی کے سوا اور بھی ہیں۔ ان میں سے بعض کا اجمالی تذکرہ کیا جاتا ہے۔

خواجہ علاؤالدین غجدوانی قدس سرہٗ

آپ خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ کے جلیل القدر مریدوں میں سے ہیں۔ آپ کا مولد مقام غجدوان ہے اور آپ کی قبر شریف تل مرزہ میں ہے جو بخارا سے جنوب کی طرف عیدگاہ کے قریب ایک موضع ہے اور اس گاؤں میں ایک ٹیلہ ہے اور آپ اسی ٹیلا پر مدفون ہیں۔

بعض نے یہ بیان کیا ہے کہ آپ سولہ سال کی عمر میں حضرت امیر کلال[3] واشنیؒ کی صحبت میں پہنچے۔ جو سید امیر کلال قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے۔ اور انہی سے ذکر کی تعلیم حاصل کی تھی اور بعض نے کہا کہ آپ نے جوانی کی عمر میں حضرت بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ کی شرف ملاقات اور قبولیت حاصل کی اور حضرت خواجہ کی وفات کے بعد حضرت کے اشارہ اور بشارت پر بقیہ عمر حضرت خواجہ محمد پارسا اور خواجہ برہان الدین ابونصر کے ہم صحبت رہے اور یہ دونوں بزرگ آپ کی صحبت کو غنیمت سمجھتے تھے۔

خواجہ علاؤالدین بہت شیریں کلام تھے، استہلاک و استغراق بدرجۂ کمال رکھتے تھے۔ اور باتیں کرتے کرتے بے خود ہو جاتے تھے۔ اور مشغولی پر بہت حریص تھے۔ اور کثرت مشغولیت کی وجہ سے آپ گویا عین نسبت ہو گئے تھے۔ آپ ایک ہی جلسہ میں بلا نشست بدلے ساری ساری رات گزار دیتے تھے اس طرح سے کہ ایک پاؤں سے دوسرا پاؤں نہ بدلتے تھے۔ حالانکہ

---

[1] یہ واقعہ مختصر طور پر نفحات میں ص ۳۵۸ و ص ۳۵۹ پر درج ہے۔ [2] یہ تفسیر سورہ فاتحہ اور آخری دو پاروں کی ہے اور تفسیر چرخی کے نام سے مشہور ہے، فارسی زبان میں بڑی عمدہ تفسیر ہے۔ [3] ان کے حالات کیلئے دیکھئے رشحات ص ۵۱ و ص ۵۲۔

اس زمانہ میں آپ کی عمر نوے برس کی تھی اور آپ بہت ضعیف ہو گئے تھے۔

قدسیہ، خواجہ علاؤالدین فرماتے ہیں کہ جب سے میں سن شعور کو پہنچا ہوں میں نے اتنی دیر کے لئے بھی یاد خدا سے غفلت نہیں کی کہ چڑیا جتنی دیر پانی پینے میں اپنی چونچ کو پانی میں رکھتی ہے اور نہ میں نے خواب میں غفلت کی نہ بیداری میں[1]۔

شیخ سراج الدین پیرستی[2] قدس سرہٗ

آپ حضرت خواجہ قدس سرہ کے دوسرے خلیفہ ہیں آپ کی جائے پیدائش موضع پیرمست ہے جو مواضعات وابکن سے ہے۔ اور بخارا سے چار فرسنگ شرعی کے فاصلہ پر واقع ہے۔ آپ ابتدائے احوال میں حضرت امیر حمزہ فرزند امیر کلال قدس سرہ کے مرید تھے۔ اور آخر زمانہ میں حضرت خواجہ بہاؤالحق نقشبند قدس سرہٗ کے اصحاب کے سلسلہ میں شامل ہو گئے اور منقول ہے کہ مولانا سعدالدین کاشغری قدس سرہٗ نے شروع زمانہ میں طریقہ نقش بندیہ کے ذکر نفی واثبات کی تعلیم دکہ لا کے ایک سرا کو ناف سے خیال کریں اور کرسی لا کو دائیں پستان پر، دوسرے سر کو قلب صنوبری پر اور الٰہ کو متصل کرسی لا کے جو پستان راست پر واقع ہے اور اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کو متصل قلب کے اعتبار کریں۔ اس شکل کو اس کیفیت سے نگاہ رکھیں اور طریق مقررہ کے بموجب ذکر میں مشغول ہوں، یہ شیخ سراج الدین قدس سرہٗ سے حاصل کی ہے۔

کہتے ہیں کہ آپ نے حضرت امیر حمزہ قدس سرہ کی ابتدائی صحبت کے زمانہ میں بہت ریاضتیں اور محنتیں اٹھائیں ایک دفعہ آپ کو ایسی بے خودی کی حالت طاری ہوتی کہ تین دن رات تک مدہوش پڑے رہے۔ اس حال کی حضرت حمزہ کو اطلاع دی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ ان کے کان میں کہہ دو کہ امیر حمزہ کہتا ہے کہ تم جہاں پہنچے ہو وہاں سے واپس ہو جاؤ۔ جب حضرت کا یہ کلام ان کے کان میں پہنچا تو ہوش میں آگئے اور ان میں حس و حرکت پیدا ہو گئی۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے نقل کیا ہے کہ شیخ سراج الدین کا طریقہ یہ تھا کہ روزانہ کلالی یعنی مٹی کے برتن بنانے میں مشغول رہتے تھے اور شب میں بسا اوقات اس طرح بیٹھتے

---

[1] تفصیلی حالات کے لئے دیکھیے رشحات صفحہ ۶۹ تا ۷۲، [2] رشحات میں "پرمسی" ہے اور جائے پیدائش کا نام بھی "پرمس" ہے لیکن حضرات القدس کے فارسی نسخہ میں اسی طرح ہے جیسا کہ کتاب میں درج ہے۔

کہ ایک پاؤں سے دوسرا پاؤں نہ بدلتے۔

آپ کتب متداولہ علمیہ کا شغل بہت کم رکھتے تھے۔ مگر آپ کے کلام میں اتنی نمکینی اور شیرینی تھی کہ اس زمانہ کے بہت سے عقلمندوں اور درویشوں کی مجلسوں میں نہ تھی۔

کرامت: جب کوئی مہمان آپ کے گھر آنے والا ہوتا تو آپ تھوڑی دیر پہلے سے جھاڑو دینے لگتے تھے۔ اس کا راز آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ ایک جن میرا تابع ہے وہ مہمان کے آنے سے پہلے مجھ کو خبر دے دیتا ہے۔ یہ بات محض اپنے حال کو پوشیدہ رکھنے کے لئے آپ نے فرمائی تھی۔

کرامت: ایک روز شیخ ابی الحسن عشقی قدس سرہ کے مریدوں سے آپ کی ملاقات ہوئی ان درویشوں نے یہ خیال کر کے کہ آپ ان کو اپنا مرید کرنا چاہتے ہیں۔ کہا کہ اے شیخ تو اپنا وقت ضائع مت کر۔ ہم شیخ ابی الحسن کی محبت اور تصرف سے تا بحلق پر ہو چکے ہیں۔ اب کسی اور کی ہم میں گنجائش باقی نہیں ہے۔ آپ کی ہم میں سمائی نہیں ہو سکتی۔ ان کے اس کلام سے غیرت نے آپ کو آمادہ کیا۔ آپ نے ان کے بطون میں کچھ ایسا تصرف کیا کہ جس سے وہ زمین پر لوٹنے لگے اور انہوں نے اپنے گریبانوں کو چاک کر دیا۔ ایک عرصہ تک بے ہوش پڑے رہے۔ پھر جب آپ نے تصرف کیا تو وہ ہوش میں آئے۔ اس وقت انہوں نے نیاز مندی اور ارادت کا اظہار کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ ہم اور تمہارے شیخ ابی الحسن ایک ہی چشمہ سے پانی پیتے ہیں۔[1]

مولانا سیف الدین مناری قدس سرہٗ

آپ قریہ منار کے رہنے والے تھے جو ولایت فرکت میں ایک گاؤں ہے اور سمرقند و تاشقند سے چار فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ آپ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ کے اصحاب کبار اور محبوبین سے تھے اور حضرت خواجہ کی آپ کے حال پر بہت کچھ توجہ اور التفات تھی۔ آپ اپنے وقت کے علامہ تھے۔ علوم متداولہ کی تعلیم میں مشغول رہتے تھے۔ اور ان علوم میں مولانا حمید الدین شاشی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔

---

[1] شیخ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے تمام حالات مختصر از رشحات صفحہ ۲، ۳، ۷، سے لئے گئے ہیں۔

مولانا سیف الدین خوش خاں بخاری قدس سرہٗ

آپ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقش بند قدس سرہ کے اصحاب کبار اور مقبولین سے ہیں۔ حضرت خواجہ سے آپ کی ارادت کا یہ سبب ہوا کہ آپ بخارا سے بغرض تجارت خوارزم گئے اور وہاں آپ خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہ کی صحبت میں شریک ہو کر متاثر ہوئے۔ جب بخارا کو واپس آئے تو حضرت خواجہ کی خدمت میں قدم بوس ہوئے اور طریقہ کی تعلیم حاصل کی اور سعادت قبول سے مشرف ہوئے اور پوری کوشش کے ساتھ مشغول ہوئے۔ اور کامل ہمت کے ساتھ حضرت خواجہ کی نسبت کی طرف توجہ کی اور پرانے احباب اور ہم نشینوں کی صحبت اور میل جول کو ترک کر دیا۔ اور حضرت خواجہ کی برکت توجہ سے درجہ کمال تک پہنچے[1]۔

خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہٗ

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقش بند قدس سرہ کی صاحبزادی سے آپ کا عقد ہوا تھا۔ حضرت خواجہ آپ کے حال پر بہت توجہ مبذول رکھتے تھے۔ آپ کو اپنے پاس بٹھاتے اور گھڑی گھڑی آپ کے حال کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور آپ کو کمال و تکمیل اور مقام بقا کے درجہ تک پہنچایا تھا اور اللہ تعالیٰ کے نور سے منور فرما دیا تھا۔ اور اپنے زمانہ حیات میں ہی طالبان خدا کی تربیت آپ کے حوالے کر دی تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ خواجہ علاؤ الدین نے ہمارے بار کو بہت ہلکا کر دیا ہے۔ بہت سے طالبین آپ کی بابرکت توجہ سے دوری اور نقصان کے درجہ سے قرب کی پیشگاہ میں پہنچے۔ قرب، وصل، مرتبہ تکمیل و ارشاد کو پالیا۔ حضرت خواجہ کی وفات کے بعد آپ کے تمام اصحاب نے محض آپ کی رفعت شان کی وجہ سے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی یہاں تک کہ خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ نے بھی بیعت کی[2]۔

کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ کو توجہ اور مراقبہ میں بے خودی اور سُکر بہت

---

[1] خواجہ نقش بند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین میں سے مولانا سیف الدین نام کے چار شخص تھے ان میں سے ایک محبوب دوسرے مقبول، تیسرے مقہور اور چوتھے مردود تھے۔ صاحب رشحات نے سب کے مختصر حالات ص۳۰ سے ص۹۵ تک درج کئے ہیں [2] رشحات: ۸۰ و ۸۱ مختصراً۔

پیدا ہوتا تھا۔ خواجہ علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کو صحو اور ہوش رہتا تھا۔ اور شعور و صحو کو سکر اور غیبت سے اتم و اکمل کہا جاتا ہے[1]۔ حضرت خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہٗ حضرت خواجہ کے خلیفۂ اول اور نائب مطلق تھے۔ آپ طریقہ خاص کے مالک تھے۔ جس کو طریقہ علائیہ کہتے ہیں آپ کے کمالات و مناقب، کلمات قدسیہ اور کرامات علیہ جو شمار سے زیادہ ہیں۔ یہاں بطور اجمال کے ان کا تھوڑا سا ذکر کیا جاتا ہے۔

قدسیہ: ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی) قدس سرہ العزیز نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہ باوجود نسبت ولایت و صدیقیت کے معیت ذاتیہ کی راہ سے غیب ذات تک گئے ہیں۔ اور نقطہ نہایت میں واصل ہوئے اور بقا پیدا کی۔ اور اس بقا میں قطب ارشاد ہوئے۔ کیونکہ قطبیت ارشاد بلکہ قطبیت مدار کا حصول اس نقطہ تک وصول ہونے پر موقوف ہے۔ جب تک اس مقام میں فنا اور بقا نہ پیدا کی جاتے ان دونوں قطبیت کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ حضرت خواجہ علاؤالدین عطار نے اس مطلب تک پہنچنے کے لئے طریقہ خاص وضع کیا ہے اور ان کے خلفا نے اس مطلب کو اس عبارت میں ادا کیا ہے کہ کل طریقوں میں زیادہ قریب طریقہ علائیہ ہے اس میں شک نہیں کہ طریقہ علائیہ مقام نہایت النہایت تک وصول کے لئے سب سے زیادہ قریبی راستہ ہے۔ اور بہت ہی کم اولیائے عظام اس راستہ سے گئے ہیں۔ چہ جائیکہ اس مطلب کے لئے کسی نے کوئی طریقہ وضع کیا ہو۔ یہ فضیلت خاص طریقہ علائیہ ہی کو حاصل ہوئی ہے۔

حضرت خواجہ پارسا رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا یعقوب چرخی قدس سرہ دونوں صاحب حضرت خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہٗ کی صحبت میں اسی طریقہ کی سیر حاصل کرتے تھے اور ان کے والد بزرگوار خواجہ حسن عطار رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے خلفا بھی اسی راستہ کو گئے ہیں۔ آپ سالکوں کا سلوک اسی راستہ سے طے کراتے تھے۔

حضرت خواجہ محمد پارسا اور حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ نے اسی طریقہ میں حصہ لیا تھا اور ان کے خلفاء۔ ان کی برکت سے اس طریقہ میں فی زمانہ شہرت رکھتے ہیں۔ شیخ دینوری

---

[1] رشحات: ۸۱

رحمۃ اللہ علیہ جو اس راستہ سے پہنچے ہیں طالبوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں ۔حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ جذبہ سے غیب تک سیر النفسی کے راستہ پر متوجہ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت خواجگان قدس اللہ اسرارہم کا جذبہ دو قسم پر ہے۔ وہ جذبہ کہ معیت کے راستہ سے ہے۔ اس جذبہ خاص کے راستہ سے سالکوں کی تسلیک حضرت علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کا خاصہ ہے۔

رویت باری

کرامت: ایک روز علما میں دیدار الٰہی کے ہونے نہ ہونے کی بابت مباحثہ ہوا۔ سب اہل عقل نے بالاتفاق خواجہ علاؤ الدین عطار کو فیصلہ کے لئے ثالث قرار دیا۔ حضرت نے منکرین دیدار سے فرمایا کہ تم تین روز تک باوضو ہماری صحبت میں رہو انہوں نے ارشاد کے بموجب تعمیل کی۔ تیسرے دن ان میں ایسی کیفیت ظاہر ہوئی کہ بے خود ہو گئے۔ نہ معلوم اس حال میں انہوں نے کیا دیکھا۔ جس سے وہ ہوش میں آنے کے بعد نیازمندی کرنے لگے اور کہا کہ ہم کو یقین ہو گیا کہ رویت حق ہے۔ اس کے بعد وہ پھر کبھی حضرت قدس سرہٗ کی خدمت سے علیحدہ نہ ہوئے۔[۱]

قدسیہ (درجہ) آپ مرض الموت میں فرماتے تھے کہ عنایت خداوندی اور خواجہ بزرگ کی نگاہ سے یہ مرتبہ اس وقت مجھ کو حاصل ہوا ہے کہ اگر چاہوں تو تمام عالم مقصود حقیقی سے واصل ہو جائے[۲]

فناء اور فناء فنا

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ اگر ملک و ملکوت طالب سے چھپ جائے اور وہ سب کو بھول جائے تو یہ مرتبہ فنا کا ہے۔ اگر سالک کی ہستی بھی سالک سے پوشیدہ ہو جائے تو یہ مرتبہ فناء فنا کا ہے[۳]

مرشد

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ مرشد کے ساتھ تعلق رکھنا بھی اگرچہ ایک قسم کی غیریت ہے اس لئے آخر میں اس تعلق کی بھی نفی کرتے ہیں۔ مگر ابتداءمیں وصول کا سبب ہے اور اس ذات وحدہٗ کے ماسوا کے تعلقات کی نفی کرنا لوازم سلوک سے ہے۔ سب باتوں میں اس کی پوری پوری رضامندی طلب کرنا چاہیئے۔[۴]

ریاضت

قدسیہ: ریاضت سے مقصود یہ ہے کہ جسمانی تعلقات کی پورے طور پر نفی ہو اور عالم ارواح اور عالم حقیقت کی طرف پوری توجہ ہو جائے۔

---

۱ رشحات: ۸۰، ۸۱ ۲ رشحات: ۸۱ ۳ ۴ رشحات: ۸۲

سلوک سلوک سے مقصود یہ ہے کہ بندہ اپنے اختیار اور کسب سے ان تعلقات کو جو حصول راہ کے لئے رکاوٹ کا باعث ہوں، انہیں چھوڑ دے اور ان تعلقات میں سے ہر ایک کو اپنے اوپر پیش کرتا جائے۔ اور چھوڑتا جائے۔ اگر کسی تعلق میں ٹھہر جائے اور اس میں اپنی دلبستگی پاتے تو معلوم کرے کہ وہی تعلق اس کے لئے راہ حق میں رکاوٹ ہے پس اس کے قطع کرنے کی تدبیر کرے۔ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو فرماتے کہ یہ فلاں شخص کا حصہ ہے۔ اس کو آپ بطور رعایت پہنتے تھے۔[1]

توفیق قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ مشائخین طریقت قدس اللہ اسرارہم نے کہا ہے کہ اَلتَّوْفِیْقُ مَعَ السَّعْیِ توفیق کوشش کے ساتھ ہوتی ہے۔ اسی طرح مرشد سے روحانیت کی مدد بھی اس حد تک ہوتی ہے کہ مرید مرشد کے حکم کے مطابق عمل کرتا رہے اور بغیر اس کوشش کے اس کی بقا نہیں ہو سکتی ہے۔[2]

تضرع آپ فرماتے ہیں کہ صفت جباری کے مشاہدہ کرنے سے مقصود تضرع و زاری کی صفت کا ظہور ہے اور حق تعالیٰ کی طرف رجوع اور توبہ کرنا ہے۔ اس صفت کے مشاہدہ کی یہ صحیح علامات مناجات کی طرف مائل ہونا ہے نہ خرابات کی طرف فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا (پھر اس کو برائی اور اس سے بچنے کی سمجھ دی)، اس میں حکمت یہ ہے کہ جب اپنی رغبت رضائے خدا کی طرف دیکھے تو شکر ادا کرے، اس پر چل پڑے اور جس وقت اپنا میلان رضائے خداوندی کے خلاف ہو تو تضرع کرے اور حق سبحانہ کی طرف رجوع کرے اور اللہ تعالیٰ کی صفت بے نیازی سے ڈرتا رہے۔[3]

قدسیہ:۔ آپ فرماتے ہیں اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (آگاہ رہو کہ خدا کے دوستوں کے لئے کوئی خوف نہیں ہے اور نہ ان کو کوئی رنج و غم) یعنی انہیں یہ خوف نہیں کہ ان میں پھر طبعی عادات ظاہر ہو جائیں کیونکہ اَلْفَانِیْ لَا یُرَدُّ اِلٰی اَوْصَافِہٖ (فنا شدہ شخص پھر اپنی پہلی عادات کی طرف نہیں لوٹا جاتا)[4]

---

[1] [2] رشحات: ۸۱، ۸۲۔ [3] [4] رشحات: ۸۴۔ [4] حضرت مولانا محمد حسین اپرویی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اسکے بعد دو جملے تحریر فرمائے ہیں تبرکاً درج کئے جاتے ہیں: خس و خاشاک خاکستر بن کر خس و خاک نہیں ہوگا جب خس و خاشاک آگ میں ڈالا جائے خاکستر ہے۔

مزارات سے فیض قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے مزاروں سے زیارت کرنے والا اسی قدر فیض حاصل کر سکتا ہے۔ کہ اس بزرگ کی صفت پہچان سکے اور اسی میں توجہ کرے اور اس صفت میں داخل ہو۔ اگرچہ زیارات مقدسہ میں قرب صوری کا بہت بڑا اعتبار ہے۔ مگر حقیقت میں روحی توجہ کے لئے بُعد صوری مانع نہیں ہے (جیسا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے) صَلُّوا عَلَیَّ حَیْثُمَا کُنْتُمْ کہ تم جہاں کہیں ہو مجھ پر درود بھیجا کرو، اس کی دلیل ہے۔ مشاہدہ میں اہل قبور کی صور مثالیہ کا زیادہ اعتبار نہیں ہے۔ بمقابلہ ان کی باطنی صفت کی پہچان کے ان کی زیارت میں۔

قرب باوجود اس کے حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کا قرب بہ نسبت خلق کی طرف متوجہ ہونے کے زیادہ بہتر ہے اور پسندیدہ بھی۔

تو تا کے گور مرداں را پرستی بگرد کار مرداں گرد رستی !!

توقبور کے خیال سے گزر جاتے اگر تجھ کو صاحب قبر کے مقام تک رسائی ہو جاتے

قبور اولیاء کی زیارت سے مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ ان کے توسط سے توجہ بحق سبحانہٗ قائم ہو جائے پس ان کی ارواح کو کمال توجہ کا وسیلہ بناتے۔ اسی طرح تواضع با خلق میں بھی چاہیئے۔ کہ اگرچہ ظاہر میں تواضع با خلق ہو مگر حقیقت میں یہ تواضع حق سبحانہ کی طرف ہونی چاہیئے، کیونکہ خلق کے ساتھ تواضع اسی وقت بہتر ہے۔ جبکہ خاص خدا جل وعلا کے لئے ہو۔ اس طرح کہ مخلوق کو قدرت اور حکمت کے مظاہر دیکھے اور اگر ایسا نہ ہوا تو ایک قسم کے تصنع کی سی حالت ہوگی۔ تواضع نہ ہوگی[1]

جمع وقبول آپ فرماتے ہیں کہ بمقابلہ طریق نفی واثبات کے مراقبہ کونسا مقام جذبہ کے لئے اعلیٰ واقرب ہے کہ طریق مراقبہ سے مقام نورانیت اور ملک وملکوت کے تصرف میں پہنچ سکتے ہیں اور خطرات سے آگاہی اور طالبوں پر بخشش کی نظر اور ان کے بطون کو منور کرنا دوام مراقبہ سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ مراقبہ کی قوت سے دائمی جمعیت دل اور ہمیشہ کے لئے قلوب میں مقبولیت پیدا ہوتی ہے اس حالت کو جمع اور قبول کہتے ہیں[2]۔

---

[1] نفحات: ۳۵۱ رشحات: ۸۵ [2] نفحات: ۳۵۲ رشحات ۸۵۱

شغل باطنی قدسیہ : آپ فرماتے ہیں کہ ابتدا میں جب خوارزم جانے کا اتفاق ہوا تو ہر ایک دوست کے ساتھ شغل باطنی اختیاری طور سے کیا گیا تاکہ اپنے باطن کو آزماؤں اور معلوم کر لوں کہ اس کمال کو پائداری ہے یا نہیں۔ پس اس شغل نے بہت فائدہ بخشا اور اس کی قوت اس نسبت میں باقی رہی۔ آپ فرماتے ہیں کہ آدمی کی خاموشی تین صفتوں سے خالی نہیں ہونی چاہیے۔ اس میں خطرات کی نگہداشت ہو یا دل کے ذکر کا مطالعہ ہو یا ان حالات کا مشاہدہ ہو جو دل میں گزرتے ہیں۔[1]

قدسیہ : آپ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ کی صحبت کا دوام عقل معاد کی زیادتی کا باعث[2]

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ صحبت سنت موکدہ ہے۔ ہر روز یا ایک روز کے فاصلے سے اولیا کی صحبت رکھنی چاہیے۔ اور اگر ظاہری دوری کا اتفاق ہو تو ہر ماہ یا دوسرے مہینہ اپنے ظاہری اور باطنی حالات کو خط و کتابت کے ذریعے عرض کیا کرے۔[3]

قدسیہ : آپ نے مرض الموت میں فرمایا کہ مجھے کسی چیز کا خیال نہیں ہے سوائے اس کے کہ جب دوست آئیں گے اور مجھ کو نہ پائیں گے تو شکستہ دل ہوں گے۔ اور واپس ہو جائیں گے۔

وصایا اسی مرض میں آپ نے فرمایا کہ رسم اور عادات کو چھوڑ دو اور جو خلق کا طریقہ ہے اس کے خلاف کیا کرو اور آپس میں اتفاق رکھو۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت بشریت کے رسوم اور عادات کو مٹا دینے اور سنت کی عادت ڈالنے کے لئے تھی۔ تمام کاموں میں احتیاط اور عزیمت پر عمل کرو۔ اور بزرگوں کی صحبت جو سنت موکدہ ہے اس پر ہمیشگی کرو۔ ان باتوں کے کرتے کرتے بلند آواز سے آپ نے کلمہ توحید پڑھنا شروع کیا اور رحلت فرمائی[4]

کرامت : آپ مرض الموت میں حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاؤ الدین نقش بند قدس سرہٗ کو موجود دیکھتے تھے۔ ان سے باتیں کرتے اور ان کی باتوں کو سنتے تھے۔[5]

کرامت : آپ نے رحلت فرمانے اور دنیا میں جینے کے متعلق اپنی بے اختیاری کا تذکرہ فرما کر مریدوں سے اس طرح فرمایا کہ میرے رحلت کرنے اور زندہ رہنے میں تم لوگوں

---

[1] نفحات : ۲۵۰، رشحات : ۸۵۔ [2] [3] رشحات : ۸۶۔ [4] [5] رشحات : ۸۸۔

کے دو فرقے ہو گئے ہیں چاہیے کہ تم سب ایک ہی بات پر قائم ہو جاؤ کہ میں بھی اس پر ہوں منقول ہے کہ وفات سے پندرہ روز پہلے آپ نے رحلت فرمانے کو اختیار فرمالیا تھا اور بتاکید ارشاد فرمایا کہ میں اختیار کرنے کے بعد اب نہ پھروں گا۔ آپ کی علالت درد سر کی تھی اور مرض کی ابتدا روز شنبہ دوسری تاریخ ماہ رجب سے شروع ہوئی اور شب وفات چہار شنبہ بعد بعد نماز عشا ماہ رجب کی بیسویں تاریخ ۸۰۲ ہجری میں واقع ہوئی۔ آپ کا مزار پر انوار موضع تو چغانیاں میں ہے[1]۔ حقیر مؤلف کو خواجہ علاؤ الدین عطار کا مادہ تاریخ وفات یہ ملا۔

۸۰۲ھ

مقرب درگاہ باری بودہ

واقعہ ایک درویش نے واقعہ میں دیکھا کہ بڑی شاندار بارگاہ ہے اور حضرت خواجہ بزرگ اور حضرت خواجہ علاؤ الدین قدس اللہ اسرارہم اس بارگاہ کے قریب ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ ہے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ اس بارگاہ عرش اشتباہ میں حضرت رسالتماب صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے داخل ہوئے اور تھوڑی دیر کے بعد نہایت بشاشت کے ساتھ واپس ہوئے اور فرمایا کہ مجھ کو یہ مرتبہ دیا گیا ہے کہ جس شخص کی قبر تمہاری قبر سے سو کوس کے فاصلہ پر ہو گی۔ حکم الٰہی سے تم اس کی شفاعت کرو گے۔ اور خواجہ علاؤ الدین عطار کو ان کی قبر سے چالیس فرسنگ تک شفاعت کرنے کا مرتبہ دیا گیا۔ میرے ادنیٰ دوستوں اور طریقہ کی پیروی کرنے والوں کو ان کی قبروں سے ایک ایک فرسنگ تک شفاعت کرنے کا درجہ دیا گیا[2]۔ بعضوں نے اس واقعہ کو اور دوسرے طریقہ سے بیان کیا ہے۔ ممکن ہے دونوں طریقوں سے ہوا ہو۔

خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ آپ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں اور خاندان خواجگان میں اپنے زمانہ کے بڑے عالم زاہد اور برگزیدہ تھے۔ ابتدائے احوال میں آپ نے حضرت خواجہ بزرگ کی صحبت اختیار کی۔ ایک روز اثنائے مجاہدات میں آپ حضرت خواجہ بزرگ کے مکان پر آئے اور حضرت کے انتظار میں دروازہ

---

[1] [2] رشحات : ۸۹، ۹۰۔

پر کھڑے رہے اتنے میں ایک خادمہ باہر سے اندر آئی۔ حضرت خواجہ نے اس سے پوچھا کہ باہر کون شخص ہے۔ خادمہ نے کہا کہ ایک پارسا جوان آپ کا منتظر کھڑا ہے۔ حضرت خواجہ باہر تشریف لائے اور خواجہ محمد کو دیکھ کر فرمایا کہ تو پارسا ہے۔ جس وقت کہ حضرت خواجہ کی زبان مبارک سے پارسا فرمایا گیا اسی وقت سے عوام میں آپ کا یہ لقب مشہور ہو گیا[1]۔ حضرت خواجہ نے جب آپ کو مرید ہونے کی اجازت دی تو آپ کے بارے میں یہ فرمایا کہ تم جو کچھ کہو گے وہی ہو گا۔ اور جس کسی پر اپنا اثر ڈالو گے۔ وہ متاثر ہو جائے گا۔ دوسرے وقت یہ فرمایا کہ جو کچھ خواجہ پارسا کہے گا۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ وہی کرے گا۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ وہ کچھ کہے مگر وہ کچھ نہیں کہتے۔ پھر حضرت نے دوسرے موقع پر آپ کو صفت برخ عطا اور مرحمت فرمائی[2]۔

صفت برُخ

واضح ہو کہ برخ ایک ولی کا نام ہے جو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے۔ جیسے اویس قرنی ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں ہوتے ہیں۔ پہلی امتوں میں برخ اس جماعت کے لئے استعمال ہوتا تھا جو بلا زبانی تعلیم کے محض صحبت سے اور کبھی بغیر صحبت کے معارف حقیقی کو اُس کی ہم نشینی سے حاصل کرتے تھے۔ ان لوگوں کو برخیان کہتے تھے۔ اور وہ لوگ جو دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں اسی صفت پر ہیں انہیں اویسی کہتے ہیں حضرت خواجہ قدس سرہ نے سفر حجاز میں خواجہ پارسا سے خطاب کر کے فرمایا کہ جو امانت اور حق خلفاء خاندان خواجگان قدس اللہ اسرارہم سے اس ضعیف کو پہنچا ہے اور جو کچھ اس راہ میں ہم نے کسب سے حاصل کیا ہے اس کو ہم تجھے سونپتے ہیں۔ جیسا کہ برادر دینی مولانا عارف قدس سرہ نے تم کو سونپا۔ تم اس امانت کو قبول کرو اور اسے خلق خدا تک پہنچاؤ۔ خواجہ پارسا نے بہت کچھ عاجزی کی اور اس کو قبول کیا۔ نیز حضرت خواجہ نے آپ سے فرمایا کہ میرے پاس جو کچھ تھا وہ تم لے گئے[3]۔

حضرت خواجہ نے آپ کے متعلق مزید فرمایا کہ ہمارے ظہور سے مقصود خواجہ محمد کا وجود ہے بعضوں نے کہا ہے کہ حضرت نے اس طرح سے فرمایا کہ مقصود ہمارے وجود سے خواجہ پارسا کا ظہور ہے۔ اس کو ہم نے جذبہ اور سلوک دونوں طریقوں کی تعلیم دی ہے۔ اگر وہ مشغول ہو تو ایک

---

[1] رشحات: ۵۷۔ [2] [3] رشحات: ۵۸۔

عالم اس سے منور ہوگا۔[1]

ایک روز حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ باغ مزار کے حوض کے کنارہ پر تشریف فرما ہوئے تو دیکھا کہ خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ پانی میں پاؤں لٹکائے ہوئے مراقبہ میں مشغول ہیں اور بے خود ہیں۔ حضرت خواجہ نے فوراً لنگی باندھی اور پانی میں تشریف لے گئے اور اپنے چہرہ ان کے پاؤں کی پشت پر رکھ کر بارگاہ رب العزت میں عرض کیا کہ اے خدا ان پاؤں کی حرمت میں بہاؤالدین پر رحم کر۔[2]

ہمارے حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہٗ العزیز نے لکھا ہے کہ خواجہ محمد پارسا نے حضرت خواجہ بزرگ کی تربیت سے جذبہ اور سلوک کے راستوں کو طے کیا اور حقیقت فنافی اللہ اور بقا باللہ سے مشرف ہوئے اور درجات ولایت میں عروج کیا۔ اس کے باوجود آپ نے فردیت کی نسبت حضرت مولانا عارف قدس سرہٗ سے حاصل کی۔ اور حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ کے توسط سے فردیت کے راستہ سے مرتبہ غیب ہویت تک پہنچے۔ اس نسبت کا غلبہ جو عالم سے بے تعلقی کا باعث ہوتی ہے۔ ان کے ارشاد کی تکمیل کا مانع ہوا۔ ورنہ مقام تکمیل پورے طور پر انہیں حاصل ہوتا۔

کرامت: مرزا خلیل نامی سمرقند کا بادشاہ تھا اور مرزا شاہ رخ خراسان کا بادشاہ تھا حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ نے خلائق کے حل مشکلات کے لئے ایک رقعہ مرزا شاہ رخ کو لکھا مرزا خلیل کو آپ سے اس وجہ سے آزردگی پیدا ہوگئی۔ آخر کار مفسدوں کی بدگوئی سے یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ اس نے حضرت کی خدمت میں کسی کی معرفت یہ کہلا بھیجا کہ آپ یہاں سے جنگل کی طرف تشریف لے جائیے۔ حضرت نے فرمایا کہ بہت اچھا مزارات اولیاء کی ایک حاضری دے کر چلے جائیں گے۔ اسی وقت آپ نے گھوڑا منگایا اور قصر عارفان کو تشریف لے گئے، اور مزار پر انوار حضرت خواجہ بزرگوار کی زیارت کی۔ جب آپ مزار حضرت سے باہر نکلے تو ہیبت اور عظمت کے آثار آپ کے چہرہ سے نمودار تھے پھر وہاں سے آپ سوخار تشریف لے گئے۔ اور تھوڑی دیر مزار حضرت امیر کلال قدس سرہٗ پر توقف فرمایا۔ جب آپ ان پیشوائے اولیا

---

[1] رشحات: ۵۹، نفحات: ۳۵۲ [2] رشحات: ۵۹، ۶۰

کی زیارت سے فارغ ہو کر نکلے تو گھوڑے پر سوار ہوتے اور ایک تازیانہ مارا اور سواری کو پشتہ کے اوپر چلایا، خراسان کی طرف متوجہ ہوتے اور یہ شعر پڑھا ؎

ہمہ را زیر و زبر کن نہ زبر ماند نہ زیر — تا بدانند کہ امروز دریں میداں کیست

آپ وہاں سے روانہ ہو کر بخارا کو تشریف لاتے اسی وقت مرزا شاہ رخ کا ایک خط مرزا خلیل کے نام اس مضمون کا پہنچا کہ ہم آگئے ہیں تم کو چاہیے کہ میدان جنگ مقرر کرو۔ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ نے فرمایا کہ اس کو مسجد جامع کے منبر پر پڑھیں پھر اس خط کو مرزا خلیل کے پاس سمرقند بھیجا گیا اور مرزا شاہ رخ خط کے بعد ہی پہنچا اور مرزا خلیل کو قتل کر دیا۔[1]

کرامت: خواجہ ابو نصر پارسا ابن خواجہ محمد پارسا قدس اللہ اسرارہم روایت بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد صاحب، کمال کے وصال کے وقت حاضر نہ تھا اور جب آپ کا انتقال ہو گیا تو میں آیا۔ میں نے آخری دیدار کے لئے آپ کے چہرہ کو کھولا۔ آپ نے آنکھ کھولی اور مسکرائے اس سے میرا قلق اور اضطراب اور بڑھ گیا۔ میں آپ کے پاؤں کی طرف آیا۔ اپنے منہ کو آپ کے پاؤں سے ملا مگر آپ نے پاؤں اوپر کو کھینچ لیا۔[2]

آپ کی عمر شریف تہتر سال کی تھی آپ کی وفات مدینہ طیبہ میں جمعرات کے روز چار جمادی الآخر[عـہ] ۸۲۲ ہجری کو ہوئی۔ مولانا شمس الدین مناری رحمۃ اللہ علیہ، اہل مدینہ اور تمام قافلے والوں نے آپ کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ آپ کا مزار پرانوار قریب مزار شریف امیر المؤمنین حضرت عباس رضی اللہ تعالٰے عنہ کے واقع ہے۔[4]

حضرت شیخ زین الدین خوانی قدس سرہ ایک سفید پتھر مصر سے تراش کرلائے اور آپ کی لوح قبر بنائی۔ اس پتھر سے آپ کی قبر تمام قبور میں ممتاز ہے۔[5]

---

[1] رشحات: ۶۱، ۶۲۔ [2] [3] [4] نفحات: ۳۵۵۔ رشحات: ۶۲، ۶۳۔

[عـہ] نفحات میں چوبیس ذوالحجہ ہے۔

حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار قدس اللہ سرہ

آپ کا انتساب اس سلسلہ شریفہ میں حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہ سے ہے۔ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ کے اس ارشاد میں جو مولانا یعقوب چرخی سے آپ نے فرمایا تھا کہ ہم سے جو کچھ تمہیں پہنچا ہے تم بندگان خدا کو پہنچاؤ۔ حضرت عبید اللہ احرار کی طرف اشارہ تھا۔ کیونکہ عبید اللہ کے معنی بندۂ خدا کے ہیں اور مولانا عبد الرحمان جامی قدس سرہ کا قول جو حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کی تعریف میں آپ نے فرمایا ہے کہ ؏

امانت دار او یعقوب چرخی

ہمارے اس قول کی تائید کرتا ہے۔ حضرت خواجہ کا مولانا سے رخصت کے وقت فرمانا کہ ہم نے تم کو خدا کے سپرد کیا۔ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اس امانت کو اس کے اہل تک پہنچاؤ کیونکہ جو امانت خدا کو سونپی جاتی ہے خدا اسکا محافظ رہتا ہے۔

حضرت خواجہ احرار حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہٗ کی صحبت میں بھی کافی عرصہ رہے ہیں اور ان کی خلافت سے بھی مشرف ہوئے۔ آپ اپنے وقت میں صاحب آیات عظمےٰ اور کرامات کبریٰ اور اپنے وقت کے قطب الاقطاب تھے۔ آپ کے زمانہ میں طالبان خدا کا سفر اس بارگاہ ولایت و ارشاد مآب کی طرف ہوتا تھا۔

حضرت مولانا یعقوب قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب کوئی طالب کسی بزرگ کی خدمت میں جائے تو عبید اللہ کی طرح جانا چاہیے۔ چراغ مہیا اور فتیلا تیار کئے ہوئے صرف آگ کا محتاج ہو[1]۔ جس وقت حضرت مولانا نے خواجہ احرار کو وقوف عددی کی تعلیم دی تو فرمایا کہ جو کچھ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ سے ہم کو پہنچا ہے۔ وہ یہی ہے اور اگر تم طریقہ جذبہ سے طالبوں کی تعلیم کرنا چاہو تو تم کو اختیار ہے۔ مولانا کے بعض مریدوں کو آپ کے اس ارشاد پر غیرت آئی مولانا نے فرمایا کہ خواجہ عبید اللہ میں قوت تصرف جیسی کہ ویسی موجود تھی صرف اجازت کی ضرورت تھی۔

---

[1] نفحات : ۳۵۹

ہمارے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز نے لکھا ہے سید المحققین ناصر الدین حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ بزرگوں کے مقام جذبہ میں بہت بڑی شان رکھتے تھے آپ نے اس مقام میں پوری فنائیت حاصل کر کے بقا سے خاص پیدا کی اور اس بقا سے نور فوقانی پیدا کیا۔ اور انتہا نقطہ نہایت النہایت تک پہنچ گئے اور کثرت میں وحدت کا ملاحظہ اس طریقہ سے کرتے تھے کہ کثرت کا پردہ بیچ میں نہ رہتا تھا۔ سلوک آفاقی کو بھی اس اسم تک جو آپ کا مبدء تعین تھا پہنچے اور اس اسم میں قدرے بقا پیدا کی مگر پورے مستہلک ہوتے تھے۔ بلکہ اس کے بعد اسی جذبہ میں ایک قسم کی فنائیت سابقہ سلوک کے استہلاک خاص کے ساتھ حاصل کی۔ مقام جذبہ سے بقائے خاص کے ساتھ معہ زیادتی نور فوقانی کے مستعدوں کی تربیت کرتے تھے۔ اور ماسوائے اللہ کی گرفتاری سے رہائی دیتے تھے اور غیب ذاتیہ کی جہت سے کہ حضرت ذی النورین اور حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کو پورا حصہ اور نصیبہ کامل حاصل ہے اور اس راستہ سے بھی مقام غیب سے مناسبت رکھتے ہیں باوجود اس کمال وتکمیل کے مقام اقطاب اثنیٰ عشر سے بھی نصیب کامل رکھتے تھے۔ یہ وہ مقام غیب ہے جو بے نسبتی سے مناسبت کامل رکھتا ہے۔ صحو کی ایک قسم خاص ہے محبت ذاتی بھی اس مقام کے لئے لازم ہے اور ترویج شریعت اور اجراء احکام شریعت اس مقام سے متعلق ہے اور حضرت امام اعظم کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ان اقطاب کے روساء میں سے ہیں۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ العزیز مقام اثنیٰ عشر کے قطب نہیں تھے مگر نصیبہ کامل رکھتے تھے اور آپ کا نصرت دین اور ترویج ملت فرمانا اسی مقام کا ثمرہ تھا۔ اسی لئے آپ کو ناصر الدین کہا جاتا ہے نیز یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یہ نسبت اپنے مادری بزرگوں سے حاصل فرمائی تھی ان تمام کمالات کے ساتھ جو آپ میں جمع تھے۔ آپ ایک بڑے گھر کے روشن چراغ تھے۔

قدسیہ : حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضرت مولانا سے اجازت طلب کی تو آپ نے حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم کا طریقہ پورا پورا بیان فرما دیا۔ جب رابطہ کے طریقہ کا ذکر آیا تو فرمایا کہ اس طریقہ کے بیان کرنے میں دہشت مت کرو اور مستعد لوگوں کو پہنچا دو۔[۱]

---

[۱] رشحات : ۲۴۲

قدسیہ: حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے ایک شخص سے فرمایا کہ اگر حضرت خواجہ بہاؤالدین قدس سرہٗ کی صحبت میں تجھ کو نسبت حاصل ہو گئی ہو، پھر تو اس کے بعد کسی اور عزیز کی محفل میں جائے اور اس سے بھی وہی نسبت حاصل کرے تو کیا کرے گا۔ کیا خواجہ بہاؤالدین کو چھوڑ دے گا؟ پھر آپ نے خود ہی اس سوال کا جواب دیا کہ جہاں سے تو اس نسبت کو پاتے۔ خواجہ بہاؤالدین سے ہی اس کا پانا تسلیم کر۔ اس حال کے متعلق آپ نے یہ حکایت فرمائی[1]

حکایت

شیخ قطب الدین حیدر قدس سرہٗ کا ایک مرید شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ کی خانقاہ میں آیا۔ اسے سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ اس نے پیر کے گاؤں کی طرف منہ کر کے کہا یا شیخ قطب الدین حیدر! خدا کے لئے کچھ دو۔ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کو اس کی اطلاع ہوئی۔ آپ نے اپنے خادم کو حکم فرمایا کہ اس درویش کو کچھ کھانا کھلاؤ۔ درویش نے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد پھر اپنے پیر کے گاؤں کی طرف منہ کر کے کہا۔ شکر ہے خدا کا اسے قطب الدین حیدر آپ ہمیں کسی جگہ بھوکا نہیں چھوڑتے ہیں۔ خادم نے یہ واقع شیخ الشیوخ سے بیان کیا اور کہا کہ یہ درویش عجیب شخص ہے، کھانا آپ کا کھاتا ہے اور شکر قطب الدین حیدر کا کرتا ہے۔ شیخ الشیوخ نے فرمایا کہ اس سے مریدی سیکھنا چاہیئے کہ اسے کوئی فائدہ کہیں سے پہنچے خواہ ظاہری ہو یا باطنی وہ اس کو اپنے پیر کی برکت سے جانتا ہے[2]

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ زندگی کا پھل اس شخص کو ملا جس کا دنیا سے دل سرد ہو گیا اور ذکر خدا کی گرمی اس کے دل میں اتنی پیدا ہو گئی کہ دنیا کی محبت اس کے دل میں نہ پھٹک سکے اور حق سبحانہٗ کے سوا کوئی اندیشہ اس کے دل میں نہ رہے۔

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ زبان دل کا آئینہ ہے اور دل روح کا آئینہ اور روح حقیقت انسانیہ کا آئینہ، حقیقت انسانیہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کا آئینہ، حقائق غیبیہ غیب ذات سے اتنی دور کی مسافتیں طے کر کے زبان پر آتے ہیں اور یہاں صورت لفظی اختیار کر کے

---

[1] رشحات، ۲۵۷ [2] رشحات: ۲۵۷

مستفید لوگوں کے حقائق آشنا کانوں تک پہنچتے ہیں۔

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض اکابر اولیاء کی صحبت اختیار کی اور انہوں نے دو چیزیں مجھ کو عطا کیں اوّل یہ کہ جو کچھ میں لکھوں نئی بات ہو پرانی نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ جو کچھ میں کہوں مقبول ہو مردود نہ ہو۔

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ پیر کون ہے، پیر وہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جو چیزیں ناپسند تھیں وہ اس میں بھی نہ ہوں۔ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو چیزیں ثابت نہ ہوں وہ اس میں بھی موجود نہ ہوں۔ بلکہ وہ خود اور اس کی تمام خواہشیں، اس سے کم ہو جائیں اس کی ذات ایسا آئینہ ہو جاتے۔ جس میں سوائے اخلاق و اوصاف نبوی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اور کچھ نہ ہو۔ اس مقام میں اوصاف نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے موصوف ہونے کی وجہ سے تصرف حق سبحانہٗ کا مظہر ہو جاتا ہے اور تصرف الٰہی سے طالبوں کے باطنوں میں تصرف کرتا ہے اور اپنی مرضی سے بالکل خالی ہو کر مرضی حق پر پورے طور سے کھڑا رہتا ہے۔

از بس کہ در کنار ہمی گیرد آں نگار　　　بگرفت بوئے یار و رہا کرد بوئے طین

مرید

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ مرید وہ ہے کہ ارادت کی تاثیر سے اس کی حاجتیں سوختہ ہو جائیں اور اس کی کوئی آرزو باقی نہ رہے اور دل کے آئینہ کی بصیرت میں اپنے پیر کے جمال کو دیکھ کر اپنی توجہ تمام قبلوں سے پھیر لیتا ہے اور اس کا قبلہ جمال پیر ہو جاتا ہے اور پیر کی اطاعت میں آزادی سے فارغ ہو کر نیاز اور تواضع کا سر سوائے پیر کے آستانہ کے اور کہیں نہیں ڈالتا۔ بلکہ نیستی کا خط اپنے وجود کی پیشانی پر کھینچ دیتا ہے اور وجود غیر کے شعور کے تفرقہ سے بھی رہائی پا لیتا ہے ؎

آں را کہ در سرائے نگار یست فارغ است　　　از بوستان و باغ تماشائے لالہ زار

بلند ہمت

قدسیہ: بلند ہمت وہ شخص ہے کہ اپنی قوت ارادہ کو حق سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف مشغول کرے اور موقع کو ہاتھ سے نہ کھودے اور اپنے خدا تعالیٰ کے ساتھ ہر سانس میں مشغول رہے۔ اگر وہ جانتا ہے کہ اس میں اتنی قوت نہیں ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو ایسے کام میں لگاتے۔ جو خدائے پاک کے ساتھ مشغولی کا سبب ہو۔

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اولیاء اللہ کی صحبت میں آئے اس کو چاہیے کہ اپنے آپ کو نہایت مفلس و محتاج ظاہر کرے تاکہ ان کو اس پر رحم آئے۔

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ اگر کسی درویش کی تصویر[3] کسی دیوار پر کھینچ دی جاتے تو اس دیوار کے پاس سے ادب کے ساتھ گزرے[1]۔

بہترین عمل

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ بعض اکابرین قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے بیان کیا ہے کہ نماز عصر کے بعد ایک ایسی گھڑی آتی ہے کہ اس میں بہترین عمل محاسبہ ہے کہ اس کے دن کا پورا وقت عبادت میں گزرا ہے۔ یا معصیت میں اگر عبادت میں گزرا ہے تو شکر کرے اور اگر معصیت میں گزرا ہے تو استغفار کرے۔ ایک جماعت نے کہا ہے کہ بہترین عمل یہ ہے کہ اپنے آپ کو ایسے شخص کی صحبت میں پہنچائے کہ اس کی تاثیر سے وہ غیر حق سبحانہ سے ہٹ جائے۔ اور حق سبحانہٗ کی طرف مائل ہو اور اس کی طرف کو کھچ جائے اہل تحقیق نے کہا ہے کہ بہترین عمل وہی ہے کہ اس میں مشغولیت کی وجہ سے غیر حق سے ملول ہو اور حق سبحانہٗ کی طرف مائل ہو سکے[2]۔

تاثیر جمادات

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ جمادات کی تاثیر لوگوں کے اخلاق اور اعمال میں ارباب تحقیق کے نزدیک ثابت ہے۔ چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ اس بارہ میں عجیب تحقیقات رکھتے ہیں کہ جمادات کی یہ تاثیر یہاں تک ہے کہ اگر کوئی شخص افضل عبادات یعنی نماز کو ایسی جگہ ادا کرنے جو کسی جماعت کے اعمال و اخلاق ناپسندیدہ سے متاثر ہو تو اس نماز کا جمال اور اثر اتنا نہیں ہو سکتا۔ جتنا کہ ایسی جگہ پر ادا کرنے سے ہوگا۔ کہ وہ جگہ ارباب جمعیت کی برکات سے متاثر ہو۔ اسی لئے دو رکعت

---

[1] رشحات: ۲۵۱۔ [2] رشحات: ۲۵۲۔ [3] اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تصویر بنانا جائز ہے بلکہ ایک فرضی صورت ہے اور اسمیں ادب کا سبق دیا گیا ہے جیسا کہ ایک دفعہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی خدمت میں کسی نے ایک بزرگ کی تصویر پیش کی تو آپ نے فرمایا اسے غسل دے دو" دیکھئے آپ نے مٹا دو کے بجائے کیسے ادب کے الفاظ استعمال فرماتے فطری بات ہے کہ جب کسی شخص کا نام لیا یا اسکی تصویر دیکھی جائے تو اسکی شخصیت سامنے آجاتی ہے اسوقت اسکی بزرگی اور شان کیوجہ سے با ادب آدمی کے جذبات محبت اسے ادب پر آمادہ کر دیتے ہیں واللہ اعلم

نماز حرم میں پڑھنا اور جگہوں کی ستر رکعتوں کے برابر ہے[1]۔

وجد و حال قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ شیخ ابو طالب مکی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ اتنی کوشش کرو کہ مرضی حق کے سوا اور کچھ تم میں باقی نہ رہے جب تم ایسے ہو جاؤ گے تو تمہارا کام پورا ہو جائے گا۔ اس حال میں اگر تم سے احوال و مواجید و کرامات صادر نہ ہوں تو بھی کوئی غم کی بات نہیں ہے[2]۔

امرد قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں توحید یہ ہو گئی ہے کہ لوگ بازاروں کو جاتے ہیں اور امردان پر نظر ڈالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم جمال لایزال کا مشاہدہ کرتے ہیں خدا کی پناہ ایسے مشاہدہ سے۔ ایک جماعت مریدان سید قاسم تبریزی قدس سرہٗ کی امرد لڑکوں کا نظارہ کیا کرتی تھی اور کہتی تھی کہ ہم جن صورتوں میں جمال حق سبحانہٗ کا مطالعہ کیا کرتے ہیں ان لوگوں کے بارے میں حضرت سید قاسم رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے سور کدھر گئے۔ اس کلام سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ حضرت سید کی نظر بصیرت میں سور کی صورت میں نظر آتے تھے[3]۔

مرید صادق قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ سید الطائفہ قدس سرہٗ نے کہا ہے کہ مرید صادق وہ ہے کہ بیس برس تک کوئی برائی اس کے بائیں پہلو والے فرشتے نے نہ لکھی ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مرید معصوم ہو جائے اور اس مدت میں اس سے کوئی جرم سرزد نہ ہو۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ قبل اس کے کہ فرشتے اس کا گناہ لکھنے پائیں وہ اس کی مکافات میں مشغول ہو جاتے اور کسی طریقہ سے اس گناہ کو اپنے اوپر سے دور کر دے[4]

خاموشی قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں مولانا نظام الدین خاموش قدس سرہٗ کی خدمت میں گیا۔ مولانا اس وقت مباحثۂ علمی میں ایک جماعت علمائے کے ساتھ مشغول تھے۔ میں خاموش بیٹھا رہا۔ جب آپ کلام سے فارغ ہوتے تو میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ سکوت اور خاموشی بہتر ہے۔ یا یہ بات چیت، پھر آپ نے فرمایا۔ میری رائے یہ ہے کہ اگر یہ شخص اپنی ہستی کی قید سے چھوٹ گیا ہے تو جو کچھ کرے گناہ نہیں ہے اور اگر ہستی

---

[1] [2] [3] رشحات: ۲۵۲، ۲۵۳۔ [4] رشحات: ۲۵۵۔

میں گرفتار ہے تو جو کچھ کرے وہ حماقت ہے۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ہم نے مولانا نظام الدین خاموش علیہ الرحمۃ سے اس سے بہتر کبھی کوئی کلام نہیں سنا تھا۔[۱]

شریعت، طریقت اور حقیقت

قدسیہ، آپ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا نظام الدین قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ شریعت و طریقت اور حقیقت کو ہر چیز میں بیان کر سکتے ہیں مثلاً جھوٹ کہنا امر ممنوع ہے اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ اس کو کوشش اور مجاہدہ سے جو کہ استقامت کا طریقہ ہے، زبان سے دور کرے، اس طرح کہ اس کے اختیار سے اور بے اختیاری سے اس کی زبان پر جاری نہ ہو تو یہ شریعت ہے۔ باوجود اس کے ممکن ہے کہ اس کے باطن میں جھوٹ کی خواہش باقی رہے۔ پس اگر اس کو بھی کوشش اور مجاہدہ سے دفع کر دے۔ اس طرح کہ اس کا باطن کذب کی خواہش سے پاک ہو جائے تو یہ طریقت ہے اور اگر ایسا ہو جائے کہ اس کے اختیار یا بلا اختیار کے اس کا دل اور زبان سے جھوٹ سرزد نہ ہو سکے تو یہ حقیقت ہے۔ حضرت خواجہ قدس سرہ مولانا علیہ الرحمۃ کے اس ارشاد کو بارہا نقل فرما کر اس کی تعریف کیا کرتے تھے۔[۲]

کشف قبور

آپ فرماتے ہیں کہ کشف قبور یہ ہے کہ صاحب قبر کی روح کسی مناسب صورت میں ظاہر ہو جائے اور صاحب کشف دیدۂ بصیرت سے اس صورت کو دیکھے۔ مگر چونکہ شیاطین کو بھی مختلف صورتوں اور شکلوں کے اختیار کرنے کی قوت ہے۔ اس لئے حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم نے اس کشف کا اعتبار نہیں کیا ہے۔ ان کے نزدیک اصحاب قبور کی زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ جب کسی بزرگ کی قبر پر جاتے ہیں، تو اپنے آپ کو تمام کیفیتوں اور نسبتوں سے خالی کرتے ہیں پھر نسبت کے ظہور کے منتظر ہو کر بیٹھتے ہیں۔ پس جو نسبت پیدا ہوتی ہے اسی سے صاحب قبر کا حال معلوم کرتے ہیں۔ بیگانہ اشخاص کی صحبت میں بھی ان بزرگوں کا یہی طریقہ ہے کہ جو شخص ان کے سامنے آئے وہ اپنے باطن میں نظر کرتے ہیں۔ اس کے آنے کے بعد ان کے باطن میں جو نئی کیفیت پیدا ہوتی ہو وہ اس کو اسی کا اثر جانتے ہیں۔ اس جدید کیفیت میں ان بزرگوں کا کوئی اختیار نہیں ہوتا ہے اور اس

---

۱ ۲ رشحات ، ۲۵۶ ۔

کیفیت کے لحاظ سے اس کے ساتھ نرمی یا سختی سے سلوک کرتے ہیں۔ شیخ ابن عربی قدس سرہٗ اس کو تجلی مقابلہ کے نام سے یاد فرماتے ہیں اس کے ظہور کا سبب عرفا کے باطن کی جلا اور صفائی ہے جو نورانی باطن سے پیدا ہوتی ہے اور ان کے آئینہ حقیقت میں جو نقوش کونیہ سے پاک اور صاف ہو گیا ہے۔ بسبب کمال محاذات کے کہ جو بے کم وکیف ذات کے ساتھ رکھتا ہے اور اس میں سوائے تجلی ذاتیہ کے اور کچھ باقی نہیں رہا ہے۔ پس جب ایسے نورانی آئینہ کو اس کی حالت پر چھوڑ دیں گے تو سوائے امر بے کیف کے اور کچھ نہ رہے گا۔ تو اب جو چیز اس آئینہ میں پیدا ہوئی وہ اس کی ذاتی نہیں ہے بلکہ اس شخص کے تقابل کی وجہ سے ہے۔ جو اس میں عکس کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے[1]

موت کے بعد ترقی

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ محققین کے نزدیک موت کے بعد ترقی ثابت ہے چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ منجملہ تجلیات کے ایک تجلی میں، میں اور ابوالحسن نوری جمع ہوتے انہوں نے میرے ہاتھ کو بوسہ دیا اور کہا کہ کیا تم مجھ سے سیراب ہوتے ہو؟ میں نے کہا کہ نہیں کیونکہ توحید کا پیاسا غیر سے سیراب نہیں ہو سکتا۔ میرے اس جواب سے وہ شرمندہ ہوتے۔ میں نے کہا کہ ادنیٰ اعلیٰ سے حاصل کرتا ہے اور غیر سے حاصل نہیں کرتا۔[2]

شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ فتوحات میں دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی موت کے بعد ترقی کا انکار کرنے والوں میں ایک شیخ ابوالحسن نوری ہیں پس شیخ نوری کی حالت بعد موت کے دو کیفیتوں سے خالی نہیں ہے۔ یا تو انہوں نے علم یقین سے جان لیا کہ ترقی ہوتی ہے یا یہ جانا کہ نہیں ہوتی۔ پس اگر ترقی ہونے کے متعلق ان کو علم حاصل ہوا تو اس سے ہمارا مدعا ثابت ہو گیا۔ اگر نہ ہونے کے متعلق علم ہوا تو یہ دوسرا علم ہے جو ان کو موت کے بعد حاصل ہوا۔ اس لئے ہر حالت میں ترقی بعد موت کے ہوتی ہے۔[3]

ادب اور حال

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ ترک ادب کے بعد بھی سالک کے حال کا باقی رہنا خدا تعالیٰ کی خفیہ تدبیر ہے۔[4]

---

[1] رشحات: ۲۶۱ [2] رشحات: ۲۶۲ [3] رشحات: ۲۶۲ [4] رشحات: ۲۶۵

نسبت نقشبندیہ اور تفرقہ قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ خواجگان نقش بندیہ قدس اللہ اسرارہم کی نسبت کو خلوت میں اول تفرقہ پیدا ہوتا ہے اس میں راز یہ ہے کہ نسبت نقش بندیہ محبوبیت کی نسبت ہے اور محبوب کو جب خلوت میں بلاؤ گے تو اس کو حجاب ہوتا ہے[1]

لطافت و نسبت قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ اس نسبت کی لطافت اس درجہ ہے کہ اس کی طرف متوجہ ہونا بھی اس کے ظہور کو مانع ہوتا ہے چنانچہ حسینوں کی صورتوں میں بھی یہ بات ہے کہ جب ان کی طرف زیادہ توجہ کی جاتی ہے تو وہ اپنے آپ کو چھپانے لگتے ہیں[2]

ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ ہر چیز اپنی مخالف چیز سے ظاہر ہوتی ہے۔ پس مخلوق کی طرف مشغول ہونا حق سبحانہٗ کی طرف مشغول ہونے کے مخالف ہے۔ اور چونکہ مخالف کو اپنے مخالف سے کراہت ہوتی ہے۔ اس لئے اگر جاننے والا شخص ہو تو وہ خلاف چیز سے موافق کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سلسلہ والے بازاروں میں اور مجمعوں میں جاتے ہیں اور وہاں بیٹھتے ہیں تاکہ مخلوق کی ضدیت سے اور ان کے کاموں کی کراہیت سے ان کا دل خدائے پاک کی طرف ہو جائے[3]

بڑا مقصد قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ بڑا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لطیفہ مدرکہ کی توجہ خدائے پاک کی طرف ہمیشہ کے لئے ہو جائے۔ تمہاری کوشش اس امر کی ہونی چاہیے کہ یہ توجہ تمہارے اندر ہمیشہ باقی رہے تاکہ تمہارا شمار معتوبوں میں ہو سکے[4]

مردان غیب اور عزیمت قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ ہر زمانہ میں مردان غیب اولیاء اللہ میں سے انکی صحبت اختیار کرتے ہیں جو کہ عزیمت پر عمل کرتے ہوں اور رخصت سے پرہیز کرتے ہوں ان کی جماعت رخصت والوں سے علیحدہ رہتی ہے۔ رخصت پر عمل کرنا ضعیفوں کا کام ہے۔ ہمارے خواجگان قدس اللہ اسرارہم

---

[1] [2] [3] رشحات: ۲۶۶۔ [4] رشحات: ۲۶۸۔

کا طریقہ عزیمت پر عمل کا ہے[۱]۔

درویشی اور فناء مطلق قدسیہ، آپ فرماتے ہیں کہ فناءِ مطلق کے معنی یہ ہیں کہ سالک اپنے افعال اور اوصاف کی نسبت کو بطریق ذوق آپ سے نفی کرے اور ان کو فاعل حقیقی "جل ذکرہ" کے لئے ثابت کرے۔ حضرات صوفیہ قدس اللہ اسرارہم کے اس قول کا کہ نفی اثبات سے جنگ نہیں رکھتی ہے مطلب یہی ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ مثلاً یہ کپڑا جو میں پہنے ہوئے ہوں وہ بطور عاریت ہے اور مجھ کو اس کے عاریتاً ہونے کا علم نہیں ہے۔ اس لئے میں اس کو اپنی ملکیت جان کر اس سے اپنا تعلق رکھتا ہوں۔ اتنے میں مجھ کو اس کے عاریتاً ہونے کا علم ہوا۔ اس کپڑے سے میرا تعلق فوراً منقطع ہو گیا۔ حالانکہ وہ میرا لباس ہے اور تمام صفات کو اسی کپڑے پر قیاس کرنا چاہیے تاکہ دل کا تعلق ماسوائے حق تعالےٰ سے منقطع اور آزاد ہو جاتے درویشی یہی ہے۔ مگر لوگوں نے اس کو بہت لمبا چوڑا سمجھ رکھا ہے[۲]۔

وصل قدسیہ، آپ فرماتے ہیں کہ حقیقت میں وصل یہ ہے کہ دل خدائے پاک کے ساتھ بر سبیل ذوق جمع ہو جائے اور جب یہ حالت ہمیشگی اختیار کرلے تو اس کو دوام وصل کہتے ہیں۔ انتہا یہی ہے[۳]۔ اور حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس اللہ سرہٗ کے اس ارشاد کا کہ ہم نہایت کو ہدایت میں درج کرتے ہیں۔ مطلب یہی ہے کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ ہم واسطہ سے زیادہ نہیں ہیں اس لئے ہم سے منقطع ہونا چاہیے۔ اور مقصود حقیقی سے ملنا چاہیے یہی وصل ہے[۴]۔

ابرار اور واصل قدسیہ، آپ فرماتے ہیں کہ اگر ذکر کا ملکہ ایسا ہو جائے کہ ہمیشہ دل حاضر رہے اور وہ اس حضور سے وابستہ ہو جاتے تو اس کا شمار ابرار میں ہوگا۔ اور حاضر مع اللہ کہہ سکتے ہیں مگر واصل مع اللہ نہیں کہہ سکتے واصل اس وقت ہو گا۔ جب کہ اس حضور کی نسبت بھی اس سے منتفی ہو جائے اور حق سبحانہٗ کو بذات خود حاضر سمجھے[۵]۔

---

[۱] رشحات : ۲۷۶ [۲] رشحات : ۲۸۲ [۳] [۴] [۵] رشحات : ۲۸۳

انتہائی مرتبہ قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ انتہائی مرتبہ جہاں تک اولیاء اللہ کی رسائی ہوتی ہے، یہ ہے کہ شاہد حقیقی میں نہایت استغراق کی وجہ سے مشاہدہ ان سے غائب ہو جاتے[1]

تجلی قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ تجلی سے مراد کشف ہے اور یہ دو طرح سے ہوتا ہے۔ پہلا کشف اعیانی یعنی چشم ظاہری سے۔ یہ کشف آخرت میں ہوگا۔ دوسرا کشف یہ کہ غائب مثل محسوس کے ہو جائے کیونکہ محبت کی خاصیت یہ ہے کہ غائب کو محسوس کی طرح بنا دیتی ہے۔ یہ تجلی ارباب کمال کے قدم کی دنیا میں انتہا ہے۔ یعنی اس سے آگے انہیں رسائی نہیں ہو سکتی[2]

ہمت قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ ہمت سے مراد دل کا اطمینان ہے۔ کسی ایک امر پر اس طرح کہ اس کے خلاف کچھ دل میں نہ گزرے۔ یہاں تک کہا گیا ہے کہ اگر کافر شخص بھی ہمیشہ اپنے دل کو کسی امر پر اور اپنی ہمت کو کسی چیز پر مقرر کرے تو وہ کام ضرور پورا ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے ایمان اور عمل صالح کی بھی کچھ شرط نہیں ہے۔ ارباب تجربہ کو چاہیئے کہ کبھی کبھی اپنے مریدوں کی ہمتوں کا امتحان لیتے رہیں اور معلوم کریں کہ ان کی مناسبت حضرات اسماء کے کس مرتبہ تک پہنچی ہے اور ان کی ہمت کی تاثیر کیسی ہے[3]

ہمت کی تاثیر قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ ابتدائے جوانی میں ہم حضرت مولانا سعد الدین کاشغری قدس سرہٗ کے ساتھ ہرات میں تھے۔ ایک دفعہ ہم دونوں تفریح کے لئے جا رہے تھے۔ ہمارا گزر کشتی گیروں کے اکھاڑہ میں ہوا وہاں ہم نے اپنی قوتِ تو جہالت کا امتحان لیا اور دو شخصوں میں سے ایک کے غالب ہونے پر ہم نے اپنی ہمتوں کو لگایا تو وہی شخص غالب ہوا۔ پھر دوسرے شخص کے لئے خیال کیا گیا تو دوسرا غالب آیا۔ پھر پہلے کے لئے خیال کیا گیا تو وہ غالب ہوا۔ اسی طرح چند مرتبہ امتحان خیال کیا گیا۔ اس سے مقصود یہ معلوم کرنا تھا کہ ہمت کی تاثیر کس درجہ تک پہنچی ہے۔ تاکہ اس پر اعتماد ہو سکے[4]

---

[1] رشحات: ۲۸۳ [2] رشحات: ۲۸۳ [3] [4] رشحات: ۲۸۷

کرامت : حضرات خواجہ قدس سرہٗ چونکہ واقع میں ترویج شریعت اور

ترویج شریعت تجدید ملت اور سلاطین کے ساتھ اختلاط رکھنے کے لئے مامور کئے گئے تھے۔ اس لئے آپ سمرقند تشریف فرما ہوتے۔ تاکہ بادشاہ وقت سے ملاقات کریں۔ اس زمانہ میں میرزا عبداللہ بن میرزا ابراہیم بن مرزا شاہ رخ ولایت سمرقند کا بادشاہ تھے۔ میرزا عبداللہؒ کا ایک مصاحب حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرتؒ نے اس سے کہا کہ اس ولایت میں آنے سے مقصود ہمارا تمہارے بادشاہ سے ملاقات کرنا ہے۔ اگر تم اس کی ملاقات کا واسطہ ہو تو امر بزرگ اور ثواب کثیر کو حاصل کر لوگے۔ اس امیر نے بے ادبی کے ساتھ جواب دیا کہ ہمارا بادشاہ بے پروا شخص ہے اس سے ملاقات کرنا بہت مشکل ہے۔ ماسوا اس کے درویشوں کو ان کاموں کی ضرورت ہی کیا ہے۔ حضرت کو اس کلام سے غیرت پیدا ہوئی اور فرمایا کہ ہم کو بادشاہوں کی ملاقات کا حکم دیا گیا ہے۔ ہم اپنے طور پر نہیں آتے ہیں۔ اگر تمہارا بادشاہ پروا نہ کرے گا تو ایسا بادشاہ بنایا جائے گا جو پروا کرے۔ جب وہ امیر چلا گیا تو حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے اس کا نام سیاہی سے دیوار پر لکھا اور پھر اپنے لعاب دہن سے اس کو مٹا دیا اور فرمایا کہ ہمارا کام اس بادشاہ اور اس کے امیروں سے نہیں چل سکتا ہے۔ یہ فرما کر اسی روز تاشقند کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ کی روانگی کے ایک ہفتہ بعد اس امیر کا انتقال ہو گیا۔ اور ایک ماہ کے بعد سلطان ابوسعید مرزا نے اطراف ترکستان سے ظہور کیا اور میرزا عبداللہؒ پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔[1]

کرامت : کہتے ہیں کہ آپ نے ایک مرتبہ بہت سے لوگوں کے نام کاغذ کے ٹکڑوں پر لکھے۔ سلطان ابوسعید کا نام جس ٹکڑے پر لکھا تھا اس کو اپنی دستار میں رکھ لیا۔ دوستوں نے پوچھا یہ کس شخص کا نام ہے جو آپ نے دستار میں رکھا ہے؟ فرمایا کہ یہ اس شخص کا نام ہے جس کے ہم، آپ اور اہل تاشقند و سمرقند اور خراسان رعایا ہوں گے۔ اس زمانہ میں وہاں سلطان ابوسعید کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ مگر چند روز کے بعد ہی سلطان ابوسعید مرزا کی شہرت ترکستان کی طرف سے بلند ہو گئی۔[2]

---

[1] رشحات : ۲۸۸
[2] رشحات : ۲۸۹

ترویج شریعت اور فتح

کرامت: منقول ہے کہ سلطان ابوسعید نے خواب میں حضرت کو دیکھا تھا اور حضرت خواجہ احمد یسوی قدس سرہٗ کے ارشاد سے حضرت کا نام اس کو معلوم ہوا۔ اس نے حضرت خواجہ کے نام اور صورت کو اپنے ذہن میں محفوظ رکھا جب بیدار ہوا تو اپنے مصاحبوں سے دریافت کیا کہ اس حلیہ کا کوئی درویش خواجہ عبیداللہ نامی اس ملک میں ہے لوگوں نے خبر دی کہ وہ درویش صاحب اس زمانہ میں تاشقند میں رہتے ہیں سلطان اسی وقت سوار ہوا اور تاشقند پہنچا۔ حضرت خواجہ کو جب اس کے آنے کی خبر پہنچی۔ تو فوراً مقام فرکت کی طرف روانہ ہو گئے۔ سلطان کو حضرت کے فرکت میں قیام فرمانے کی خبر پہنچی تو وہ بھی فرکت پہنچا۔ جب بادشاہ حضرت کی خدمت سے مشرف ہوا اور اس کی نظر حضرت کے چہرۂ زیبا پر پڑی تو کہا قسم خدا کی یہ وہی بزرگ ہیں جن کو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ اور حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور نیازمندی بجا لایا۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے اس کے حال پر بہت کچھ توجہ فرمائی اور اس کو اپنی طرف جذب فرمایا۔ بادشاہ نے آخر مجلس میں فتح کی دعا کے لئے التماس کی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ فتح کی دعا ایک دفعہ ہوا کرتی ہے اس کے بعد بادشاہ کے ساتھ ایک بڑا لشکر جمع ہوا۔ اور بادشاہ کے دل میں سمرقند کے فتح کا ارادہ پیدا ہوا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، توجہ کیلئے عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ تم کس نیت سے جاتے ہو۔ اگر تمہاری نیت یہ ہے کہ روشن شریعت کی تقویت اور دین متین کو رواج دینے اور رعیت کے انتظام کرنے کی ہے تو تمہارا یہ سفر تمہارے لئے مبارک ہو گا۔ اور فتح تمہاری ہوگی اس نے عرض کیا کہ روشن شریعت کی تقویت میں جان و دل سے کوشش کروں گا۔ اور انتظام رعایا میں پوری کوشش کروں گا۔ حضرت نے فرمایا جب ایسا ہے تو شریعت کی پناہ میں جاؤ، مراد حاصل ہو جائے گی [1]

کوؤں کی جماعت

کرامت: نقل کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ نے سلطان میرزا سعید سے فرمایا کہ جب دشمن سے تمہارا مقابلہ شروع ہو۔ تو جب تک تمہاری پشت سے کوؤں کی ایک جماعت ظاہر نہ ہو تم دشمن پر حملہ نہ کرنا۔ پس جب دونوں لشکروں

---

[1] رشحات: ۲۸۹

میں مقابلہ شروع ہوا تو میرزا عبداللہؒ کے لشکر نے گھوڑوں کو بڑھایا اور مرزا سلطان ابوسعید کے لشکر کے دائیں بازو کے قدم اکھاڑ دیئے اور بائیں بازو پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ یکایک کوؤں کی ایک جماعت مرزا سلطان ابوسعید کے لشکر کے پیچھے سے ظاہر ہوئی۔ سلطان ابوسعید کے لشکر نے جب حضرت کی اس بشارت کو دیکھا تو ان کے دل میں قوت پیدا ہوئی اور یکبارگی مرزا عبداللہؒ کے لشکر پر حملہ آور ہوتے۔ پہلے ہی حملہ میں میرزا عبداللہؒ کے لشکر کو شکست دے دی۔ امیر عبداللہؒ کا گھوڑا دلدل میں پھنس گیا۔ اسی وقت اُسکو پکڑ کر قتل کر دیا گیا۔[1]

خواجہ میدان جنگ میں کرامت: سلطان ابوسعید کے مصاحبوں میں سے ایک شخص میر حسن بہادر روایت کرتے ہیں کہ جب ان کے سلطان اور میرزا عبداللہؒ میں مقابلہ شروع ہوا۔ تو یہ اس وقت وہاں موجود تھے۔ ہمارا سارا لشکر اندازاً سات ہزار ہو گا۔ اور مرزا عبداللہؒ کی فوج بہت مسلح اور مکمل تھی۔ مرزا سلطان ابوسعید کو مرزا عبداللہؒ کا غلبہ اپنی فوج پر دیکھ کر بے قراری ہوئی۔ اور خوف اس پر غالب ہوا، تعجب سے کہنے لگا کہ اے حسن بہادر تو کیا دیکھتا ہے۔ میں نے کہا کہ اے میرے بادشاہ! میں اس حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو اپنے سامنے چلتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ سلطان نے کہا کہ قسم خدا کی میں بھی دیکھ رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ اے میرے بادشاہ اب مطمئن رہو۔ ہم دشمن پر ضرور فتح پائیں گے۔ میری زبان سے یہ کلمہ نکل ہی رہا تھا کہ دشمن بھاگ کھڑا ہوا۔ پس سارے لشکر نے اسی بات کو دہرایا۔ اور دشمن پر سخت حملہ کیا۔ آدھی گھڑی میں مرزا عبداللہؒ کے لشکر نے شکست کھائی اور خود گرفتار ہو کر مارا گیا۔ سمرقند فتح ہو گیا۔[2]

ہوائی فوج قدسیہ: حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جس وقت میرزا عبداللہؒ مارا گیا۔ میں اس وقت تاشقند کی طرف متوجہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک قوم ہوا میں سے زمین پر اتری۔ اس نے مرزا عبداللہؒ کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ مرزا عبداللہؒ مارا گیا اور اس کا کام تمام ہو گیا۔[3]

---

[1] رشحات: ۲۹۰ [2] رشحات: ۲۹۰ [3] رشحات: ۲۹۰

بابر کی خرابی

کرامت: ایک مرتبہ بابر ایک لاکھ لشکر جرار لے کر سمرقند پر حملہ کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ مرزا سلطان ابو سعید حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا کہ مجھ کو مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ کیا کروں اس کے ساتھیوں نے یہ طے کیا تھا کہ سمرقند سے بھاگ کر ترکستان چلے جاؤ۔ اور وہاں قلعہ بند ہو کر لڑو۔ انہوں نے اپنا تمام سامان اونٹوں پر لدوا دیا۔ حضرت ان کے اس ارادہ سے آگاہ ہوئے۔ اور فرمایا کہ میں نے تمہاری اس مہم کو اپنے ذمہ لے لیا ہے اور بابر کی شکست میرے ذمہ ہے۔ تم اطمینان رکھو مرزا نے کمال اعتماد کے ساتھ اپنے چلے جانے کو ملتوی کر دیا اور سمرقند ہی میں ٹھہر گیا۔ جب مرزا بابر سمرقند کے نزدیک پہنچ گیا اور فریقین کی فوجوں میں لڑائی شروع ہو گئی۔ مرزا خلیل جو مرزا بابر کا سپہ سالار تھا۔ گرفتار ہوا کہ اس سے زیادہ بہادر بابر کے لشکر میں اور کوئی شخص نہ تھا مرزا بابر کے لوگوں کو جو سامان معیشت لانے کے لئے سمرقند چلے گئے۔ تھے۔ مرزا ابو سعید کے علاقہ داروں نے ناک کان کاٹ کر نکال دیا۔ چند ہی روز میں دبائے عظیم بابر کے لشکر کے گھوڑوں میں پھیلی اور کثرت سے گھوڑے ہلاک ہو گئے۔ آخر کار مرزا بابر کو صلح کرنا پڑی حضرت مولانا قاسم نے جو حضرت خواجہ کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ باہر آ کر فریقین میں صلح کرا دی۔ حضرت خواجہ قدس سرہ فرماتے تھے کہ جب مرزا بابر ملحدوں کے ایک گروہ کے ساتھ سمرقند کے محاصرہ کے لئے آیا کہ ان کی عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لے۔ اہل سمرقند میں بہت سے صالحین اور غربا تھے۔ اس لئے ہم کو ان پر رحم آیا۔ اور دو تین روز ہم نے ان کی مصیبتوں کے ٹالنے میں صرف کئے کیونکہ مصائب کو ٹالنا اور دشمنوں کو دفع کرنا انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ ہے۔ میرزا بابر کہا کرتا تھا کہ ہم اگرچہ سمرقند کو فتح نہ کر سکے لیکن ہم کو یہ معلوم ہو گیا کہ حضرت خواجہ عارف نہ تھے کیونکہ عارف میں ہمت نہیں ہوتی ہے۔ اور حضرت نے ہمت سے ہم کو خراب کیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ بابر نے اس کلام کے معنی نہیں سمجھے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ عارف ایسی فنا سے مشرف ہو جاتا ہے کہ عارف اور اس کے تمام اوصاف مٹ جاتے ہیں کہ نہ ان کا نام باقی رہتا ہے اور نہ نشان اور جو کچھ اس سے صادر ہو وہ اس کا فعل نہیں ہے۔ یہ آیۂ کریمہ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ ۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (ادیب ع ۹) پس نہیں قتل کیا تم نے ان کو لیکن اللہ نے قتل کیا اور تم نے ان پر خاک مٹھی بھر کر نہیں ماری۔ جب کہ تم نے ماری تھی بلکہ وہ اللہ نے ماری تھی) اس معنی پر گواہ ہے اگر ایسا نہ ہو تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں مشکل ہو جائے گی۔ کیونکہ انہوں نے ایک عالم کو اپنی مضبوط قوت سے درہم برہم کر دیا تھا۔ جیسے حضرت نوح اور حضرت ہود علیہما السلام [۱]

ظالموں سے حفاظت

کرامت: آپ فرماتے ہیں کہ اگر ہم پیری مریدی کرنا چاہتے تو اس زمانہ کے کسی پیر کو ایک آدمی بھی مریدی کے لئے نہ ملتا۔ لیکن ہم کو دوسرے کام کے لئے حکم دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کی ظالموں کے شر سے حفاظت کریں اور شریعت قویم کو ترویج دیں اسی لئے ہم بادشاہوں پر مسلط ہوتے ہیں اور ان کو مسخر کرتے ہیں اور اسی عمل کے ذریعہ مسلمانوں کے مقاصد پورے کرنا واجب ہوا۔ [۲]

کرامت کی قوت

آپ فرماتے ہیں کہ خدائے پاک نے محض اپنی عنایت سے کرامت کی قوت عطا کی ہے اگر ہم چاہیں تو ایک ہی رقعہ میں بادشاہ خطا کو جو خدائی کا مدعی ہے ایسا بنا دیں کہ ننگے پاؤں خس و خاشاک میں دوڑتا ہوا ہمارے آستانہ پر حاضر ہو جائے مگر باوجود اس قدرت کے ہم ہر وقت حکم الٰہی کے منتظر رہتے ہیں کہ وہ جو چاہے وہ حکم دے گا۔ پورا ہو جائے گا۔ اس مقام میں ادب ضروری ہے اور ادب یہ ہے کہ اپنے ارادہ کو خدائے پاک کا ارادہ بنا دے نہ یہ کہ اس کے ارادے کو اپنا تابع کرے حضرت کا ایسے تین بادشاہوں کی جو باہم مخالف تھے ایک معرکے میں صلح کرا دینے کا واقعہ بڑا مشہور ہے [۳]

غلام مل گیا

کرامت: حضرت خواجہ قدس سرہ کے دوستوں میں سے ایک بزرگ نقل کرتے ہیں کہ میرا ایک غلام سمرقند میں گم ہو گیا۔ میں چار ماہ تک سمرقند کے ارد گرد جستجو میں سرگردان پھرتا رہا۔ مگر اس کا پتہ نہ چلا۔ ایک دفعہ جنگل میں اس کی تلاش کر رہا تھا کہ حضرت اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ظاہر ہوئے میں نے حضرت کے گھوڑے

۱۔ رشحات ص ۲۹۰ تا ص ۲۹۲ مختصراً ۲۔ ۳۔ رشحات: ۲۹۵

کی باگ تھامی اور نیازمندی کے ساتھ اپنا حال عرض کیا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ ہم دہقانی آدمی ہیں۔ ہم ان باتوں کو کیا جانیں۔ میں نے بہت زاری اور اصرار کیا۔ حضرت میری آہ وزاری دیکھ کر بہت مہربان ہوئے، تھوڑی دیر خاموش رہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس سامنے والے گاؤں میں بھی تم نے اس کی تلاش کی۔ میں نے عرض کیا کہ متعدد بار یہاں بھی گیا ہوں اور محروم واپس آیا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر تلاش کرو اس مرتبہ تم ضرور پالو گے۔ آپ نے یہ ارشاد فرما کر اپنا گھوڑا تیز دوڑا دیا۔ اور میں اس گاؤں کو روانہ ہو گیا۔ جب قریب پہنچا تو دیکھا کہ میرا گم شدہ غلام پانی کا بھرا برتن سامنے رکھے ہوئے حیران اور فکرمند کھڑا ہے۔ میں نے اس کو دیکھتے ہی بے اختیار فریاد کی۔ اے غلام اتنی مدت تک تو کہاں رہا؟ اس نے کہا کہ جب میں آپ کے گھر سے نکلا تو ایک شخص بہکا کر مجھ کو خوارزم لے گیا اور دوسرے شخص کے ہاتھ مجھ کو فروخت کر دیا۔ میں اس کی خدمت میں ہوں آج اتفاقاً اس کے گھر میں مہمان آیا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ پانی کا گھڑا بھر تا کہ کھانا تیار کرائی۔ میں پانی کا گھڑا بھر کر اٹھا کر لے چلا تھا کہ اب میں اپنے آپ کو یہاں دیکھ رہا ہوں۔ میں حیرت و فکر میں ہوں کہ یہ معاملہ بیداری میں دیکھ رہا ہوں یا خواب میں[1]۔

شکل بدلنا

کرامت: حضرت مولانا نورالدین عبدالرحمان جامی قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ جس زمانہ میں حضرت خواجہ نے مجھ سے مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ کے صورتوں اور لباس بشری کے بدلنے کا قصہ بیان فرمایا تھا۔ اس زمانہ میں حضرت ایک بزرگ کی شکل میں میرے سامنے آئے۔ جس سے مجھ کو کمال درجہ کی الفت اور تعلق تھا۔ اسے دنیا سے انتقال کئے ہوئے تھوڑے دن گزرے تھے میری نظر پڑتے ہی حضرت نے فوراً اس شکل کو بدل دیا۔ مجھ کو خیال ہوا کہ شاید وہ شکل میرے خیال میں تھی۔ مگر میں نے اپنے ہمراہیوں سے بھی سنا کہ انہوں نے مشاہدہ کیا تھا۔ حضرت کے صورتوں اور شکلوں کے بدلنے کے واقعات اکثر وقوع میں آئے ہیں۔ چنانچہ مولانا حاجی مزاریؒ اور حافظ اسمٰعیل روحیؒ جو مولانا سعدالدین قدس سرہٗ کے مریدوں میں سے ہیں نقل کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو مولانا سعدالدین کی صورت میں دیکھا ہے[2]۔

---

[1] رشحات: ۳۱۶ [2] رشحات: ۳۲۰

شہد اور شراب

کرامت: حضرت خواجہ قدس سرہٗ کا ایک خادم ایک مرتبہ سمرقند کو جا رہا تھا۔ حضرت نے اس سے فرمایا کہ سمرقند سے چند ڈبے صاف شہد کے ہمارے لئے لانا۔ وہ سمرقند سے کئی ڈبے شہد سے بھر کر اور ان کے منہ پر مضبوط مہر لگا کر سمرقند سے روانہ ہوا۔ اتفاقاً کسی کام کے لئے بازار میں ایک بزاز کی دکان پر تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر گیا۔ شہد کے ڈبوں کو اپنے سامنے رکھ لیا۔ اتنے میں ایک حسین عورت جو اس بزاز کی آشنا تھی دکان پر آئی اور ایک طرف بیٹھ کر بزاز سے باتیں کرنے لگی۔ اس خادم نے دو تین بار نظر حرام سے اس عورت کو دیکھا اور پھر نظر پھیر کر ڈبوں کو اٹھا کر تاشقند کو روانہ ہو گیا ڈبے لا کر حضرت کی خدمت میں پیش کئے۔ حضرت ڈبوں کو دیکھتے ہی خشم آلود ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ ان ڈبوں سے شراب کی بو آرہی ہے۔ اے بدبخت! میں نے تجھے شہد لانے کو کہا تھا اور تو شراب لے کر آیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں شہد ہی لے کر آیا ہوں۔ ان میں شراب نہیں ہے۔ ڈبوں کو کھولنے کے لئے ارشاد ہوا۔ جب کھول کر دیکھا گیا تو حقیقت میں شراب سے بھرے ہوئے تھے۔[۱]

سورج ٹھہر گیا

کرامت: ایک معتبر بزرگ روایت کرتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی ہمراہی میں ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کو روانہ ہوا۔ موسم سردی کا تھا اور دن بہت چھوٹا۔ ہم نے راستہ میں عصر کی نماز پڑھی۔ آفتاب زرد ہوا شام ہونے کو آئی۔ منزل تک پہنچنے کے لئے دو کوس باقی تھے۔ راستے میں کوئی جگہ پناہ اور آرام کی نہ تھی۔ مجھے خیال ہوا کہ دن ختم ہونے کو ہے اور راستہ خوفناک ہے۔ ہوا سرد اور فاصلہ زیادہ۔ اب آگے کیسے گزرے گی۔ پھر دوبارہ مجھے یہی خیال گزرا۔ حضرت منہ پھیر کر میری طرف متوجہ ہوئے، ارشاد فرمایا کہ ڈرو مت اور راستہ کی نسبت دل میں کوئی خیال نہ لاؤ۔ ممکن ہے کہ آفتاب غروب ہونے نہ پائے۔ کہ ہم منزل تک پہنچ جائیں۔ پس میں پلٹ پلٹ کر آفتاب کو دیکھتا جاتا تھا۔ اسی طرح اس کا کنارہ آسمان پر ٹھہرا ہوا تھا۔ گویا کہ اسے وہاں میخ لگا دی گئی ہے یہانتک کہ ہم گاؤں کی آبادی تک پہنچ گئے اس وقت آفتاب یکایک ایسا غائب ہو گیا کہ اس کا نام و نشان باقی نہ تھا۔ اور غروب کے بعد شفق کی جو سرخی

---

[۱] رشحات ۳۲۰۔

سفیدی ہوا کرتی ہے۔ اس کا نام و نشان نہ تھا۔ عالم میں دفعتہً ایسی تاریکی پھیل گئی کہ صورتوں اور رنگتوں کا نظر آنا ناممکن تھا جس سے حاضرین پر ہیبت و حیرت چھا گئی اور سب نے یقین کیا کہ حضرت خواجہ کا اس میں تصرف واقع ہوا۔ آخر کار بے اختیار ہو کر سب نے حضرت سے اس کا راز دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ بھی طریقت کے شعبدوں میں سے ایک شعبدہ ہے۔[۱]

کرامت: حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے بڑے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد جو بڑے عالم و عارف اور صاحب تصرف و کرامات تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میری پھوپھی نے چاہا کہ ایک بڑھیا کی بیمار پرسی کے لئے جائیں جو آپ کی عزیزہ تھیں اور پڑوس میں رہتی تھیں۔ آپ نے انہیں منع فرمایا پھر جب آپ مقام فرکت کو تشریف لے گئے۔ پھوپھی صاحبہ نے اس کی عیادت کے لئے گھر سے نکلنا چاہا، کیا دیکھتی ہیں کہ آپ سوار ہو کر ظاہر ہوئے اور کھڑے ہوئے فرما رہے ہیں کہ عیادت کے لئے جاتی ہو، واپس ہو جاؤ۔ نہیں تو جانتی ہو تم بھی بیمار ہو جاؤ گی۔ تمہیں کسی کی عیادت نہیں کرنی چاہیے مجبوراً وہ واپس ہو گئیں۔ گھر میں قدم رکھتے ہی بیمار ہو گئیں۔ تپ محرقہ میں مبتلا ہو کر بستر پر پڑ گئیں۔ جب آپ فرکت سے واپس تشریف لائے تو پھوپھی صاحبہ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور فرمایا کہ بیمار کے پوچھنے کے لئے جانے اور بیمار ہونے کی کیا ضرورت ہے۔[۲]

کرامت: حضرت خواجہ محمد قدس سرہٗ کی پھوپھی صاحبہ نقل کرتی ہیں کہ

ہر بار نئی صورت

جب حضرت خواجہ پر قبض کی کیفیت طاری ہوتی تو آپ گھڑی گھڑی گھر سے باہر جاتے اور باہر سے اندر آتے۔ جب آپ گھر میں تشریف لاتے تو تبدیلی صورت کے طریقے سے نئی صورت میں تشریف لاتے تو اگر بالفرض دس مرتبہ بھی آتے تو ہر بار نئی صورت میں آتے چنانچہ مکان میں رہنے والی بوڑھی عورتیں غیر آدمی کی شکل کی وجہ سے غلطی میں پڑ کر شور کرنے لگتیں۔ آپ اس صورت کو چھوڑ کر ہنس پڑتے اور کیفیت قبض جاتی رہتی تھی۔[۳]

---

[۱] [۲] [۳] رشحات: ۳۱۹

مظالم سے رہائی اور ترویج شریعت

کرامت : دو درویش حضرت خواجہ کی خدمت میں ملاقات کے شوق میں بڑی دور سے خانقاہ میں آئے۔ خادموں سے دریافت کیا کہ حضرت خواجہ کہاں ہیں؟ خدام نے کہا کہ بادشاہ کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ یہ سن کر وہ اپنے آنے پر پشیمان اور وقت کے ضائع ہونے سے پریشان ہوئے۔ اور کہا کہ عجب شیخ ہیں جو سلاطین کے دربار میں جاتے ہیں حالانکہ بِئْسَ الْفَقِيْرُ عَلٰى بَابِ الْاَمِيْرِ (بہت بُرا ہے وہ فقیر جو امیروں کے دروازہ پر جائے) اتفاقاً دو چور بادشاہی مجلس سے بھاگ گئے تھے۔ سپاہی ان کی تلاش کرتے ہوئے گلی کوچوں میں پھر رہے تھے۔ ان دونوں درویشوں کو بجائے چوروں کے پکڑ کر دربار بادشاہ میں لے گئے اور کہا کہ یہ وہی چور ہیں جو جیل سے بھاگ گئے تھے۔ اب ان کے بارے میں جو حکم ہو۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ شریعت غرّہ کے احکام کے مطابق ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ حضرت خواجہ سلطان کے پاس تشریف فرما تھے۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ یہ دونوں درویش ہیں اور ہماری ملاقات کے لئے دور دراز سے آئے ہیں۔ جب ہمیں نہ پایا تو پریشان حال اور شکستہ دل ہوئے اس کے بعد حضرت خواجہ اٹھے اور دونوں درویشوں کو ہمراہ لے کر اپنے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم دربار شاہی میں اسی لئے گئے تھے کہ ہاتھ کاٹے جانے سے تمہیں بچائیں اور امیروں کے دروازے پر وہ درویش بُرا معلوم ہوتا ہے جو طمع کی وجہ سے دولت مندوں کے پاس جاتا ہو۔ وہ درویش بُرا نہیں جو مسلمانوں کی حاجتیں اور ظالموں کے شر کو رفع کرنے اور شریعتِ پاک کو رواج دینے کے لئے جاتا ہو۔ اس واقع سے انہوں نے اپنی بدگمانی سے توبہ کی اور حضرت کے مخلصین اور معتقدین میں داخل ہوئے۔[1]

کرامت : ایک عالم حضرت کے فضائل و کمالات کا شہرہ سن کر حضرت کی ملاقات کے ارادہ سے سمرقند روانہ ہوا اور شہر میں داخل ہوا۔ شہر کے راستوں میں اونٹوں کی قطار پر غلہ کی بھری ہوئی بوریاں دیکھ کر لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ اتنا بہت سا غلہ کس کا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت خواجہ کا ہے۔ عالم کے دل میں خیال آیا کہ فقیری کو اس دنیا سے کیا نسبت یہاں سے واپس ہو جانا چاہیئے۔ پھر اس نے سوچا کہ اتنی مسافت طے کر کے آیا ہوں

ایک بار تو خود ان سے مل لوں اور آپ کی خانقاہ میں آکر بیٹھ گیا۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ اس وقت زنانہ مکان میں تھے۔ اسی اثناء میں اس کو غنودگی آگئی۔ اس میں اس نے دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور ایک قرض دار اس کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور اپنے ساتھ اس کو دوزخ میں لے جانا چاہتا ہے۔ اتنے میں حضرت خواجہ آئے اور قرض دار سے دریافت فرمایا کہ اس کے ذمہ تیرا کتنا قرضہ ہے۔ اس نے مقدار بتلائی۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اتنا مال مجھ سے لے لے اور اس بیچارے کو چھوڑ دے۔ پھر آپ نے اس کا مطالبہ ادا کر دیا اور اس کو چھڑا لیا اس کے بعد اس کی آنکھ کھل گئی اور آپ اندر سے باہر تشریف لے آئے اور مسکرا کر فرمایا کہ اتنی دولت ہم نے اسی لئے جمع کی ہے کہ تم کو اور تمہارے جیسے لوگوں کو قرضداروں سے چھڑائیں۔

تاریخ وفات اس صاحب تکمیل و کمال کی وفات ۲۳ ربیع الاول ۸۹۵ ہجری شنبہ کی رات ہوئی اور محلہ خواجہ کفشیر میں مدفون ہوئے۔ آپ کی اولاد امجاد نے آپ کے مزار شریف پر عالیشان عمارت تعمیر کی ہے[۱]۔

کرامت بعد از موت: جب حضرت قدس سرہٗ کا سانس شریف منقطع ہوا۔ یہ شام اور عشا کا درمیانی وقت تھا۔ کثرت سے شمع روشن کئے گئے تھے جن سے مکان روشن ہو گیا تھا۔ اسی حال میں دیکھا گیا کہ حضرت کے دونوں ابروؤں کے بیچ سے ایک نور چمکدار بجلی کی طرح پھیلا۔ اس کی شعاعیں شمع پر پڑیں اور کل شمعوں کی روشنی ماند پڑ گئی۔ جو لوگ اس گھر میں موجود تھے انہوں نے اس کا مشاہدہ کیا[۲]۔

حضرت مولانا محمد زاہد وخشی قدس اللہ سرہ العزیز

آپ کی نسبت اس طریقہ عالیہ میں حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس اللہ تعالےٰ سرہٗ الاقدس سے ہے۔ آپ ان کے اعظم واکرم خلیفہ ہیں۔ وخش خاء معجمہ ساکن اور شین منقوطہ کے ساتھ ایک گاؤں کا نام ہے جو متعلقات حصار سے ہے اور اس گاؤں کو وخشوار بھی کہتے ہیں۔ آپ مولانا یعقوب چرخی کے قریبی رشتہ داروں سے ہیں۔ بلکہ آپ مولانا کے نواسے ہیں۔ بعض ثقات سے سنا گیا ہے کہ حضرت مولانا محمد زاہد نے ذکر کی تلقین اور بزرگان نقشبندیہ کے طریقہ کی تعلیم بعض اصحاب کبار مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ سے حاصل کی تھی۔ گوشہ تنہائی اور گمنامی میں اپنے وقت کو آپ تازہ کرتے رہے۔ ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہتے تھے۔ اس کے بعد آپ خواجہ احرار قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

مولانا محمد زاہدؒ حضرت خواجہؒ کی خدمت میں

نتیجۃ الاکابر حضرت خواجہ خاوند محمود سلمہ اللہ تعالیٰ والبقاہ نے ایک روز فقیر مؤلف سے کہا کہ مولانا محمد زاہد خواجہ محمد یوسف قدس سرہٗ کے مرید ہیں۔ اور وہ خواجہ یعقوب چرخی قدس سرہٗ کے مرید تھے۔ اگر مولانا کو خواجہ احرار قدس سرہٗ سے انتساب ہوتا تو مصنف رشحات مولانا واعظ کاشفی قدس سرہٗ ضرور اس کا ذکر کرتے۔ اتفاقاً حاجی ضیاء الدین سمرقندی خلیفہ حضرت خواجہ خاوند محمود رحمۃ اللہ علیہ جو خلافت پانے کے بعد کشمیر میں سکونت رکھتے ہیں۔ اس مجلس میں موجود تھے۔ اپنی جگہ سے اٹھے اور میرے پاس آکر بیٹھ گئے۔ مجھ سے کہنے لگے کہ ہمارے خواجہ حضرت خاوند محمود اس معاملہ کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہیں۔ میں مولانا خواجہ امکنگی قدس سرہ کا مرید ہوں اور برسوں ان کی خدمت میں رہا ہوں۔ ان کی وفات کے بعد حضرت خواجہ محمود کی خدمت میں آیا ہوں۔ حضرت محمد باقی قدس سرہ میرے سامنے مولانا خواجگی کی خدمت میں آئے اور مولانا محمد زاہد کی خلافت حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ

سے بلاشک وشبہ ثابت ومقرر ہے۔ یہ واقعہ یوں ہے کہ جب حضرت احرار قدس سرہٗ کے ارشاد کا شہرہ مولانا محمد زاہد کے کان مبارک میں پہنچا تو آپ حصار سے سمرقند کی جانب روانہ ہوئے۔ سمرقند پہنچنے کے بعد محلہ والنسر میں اترے جو دلپسند اور بہت سرسبز مقام ہے۔ آپ نے حضرت احرار کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے نئے کپڑے پہنے۔ محلہ والنسر اور حضرت خواجہ کی جائے سکونت محلہ کنسر کے درمیان تین کوس کا فاصلہ ہے۔ اتفاقاً حضرت خواجہ پر ظاہر ہوا کہ مولانا زاہد کمالات و مقامات عالیات سے موصوف ہیں۔ اس میں ہماری ملاقات کے لئے آتے ہیں۔ آپ کے دل میں گزرا کہ مولانا کے استقبال کے لئے نکلیں۔ ٹھیک دوپہر اور سخت گرمی کا وقت تھا۔ اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا کہ سواری کے اونٹ کو تیار کر کے لاؤ۔ آپ اس پر سوار ہو گئے۔ تو تمام مریدین آپ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اور کوئی شخص یہ نہیں جانتا تھا کہ کہاں جا رہے ہیں۔ اس لئے اونٹ کو اس کے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ کہ جس طرف چاہے چلے۔ جب حضرت محلہ والنسر میں پہنچے جہاں مولانا ٹھہرے ہوتے تھے۔ اونٹ خود بخود رک گیا۔ حضرت خواجہ اونٹ سے اترے۔ مولانا کو حضرت خواجہ کے تشریف لانے کی خبر ہوئی تو وہ بے اختیار دوڑے آتے، حضرت کا استقبال کیا اور حضرت کے پیروں کو بوسہ دیا۔ حضرت خواجہ مولانا کے ساتھ اسی مقام پر خلوت میں ٹھہرے۔ مولانا نے اپنے واردات معاملات اور مقامات کو حضرت کے سامنے پیش کیا اور بیعت کی خواہش کی۔ حضرت خواجہ نے مولانا کو بیعت کر لیا اور جو کچھ بتلانا تھا بتلا دیا اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی نعمت مولانا کو عطا فرمائی اور اپنی کامل توجہ اور تصرف سے اسی مجلس میں مولانا کو مرتبہ کمال و تکمیل تک پہنچا دیا اور خلافت عطا کر کے رخصت فرمایا اس پر حضرت خواجہ کے بعض اصحاب جو اس وقت وہاں موجود تھے۔ آتش غیرت میں جلنے لگے کہ مولانا محمد زاہد کو حضرت نے پہلی ہی صحبت میں خلافت دے دی۔ حالانکہ ہم برسوں سے حضرت کی خدمت کر رہے ہیں۔ مگر حضرت نے ہمارے حال پر یہ التفات نہیں فرمائی حضرت خواجہ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ مولانا زاہد چراغ، تیل اور بتی تیار کر کے ہمارے پاس آتے تھے۔ ہم نے اس کو روشن کر کے ان کو رخصت کر دیا۔ اس کے بعد حاجی مذکور نے

مجھ سے کہا کہ یہ بات مشہور ہے کہ صاحب رشحات نے دو عالی قدر واقعات کو چھوڑ دیا ہے۔

پہلی بات مولانا محمد زاہد کا انتساب حضرت خواجہ احرار کے ساتھ۔ بطریق مذکورہ بالا کہ اس سے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی کرامت کا اظہار بھی ہوتا ہے اور مولانا محمد زاہد کے درجات کی بلندی کا۔

آفتاب پلٹ آیا

دوسری یہ کہ ایک روز حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کسی راستہ سے تشریف لے جا رہے تھے اور آپ کے حالات اس وقت متلون تھے۔ سکر آپ پر غالب تھا۔ اسی حالت میں آفتاب قریب غروب کے ہو گیا اور کسی ہمراہی کی یہ جرأت نہ ہو سکی کہ حضرت خواجہ سے نماز عصر ادا کرنے کے لئے عرض کرے۔ غروب آفتاب کے بعد حضرت خواجہ کا سکر کم ہوا۔ آپ ہوش میں آئے۔ دیکھا کہ آفتاب غروب ہوا اور عصر کی نماز قضا ہو گئی۔ اس وقت آپ آفتاب سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اے آفتاب ہمارے لئے پھر نکل آ۔ آفتاب اسی وقت نکل آیا۔ اور حضرت نے نماز عصر ادا کی۔ نماز سے فراغت پانے کے بعد آفتاب غروب ہو گیا اور عالم میں تاریکی پھیل گئی۔

واضح ہو کہ صاحب رشحات نے حضرت خواجہ احرار کے تمام مریدوں اور خلفاء کے ذکر کا التزام نہیں فرمایا۔ بلکہ آپ کے اصحاب کے ذکر میں ایک مقصد اور فصل جدا مقرر نہیں کی۔ فرماتے ہیں کہ تیسری فصل حضرت قدس سرہ کی اولاد اور انکی اصحاب کی ان کرامتوں اور مقامات کے بیان میں ہے جو لوگوں نے اپنی چشم دید بیان کی ہیں معہ مختصر حالات راوی بلکہ دوسرے بزرگوں کے مریدوں کے ذکر کا بھی التزام نہیں فرمایا ہے۔ مقصود بالذات رشحات کا یہ ہے کہ جن لوگوں نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو دیکھا ہے اور حضرت کے کسی ارشاد کو اور آپ کی کسی کرامت کو نقل کیا ہے ان کو نام بنام کتاب میں ذکر کر دیا ہے۔ نیز ان لوگوں کا تذکرہ جن کی خود حضرت خواجہ نے اپنے ہمعصر بزرگوں میں سے تعریف کی ہو۔ رشحات کی بنا حضرت خواجہ کے احوال واقوال پر ہے۔ حالانکہ مصنف علیہ الرحمۃ کی علیحدگی کے بعد بھی حضرت خواجہ قدس سرہٗ ایک مدت تک زندہ رہے اور کتاب رشحات کے مسودے حضرت

خواجہ کی حیات میں آپ کی صحبت کے زمانہ میں تیار کئے گئے تھے اور سولہ برس کے بعد وہ صاف کئے گئے۔ بہت سی باتیں نسیان کی وجہ سے سپرد قلم نہ کی جاسکیں اور چونکہ مولانا محمد زاہد علیہ الرحمۃ کی حاضری حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں بہت تھوڑی دیر کے لئے ہوئی تھی اور وہ بھی اس زمانہ میں جب مصنف رشحات علیہ الرحمۃ وہاں موجود نہ تھے۔ اس لئے ان کو جناب خواجہ سے جناب مولانا کی کرامات اور اشرافات کا اتفاق نہ ہوسکا۔ بلکہ ان کی مولانا سے ملاقات بھی نہ ہوسکی۔ اور نہ ان کو مولانا کی حضرت خواجہ سے ملاقات کی خبر مل سکی۔ اس لئے ان پر مولانا کا ذکر ترک کرنے سے کوئی قصور عاید نہیں ہوتا ہے۔

چنانچہ انہوں نے رشحات کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ جب الطاف الٰہی کی برکتوں اور اس کی لا محدود مہربانیوں سے آخر ماہ ذیقعد ۸۸۹ ہجری میں فقیر کو حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے آستانہ عالیہ کے بوسہ دینے کا اتفاق ہوا پھر دوبارہ ابتداء ربیع الآخر ۸۹۳ ہجری میں اس آستانہ پاک کے خدام کی پابوسی کا شرف نصیب ہوا تو آپ کے فیضان اور افادہ کی مجلسوں اور محفلوں میں حضرات خواجگان نقشبندیہ علیہ الرحمۃ کے بعض فضائل، شمائل، مناقب اور حالات جاننے کا شرف حاصل ہوا کیونکہ اکثر بیان میں آتے رہتے ہیں۔ انہی حالات کو میں نے تحریر کی لڑی میں پرونا شروع کیا۔ پھر حوادث زمانہ کے اثرات اور طرح طرح کی دباؤں کے پیش آنے کی وجہ سے اس کعبۂ عزت اور اقبال کے قرب سے محروم رہا۔ ایک مدت کے بعد مجھے یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ ان انفاس متبرکہ سے جو ارشادات زمانہ سعادت فرجام میں سنے تھے۔ ایک جگہ جمع کردوں۔ مگر اس کی توفیق نہ ہوسکی۔ یہاں تک کہ سولہ سال گزر گئے ۹۰۹ ہجری میں از سرِ نو یہ ارادہ تازہ ہوا۔ اور ان حالات کے جمع کرنے اور ترتیب دینے کے لئے طبیعت آمادہ ہوئی اور کام کا آغاز ہوا۔[1]

کرامت: جب حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو سلطان محمود میرزا کی بابت یہ خبر پہنچی کہ اس نے اپنے بھائی سلطان احمد میرزا سے جنگ کرنے کی غرض سے محاصرۂ سمرقند کا ارادہ کیا ہے۔ تو آپ نے میرزا سلطان محمود کو یہ رقعہ تحریر فرمایا:۔

---

[1] رشحات: صـ۲، صـ۳۔

رقعہ: اس عرضداشت کے ذریعے یہ فقیر حضرت مخدوم زادہ کے ملازمین کی خدمت میں ظاہر کرتا ہے کہ اکابر ادلیا۔ اللہ نے شہر سمرقند کو بلدہ محفوظہ کے نام سے یاد فرمایا ہے لہذا آپ کا فتح سمرقند کا ارادہ کرنا مناسب نہیں ہے اور جب خدائے پاک نے اس کا حکم نہیں دیا نہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں کوئی ایسی ہدایت وارد ہوئی۔ تو پھر آپ کا اپنے بھائی پر تلوار اٹھانا کس حد تک مناسب ہے۔ یہ فقیر آپ کی خیرخواہی میں کئی مرتبہ آپ کی خدمت میں عرض کرچکا ہے مگر قبولیت کی حد تک نہیں پہنچا لوگوں کی باتوں میں آکر آپ کا اس ملک کے فتح کرنے کا قصد کرنا اور اس فقیر کے معروضہ کو قبول نہ کرنا ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ میں نے آپ کی خدمت میں خیرخواہی کی عرض کی۔ لوگ جو کچھ کہتے ہیں محض اپنی نفسانیت سے۔ معلوم ہے سمرقند میں بہت سے بزرگان دین، فقرآ و مساکین ہیں۔ انھیں اور زیادہ تنگ کرنا مناسب نہیں ہے ایسا نہ ہو کہ کسی کے دل کو صدمہ پہنچے اور دردمند دل کی آہ جو کچھ کرسکتی ہے وہ آپ کو بخوبی معلوم ہے خدا کے نیک بندوں اور عام طور سے سب مسلمانوں کے دلوں کو اس سے تکلیف ہوگی آپ اس ارادہ سے باز آئیں اور ڈریں۔ فقیر کی اس بات کو جو بے غرض اور محض للّٰہیت کی وجہ سے ہے مان لیں اور دونوں بھائی آپس میں اتفاق کرکے ایک دوسرے کی مدد کریں۔ تاکہ خدائے تعالیٰ راضی رہے۔ پھر ایک دل اور متفق ہو کر ان کاموں کو جو ادھورے پڑے ہیں پورا کرو۔ دنیا میں اللہ تعالےٰ کے ایسے بندے بھی ہیں جن پر وہ اپنی بہت کچھ عنایت رکھتا ہے۔ ان کی جفا اور لڑائی کے ارادہ کو اپنے ساتھ جنگ کا ارادہ اور ظلم کرنا فرماتا ہے چنانچہ صحاح کی حدیث میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔

بہ پیش چشم چو خاکسترم میا گستاخ — کہ ہست در تگ او آتشے و دریائے

ترجمہ: لوگوں کی نظر میں اگرچہ میں خاک کی مانند ہوں لیکن تو ارادۂ گستاخی کو دور رکھ کہ اس راکھ کے نیچے آگ اور پانی کا ایک دریا موجود ہے۔ خط ختم ہوا

حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے امیر مزید سے جو سلطان محمود کے دربار کا امیر کبیر تھا کہلا بھیجا۔ کہ جنگ اور مخالفت کے طریقہ سے باز آؤ۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ہزاروں آدمی عبدالخالق رح

کے ایک خادم سے مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں اور اگر کریں گے تو مغلوب ہوں گے۔ خاندان نقشبندیہ کا خانوادہ بڑا صاحب تصرف ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے دلی ارادہ کے مطابق کر دیتا ہے اور خانوادۂ مذکور اور کسی کا مطیع نہیں ہے۔

میرزا سلطان محمود باوجود اس نامہ و پیام کے اپنے ارادہ سے باز نہ آیا اور سمرقند کے محاصرہ کے لئے متوجہ اور فوج بے کراں اور بے شمار لشکر ہمراہ لے کر روانہ ہوا۔ علاوہ چغتائی فوج کے چار ہزار ترک ہمرکاب تھے۔ بیچارہ میرزا سلطان احمد مقابلہ کی تاب نہ لا سکا اور فرار کا ارادہ کیا۔ حضرت خواجہ کی خدمت میں بے قرار اور مضطرب ہو کر حاضر ہوا اور بھاگ جانے کی اجازت چاہی۔ آپ اس وقت شہر کے مدرسہ میں تھے۔ فرمایا کہ اگر تم بھاگو گے تو سب شہر والے قید ہو جائیں گے۔ پس تم ٹھہرو اور اپنے دل کو مضبوط کر دمیں تمہارا کفیل و ذمہ دار ہوتا ہوں۔ بعدہٗ آپ نے مرزا سلطان احمد کو مدرسہ کے ایک حجرہ میں جس کا ایک ہی دروازہ تھا لے جا کر بٹھا دیا اور خود اس حجرہ کی دہلیز پر تشریف فرما رہے اور حکم دیا کہ ایک سانڈنی ہر دم تیار رہے اس پر کجاوہ بندھا رہے اور چند روز کا توشہ اس میں رکھا ہو چنانچہ سانڈنی تیار کر کے سلطان احمد کے حجرہ کے روبرو حاضر کیا گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر مرزا سلطان محمود سمرقند کو فتح کر لے اور جس دروازے پر جنگ ہو رہی ہے وہ اس میں داخل ہو جائے تو تم اس اونٹنی پر سوار ہو کر اپنے خاص لوگوں کے ساتھ دوسرے دروازہ سے نکل جانا آپ نے اس طرح سے میرزا سلطان احمد کو تسکین دی۔

اس کے بعد آپ نے مولانا سید حسن اور مولانا سید قاسم، میر عبدالاول اور مولانا جعفر قدس اللہ اسرارہم کو جو آپ کے بڑے بڑے مرید تھے طلب کر کے حکم دیا کہ جلد جاؤ اور اس کے دروازے پر جہاں کہ سلطان محمود مصروف جنگ ہے، ٹھہرو اور خدا کی طرف مشغول ہو جاؤ۔ جب وہ بھاگ جائے تو تم ہمارے پاس آؤ اور اگر بالفرض اس کا لشکر شکست نہ کھائے تو ہمارے پاس تمہارے لئے راستہ نہیں ہے وہ چاروں بزرگ اس دروازے کے برج پر چڑھے اور مراقبہ میں مشغول ہو گئے۔

وہ کہتے ہیں کہ ہم مراقبہ میں اپنے آپ کو نہیں پاتے تھے جو کچھ تھے حضرت خواجہ

ہی ستھے اور ایسا نظر آتا تھا کہ تمام عالم پر حضرت خواجہ کا وجود چھایا ہوا ہے۔ اس اثنا میں مولانا زاہد قدس سرہٗ کو سلطان محمود کے سمرقند پر حملہ کرنے اور حضرت خواجہ کے خط کو قبول نہ کرنے اور اپنے بھائی سلطان احمد سے جنگ کرنے کی خبر ملی تو مولانا پر اس خبر کے سننے سے غیرت طاری ہوئی اور اس کی ہزیمت کے لئے آپ متوجہ ہوئے۔ اثنائے مشغولی میں مولانا پر ظاہر ہوگیا کہ حضرت خواجہ کی تیغ باطن نے میرزا سلطان محمود کو مقہور اور مغلوب کر دیا اور شکست دے دی۔ مولانا سے یہ مشاہدہ بے اختیار ظاہر ہوگیا اور رفتہ رفتہ اس کی خبر حاکم وخش کو جو سلطان محمود کا دوست تھا پہنچی۔ وہ یہ سن کر مولانا پر بے حد بگڑا اور بے حد عتاب کیا ایک خط میں مولانا کی شکایت لکھ کر سلطان محمود کے پاس روانہ کی۔ تقدیر سے قاصد کا اس خط کو لے کر پہنچنا اور میرزا سلطان محمود کا شکست کھانا ایک ہی وقت میں واقع ہوا۔

کہتے ہیں کہ میرزا سلطان محمود اور میرزا سلطان احمد کی فوجوں میں صبح سے دوپہر تک جنگ ترقی پر رہی اور قریب تھا کہ سلطان محمود کا لشکر غالب ہو جائے جب کہ سلطان احمد کی فوج بھی گھبرائی ہوئی تھی۔ ناگاہ قپچاق کی طرف سے ہولناک آندھی اٹھی اور اس میں سلطان محمود کا لشکر گاہ اس طرح سے پھنس گیا کہ کسی شخص کو آنکھ کھولنے کی مجال نہ رہی۔ اس آندھی نے گھوڑوں اور آدمیوں کو اٹھا کر پھینک دیا۔ پیادوں اور سواروں کو زمین پر ٹپک دیا۔ خیموں، سراپردوں اور شامیانوں کو اکھاڑ کر اوپر لے گئی۔ اور پھر زمین پر پھینک دیا۔ الحاصل ایک طوفان عظیم برپا ہوا اور قیامت قائم ہوگئی۔

اس حالت میں سلطان محمود امیروں اور ترکوں کی ایک جماعت کے ساتھ بلند دیوار کے پشتہ کے نیچے ایک بڑے تالاب کے کنارے کھڑا ہوا تھا کہ زمین تڑخی اور اس کا ایک بہت بڑا ٹکڑا اچھلا۔ اس تالاب کا کنارہ ٹوٹ کر گرا جس سے ایک نہایت مہیب آواز پیدا ہوئی اور قریب چار سو سواروں اور گھوڑوں کے جو اس کی آڑ میں کھڑے تھے۔ دب کر ہلاک ہوگئے اور ادھر اس کی آواز کی دہشت سے ترکوں کے گھوڑے بھڑک کر جنگل کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ آراستہ لشکر میں یک بارگی پھوٹ پڑ گئی بھوئی

چھوٹی ٹکڑیوں میں بٹ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ سلطان محمود اور لشکریوں اور اس کے تمام وزیروں پر خوف اور دہشت چھا گئی اس نے معہ تمام امراکے ذلت وخواری سے گھوڑوں کو آگے بڑھایا جتنی جلدی ہوسکا شہر سے بھاگ گیا اور میرزا سلطان احمد کا لشکر اور شہر کے لوگ ان کے پیچھے روانہ ہوئے اور تقریباً پانچ کوس تک ان کا تعاقب کیا۔ گھوڑے اور قیدی پکڑ لائے۔ اور بہت کچھ سامان غنیمت اور ہتھیار لوٹ لائے۔ اس وقت حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے کلام کا اثر اور حضرت کے چاروں مریدوں کی قوت مراقبہ اور مولانا محمد زاہد کے کشف کی سچائی پوری طرح سے ظاہر ہو گئی۔

حضرت مولانا قدس سرہٗ کی وفات بتاریخ غرۃ ربیع الاول ۹۳۶ ہجری موضع وخش میں واقع ہوئی۔ وہیں آپ کا مزار پرانوار ہے۔ جس کی لوگ زیارت کرکے برکت حاصل کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کے فرزندان کامل ومکمل اور صاحب کمال وتکمیل حد سے زیادہ ہیں۔ جن کی گنتی اور شمار کرنا اس کتاب میں ناممکن ہے۔ ان کے مختصر حالات رشحات کی فصل سوم میں مذکور ہیں۔ جس میں حضرت کی اولاد اور اصحاب کاملین کے کرامات اور مقامات کا خود ان سے مشاہدہ کرکے بیان کیا گیا ہے۔ اور ہر نقل کے دوران میں ناقل کا مجملاً حال بھی ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت مولانا درویش محمد قدس سرہٗ

آپ کو اپنے ماموں مولانا محمد زاہد قدس سرہٗ سے خلافت ہے اس دار فانی سے ان کے انتقال فرمانے کے بعد آپ ان کے مستقل نائب ہوئے۔ آپ بڑے پرہیزگار اور متقی تھے۔ عزیمت اور احتیاط پر عمل فرماتے تھے آپ کی نسبت انتہائی صحیح اور محفوظ تھی۔ اپنے وقت کے مرجع طالبان تھے۔ کرامات ظاہر اور تصرفات روشن رکھتے تھے۔ طریق گمنامی، حالات کے چھپانے کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ اپنے حالات کو خفیہ رکھنے کی خاطر بچوں کو قرآن شریف کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ اس طائفہ عالیہ کے بزرگوں نے علم ظاہری کے پڑھنے پڑھانے کے مشغلہ کو باطن کی پوشیدگی کے لئے بہترین پردہ قرار دیا ہے آپ اپنی عمر اسی پردہ میں چھپاتے رہتے تھے کہ کسی کو آپ کے حال اور کمال سے آگاہی نہ ہونے پاتے۔

ایک روز اتفاقاً ایک ترک درویش کا آپ کے شہر میں سے گزر ہوا اس نے کہا کہ یہاں سے ایک مرد خدا کی بو آتی ہے اور مولانا درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کیا۔

حضرت مولانا خواجگی امکنگی فرزند عزیز مولانا درویش محمد قدس سرہ سے مروی ہے کہ ہمارے والد بزرگوار کی شہرت کا سبب یہ ہوا کہ ایک روز آپ کے روبرو ایک درویش نے شیخ نور الدین خوانی قدس سرہ جو شیخ حاجی میتو شانی قدس سرہٗ کے اکمل خلیفہ تھے، کے کمالات کا ذکر کیا۔ انہوں نے میری طرف کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے فرزند یہ شیخ بہت بزرگ معلوم ہوتے ہیں۔ ان حدود سے گزر ہو گا تو میں بھی ان کی صحبت شریف میں پہنچوں گا۔ چنانچہ آپ کے اس ارشاد سے چند روز کے بعد شیخ نور الدین مذکور امکنہ تشریف لائے۔ ہمارے والد علیہ رحمۃ نے جب شیخ کے آنے کی خبر سنی تو فرمایا کہ آج دہی اور ملائی زیادہ تیار کرو۔ کل انشاء اللہ ہم شیخ کی ملاقات کے لئے جائیں گے

اسی طرح کیا گیا آپ صبح کے وقت انہیں کپڑوں کے ساتھ جو آپ کے بدن پر تھے۔ اٹھے اور ان کے لئے تیار کرائی ہوئی چیزوں کو ساتھ لے کر شیخ کی ملاقات کے لئے روانہ ہوئے۔ میں بھی اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو اس وقت جناب شیخ ٹوپی اور کرتہ پہنے، بے تکلف بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے والد ماجد کو دیکھتے ہی وہ اٹھے اور سخت معانقہ کیا۔ بڑی دیر تک بغل گیر رہے پھر اپنی دستار و جبّہ منگوا کر پہنا اور ادب کے ساتھ دو زانو مراقب ہو کر بیٹھ گئے۔ میرے والد ماجد ان کے مراقب رہنے تک بیٹھے رہے پھر والد صاحب لے جانے کی اجازت چاہی۔ شیخ نے چند قدم چل کر والد صاحب کو رخصت کیا۔ اس کے بعد شیخ مذکور مراقب رہے اور لوگوں سے پوچھا کہ طالبان طریقت کی ان بزرگ کے پاس بڑی آمد و رفت ہوگی، لوگوں نے کہا کہ یہ تو کوئی شیخ نہیں ہیں بلکہ ایک ملّا ہیں اور لڑکوں کو تعلیم قرآن دینے میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ سن کر شیخ نور الدین مذکور نے فرمایا سبحان اللہ! یہاں کے لوگ عجیب نابینا اور مردہ دل ہیں ایسے درویش کامل و مکمل سے فائدہ و فیض حاصل نہیں کرتے۔

جب شیخ کا یہ کلام مشہور ہوا تو ہر طرف سے طالبان طریقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے اور کمالات کی تحصیل کرنے لگے۔ مگر آپ ہمیشہ اپنی گوشہ نشینی اور پوشیدگی کی لذت کو یاد کیا کرتے تھے۔ اور مخلوق خدا کی زیادہ آمد و رفت سے دل تنگ ہوتے تھے۔

کرامت: بعض معتبر لوگوں سے سنا گیا ہے کہ شیخ حسین خوارزمی قدس سرہٗ اپنے زمانہ کے مقتدا تھے۔ جہاں کہیں وہ تشریف لے جاتے وہاں کے مشائخ کی ان کے تصرفات کے سامنے کوئی ہستی نہ رہتی تھی۔ جو درویش آپ سے ملاقات کرتا، آپ اس کی نسبت سلب کر لیتے تھے۔ جب مولانا درویش محمد کے علاقہ سے ان کا گزر ہوا۔ تو وہاں کے مشائخ ان کی ملاقات کے لئے گئے۔ مولانا نے فرمایا کہ ہم کو بھی شیخ حسین کی ملاقات کے لئے چلنا چاہیے۔ یہ فرما کر مولانا نے شیخ مذکور کی نسبت اپنے باطن میں سلب فرمائی۔ ادھر شیخ حسین قدس سرہٗ اپنے آپ کو نسبت سے خالی پا کر حیران اور پریشان ہوئے۔ بے چین و بے ہمت ہو گئے جب حضرت مولانا شیخ کی ملاقات کے لئے سوار ہوتے

تو اس وقت حضرت شیخ نے اپنی نسبت کی بو پائی جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی بو پائی تھی جب کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا قمیص مصر سے روانہ ہوا تھا۔ شیخ اونٹ پر سوار ہوئے اور اپنی نسبت کی طرف روانہ ہوئے۔ جس قدر شیخ مولانا سے قریب ہوتے جاتے تھے۔ اسی قدر اپنی نسبت کو زیادہ محسوس کرتے تھے۔ جب اثنائے راہ میں باہم ملاقات ہوئی تو خوشبو بھی ختم ہو گئی اور اسی وقت شیخ نے جانا کہ میری نسبت کو مولانا نے اپنے تصرف سے سلب کر لیا تھا پس شیخ نے نہایت انکساری اور بے حد تواضع کی، بڑی عاجزی اور مسکینی سے عرض کیا کہ مجھے علم نہیں تھا کہ اس ملک کا تعلق آپ سے ہے۔ اب میں واپس چلا جاتا ہوں۔ مولانا کو شیخ کے اس عجز و انکساری، اظہار نیازمندی اور گریہ و زاری پر رحم گیا۔ اور اسی وقت شیخ کی نسبت کو واپس کر دیا چنانچہ شیخ نے اسی وقت اپنے آپ کو نسبت سے معمور پایا۔ اسے غنیمت سمجھ کر اسی سواری پر اپنے وطن کو واپس چلے گئے اور اپنی قیام گاہ پر بھی نہ گئے۔

حضرت مولانا درویش محمد کی تاریخ وفات ۱۹ محرم الحرام ۹۷۰ ہجری میں بروز پنجشنبہ ہے[1]۔ مزار شریف قریہ استفرار میں ہے جو شہر سبز کا مشہور موضع ہے۔ آپ کے مزار شریف کی لوگ زیارت کرتے ہیں اور تبرک حاصل کرتے ہیں۔

---

[1] حضرات القدس کے اصل میں تاریخ وفات درج نہیں ہے۔

حضرت مولانا خواجگی قدس سرہ

آپ کا طریقت میں انتساب اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا درویش محمد قدس سرہٗ سے ہے۔
انہیں سے اس راستہ کے کمالات آپ نے حاصل فرمائے اور مرتبہ تکمیل و ارشاد کو
پہنچے اور تیس برس تک اپنے والد کے مسند مشیخیت پر جلوہ افروز رہے۔ آنے
جانے والے مہمانوں کی خدمت آپ خود بنفسِ نفیس کیا کرتے تھے۔ حالانکہ بڑھاپے
کی وجہ سے آپ کے ہاتھ مبارک کانپتے تھے خود مہمانوں کے پاس دستر خوان بچھاتے
تھے اور اکثر ایسا بھی ہوتا کہ مہمانوں کی سواری، گھوڑے، سامان اور نوکروں چاکروں کی
بھی خود ہی خبرگیری فرماتے۔ آپ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ کے اصل طریقہ کی پابندی
کرتے تھے اور اس طریقہ میں نئی پیدا شدہ باتوں سے مثلاً سحری کے وقت بلند آواز سے استغفار
کرنا، اور تہجد کی نماز باجماعت ادا کرنا جیسے وہیدیاں کرتے تھے۔ آپ اس سے پرہیز
کرتے تھے۔ آپ کے وقت میں طالبانِ طریقت کا زیادہ رجوع آپ ہی کی طرف تھا علماء
فضلاء، امراء اور فقراء اور برکات و فیض حاصل کرنے کے لئے آپکی خدمت میں جوق در جوق
دوڑے چلے آتے تھے۔ آپ کے خوارق و کرامات آفتاب سے زیادہ روشن ہیں۔ طالبوں
کی جماعتیں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتیں، دلوں کے خطرات پر آگاہی، بصیرت کے
انجلا اور طالبوں کے بطون میں تصرف کرنے میں آپ بڑا کمال رکھتے تھے۔ ظاہر
میں بھی شان عظیم اور دولت آپ کو حاصل تھی۔ ملوک اور سلاطین آپ کے آستانہ کی
خاک کو سرمۂ چشم بناتے تھے۔ اور آپ کے حکم کے مطیع و فرمانبردار رہتے تھے۔

کرامت: عبداللہ خاں والئے توران نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان خیمہ
قائم ہے اور اس میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ ایک
بزرگ بارگاہ کے دروازہ پر عصا لئے ہوئے کھڑے ہیں۔ مخلوق کی گزارشات اور درخواستیں
آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیہ کی حضور میں پیش کر رہے ہیں اور ان کا جواب آپ کے

پاس سے لاکر دیتے ہیں۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک تلوار ان کے ہاتھ بھیجی اور انہوں نے اس تلوار کو میری کمر میں باندھ دیا، میرے حال پر بڑی مہربانی اور الطاف فرماتے۔ اس کے بعد بادشاہ کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے اس بزرگ کے حلیہ کو ذہن میں محفوظ رکھا۔ اور اس بزرگ کی تلاش اور جستجو میں مصروف رہا۔ حتی الوسع وہ اپنے مقربوں اور درباریوں سے اس بزرگ کا حلیہ بیان کر کے ان کے متعلق دریافت کرتا رہا، مگر کچھ پتہ نہ چلتا یہاں تک کہ ایک روز بادشاہ کا ایک درباری مولانا خواجگی قدس سرہٗ کی خدمت میں ۔ اس نے وہاں سے جا کر بادشاہ سے عرض کیا کہ اس حلیہ کے بزرگ جن کو آپ نے بیان فرمایا۔ حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہٗ ہیں۔ بادشاہ اس خبر کو سن کر بہت خوش ہوا۔ آپ کا نام، مقام، عادات واطوار تفصیل کے ساتھ دریافت کئے۔ اس نے سب باتوں کے پورے پورے جواب دیئے۔ پھر بادشاہ نے حضرت قدس سرہٗ کے ملک کا ارادہ کیا۔ اور اس مخزن اسرار کے دیدار فیض انوار سے مشرف ہوا۔ تو دیکھا کہ آپ کا حلیہ بعینہٖ وہی ہے جو خواب میں دیکھا تھا بادشاہ نے نہایت، تواضع اور انکساری کا اظہار کیا اور نذرانہ قبول کرنے کے لئے التماس کی۔ مولانا نے نذرانہ قبول نہ فرمایا اور فرمایا کی شیرینی، فقر نامرادی اور قناعت میں ہے بادشاہ نے کہا کہ بموجب مضمون آیہ شریفہ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی اور حاکموں کی، عمل فرمایئے اور جو کچھ میں حضرت کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ یہ قبول فرمایئے۔ یہ سن کر آپ نے وہ تحائف اور نذرانے مجبوراً قبول فرما لیے۔ اس کے بعد خان مذکور روزانہ صبح کے وقت نہایت نیازمندی اور انکساری کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔

تصرف سنا گیا ہے کہ پیر محمد خاں نے پچاس ہزار سواروں کے ساتھ باقی محمد خاں پر جس کے پاس کل چار ہزار پیادے اور سوار تھے حملہ کیا۔ باقی محمد خاں نے حضرت مولانا خواجگی قدس سرہٗ سے امداد کے لئے عرض کیا آپ خود پیر محمد خاں کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو نصیحت فرمائی کہ تو اس ارادے سے باز آ۔ مسلمانوں کو آپس میں جنگ

کرنا ناجائز ہے۔ چونکہ فوج اور خزانہ کا اس کے دماغ میں غرور بھرا ہوا تھا۔ اس نے حضرت کے ارشاد کو قبول نہ کیا۔ آپ غضبناک حالت میں واپس آگئے اور باقی محمد خاں سے فرمایا کہ اے فرزند! فوج کی کمی کا کوئی خیال نہ کرو۔ بہادر شیر کی طرح دشمن پر حملہ کر دو۔ ملک ماوراءالنہر کی سلطنت تجھ کو مبارک ہو۔ یہ فرما کر دست شفقت اس کی پشت پر رکھا اور اپنی روئی مبارک اس کی کمر میں باندھ دی۔ باقی محمد خاں آپ سے دعا لے کر روانہ ہوا۔ اور جناب مولانا اس کے جاتے ہی درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ روانہ ہوئے اور شہر کے کنارہ ایک پرانی مسجد میں قبلہ رُو مراقب اور متوجہ ہو کر بیٹھے۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر پوچھتے تھے کہ کیا خبر ہے۔ اس اثنا میں یہ خبر آئی کہ باقی محمد خاں نے فتح پائی اور پیر محمد خاں مارا گیا۔ اس وقت جناب مولانا مراقبہ سے اٹھے اور اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے۔

کرامت: ایک درویش مولانا کے مریدوں سے بیان کرتے ہیں کہ ایک رات حضرت مولانا کہیں تشریف لے جا رہے تھے اور میں بھی بہت سے خادموں کے ساتھ حضرت قدس سرہٗ کے ساتھ جا رہا تھا اور میں ننگے پاؤں تھا۔ میرے پاؤں میں ایک کانٹا چبھا۔ جس کی تکلیف سے میں بے قرار ہوگیا۔ مجھے خیال آیا کہ اگر حضرت مجھے جوتا عنایت فرماتے تو کیا اچھا ہوتا۔ حضرت مولانا قدس سرہٗ اس خیال سے آگاہ ہو گئے۔ اور فرمایا کہ اے برادر جب تک پیر میں کانٹا نہیں چبھتا پھول ہاتھ میں نہیں آتا۔

تین طالب علم

حضرت مولانا قدس سرہٗ کے بڑے بڑے مریدوں سے سنا گیا ہے کہ تین طالب علم جیسے کہ ان کی عادت ہوتی ہے مختلف ارادوں کے ساتھ حضرت مولانا کی خدمت میں آئے۔ ایک نے نیت کی کہ اگر فلاں قسم کا کھانا کھلائیں تو بے شک آپ صاحب کرامت ہیں۔ دوسرے نے کہا کہ اگر فلاں قسم کا میوہ مجھے عطا کریں تو آپ صاحب عظمت ہیں۔ تیسرے نے کہا کہ اگر فلاں حسین لڑکے کو مجلس میں حاضر کریں تو صاحب کرامت ہیں۔ مولانا نے پہلے دونوں طالب علموں کو ان کے خیال کے مطابق کھانا اور میوہ عطا کیا۔ اور تیسرے سے فرمایا کہ درویشوں نے جو کچھ حالات اور کمالات حاصل کئے ہیں وہ صاحب شریعت علیہ السلام کی اتباع سے

پلتے ہیں۔ لہذا درویشوں سے کوئی کام خلاف شریعت صادر نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد تینوں طالب علموں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ امر مباح کی نیت سے بھی اس جماعت کے پاس نہیں آنا چاہیے۔ بسا اوقات درویش ان کاموں کی طرف بھی متوجہ نہیں ہوتے ہیں۔ اور آنے والے آدمی بداعتقادی کا شکار ہو جاتے ہیں اور فقراء کی صحبت کی برکات سے محروم کر دیئے جاتے ہیں۔ جماعت فقراء کے نزدیک کرامت کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس قوم کے پاس محض اللہ کے لئے آنا چاہئے تاکہ ان سے فیض باطنی کا کچھ حصہ مل سکے۔

کرامت: جناب مولانا قدس سرہٗ نے اپنی وفات سے کچھ دن پہلے ایک خط ہمارے حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ کو جو حضرت مولانا کے خلیفہ اکمل تھے، لکھا تھا جس میں آپ نے بعد اظہار اشفاق و اشتیاق یہ دو شعر لکھے تھے ؎

زماں تا زماں مرگ یاد آیدم | ندانم کنوں تاچہ پیش آیدم
جدائی مبادا مرا از خدا! | دگر ہرچہ پیش آیدم شایدم

ترجمہ: مجھے ہر گھڑی موت یاد آتی ہے نہیں معلوم کہ اب کیا بات پیش آئے۔ مجھے ہر دم وصل خدا رہے اور جو کچھ پیش آنا ہے پیش آئے۔

اس خط کے پہنچنے کے بعد ہی حضرت مولانا خواجگی قدس سرہٗ کی وفات کی خبر حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ کو پہنچی۔ آپ کی عمر شریف نوے برس کے قریب ہوئی۔ آپ ۱۰۰۸ ہجری میں رحلت فرما ہوئے۔ آپ کا مولد و مرقد قریہ امکنہ ہے جو اطراف سمرقند میں ایک گاؤں ہے آپ کے مزار مبارک کی زیارت کی جاتی ہے اور اس سے فیض حاصل کیا جاتا ہے۔

حضرت خواجہ محمد باقی قدس اللہ سرہ العزیز

اس طریقہ شریفہ میں آپ کا انتساب حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہ سے ہے اس کے باوجود آپ اویسی المشرب بھی تھے اور آپ کی تربیت حضرت خواجہ بہاء الحق والدین خواجہ نقش بند قدس اللہ سرہ العزیز کی روحانیت سے تھی۔

قولہ آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ایک بزرگ کی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا کہ مجھ پر ایک تجلی پڑی اور میں اپنے آپ سے بھلا دیا گیا اور حضرت خواجہ بزرگ بہاء الحق والملت والدین کی روحانیت متبرکہ کی کشش نے ذکر کی تلقین اور القائے جذبات سے سرفراز فرمایا۔ میں نے دست ہمت کو ہر طرف سے کھینچ لیا اور طلب کا دامن چن کر اہل اللہ کی تلاش میں مصروف ہو گیا اور بزرگان طریقت کی تلاش شروع کی۔

اس کے علاوہ آپ کی تربیت حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کی روح مبارک سے بھی ہوئی ہے۔

قولہ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے شیر مادر تک سے بھی مجھ سے دریغ نہیں فرمایا۔

ہمارے حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہ العزیز نے لکھا ہے

امروز قائم مقام آنحضرات علیہ و نائب مناب اکابر نقشبندیہ قدس سرہٗ اَلْوَاصِلُ اِلٰی نِہَایَۃِ النِّہَایَۃِ، اَلْبَالِغُ اِلٰی اَقْصٰی دَرَجَاتِ الْوَلَایَۃِ، قُطْبُ دَائِرَۃِ دَارِالْخَلَائِقِ، کَاشِفُ اَسْرَارِ اَہْلِ الْحَقَائِقِ، اَلْفَرْدُ الْکَامِلُ فِی الْمَحَبَّۃِ الذَّاتِیَّۃِ اَلْمُحَقِّقُ الْجَامِعُ لِکَمَالَاتِ الْمُحَمَّدِیَّۃِ

اس زمانہ میں اکابر اولیاء اللہ کے قائم مقام اور بزرگان نقشبندیہ کے سجادہ نشین، انتہائی مقامات معرفت تک پہنچے ہوئے، ولایت کے آخری مراتب پر فائز دار الخلائق کے دائرہ کے قطب، اہل حقائق کے رازوں کے کھولنے والے، محبت ذاتیہ میں فرد کامل، کمالات محمدیہ (صلی اللہ علیہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) مُسْتَنَدُ اَھْلِ الْاِرْشَادِ وَالْھِدَایَۃِ، مُرْشِدُ طَرِیْقِ دَرْجِ النِّھَایَۃِ فِی الْبِدَایَۃِ زُبْدَۃُ الْعَارِفِیْنَ قُدْوَۃُ الْمُحَقِّقِیْنَ

و آلہ وسلم) کے جامع محقق، اہل ارشاد و ہدایت کے سہارا، اس طریقہ کے مرشد جس کی ابتداء میں انتہا درج ہوتی ہے عارفوں کا خلاصہ، محققین کے بزرگ۔

بیت

شرح او حیف است با اہلِ جہاں
ہمچو رازِ عشق باید در نہاں
لیک گفتم وصفِ او تا رہ برند
پیش از آں کز فوتِ او حسرت خورند

آپ کے اوصاف کی تفصیل مخلوق پر ظاہر کرنے کے بجائے رازِ عشق کے مانند اسکو مخفی رکھنا بہتر ہے مگر میں آپ کے حالات مخلوق کی رہنمائی کیلئے کچھ بیان کرتا ہوں تاکہ ان کو حسرت باقی نہ رہ جائے

شَیْخُنَا وَاِمَامُنَا وَمَلَاذُنَا وَقِبْلَتُنَا وَاضِحُ الْاَصْلِ وَالْعَارِفُ الْاَکْمَلُ اَلشَّیْخُ مُحَمَّدُ نِ الْبَاقِیْ اَبْقَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَسَلَّمَہٗ۔

ہمارے شیخ اور امام، ہمارے جائے پناہ اور قبلہ، اصل کو واضح کرنے والے سب کامل عارف شیخ محمد باقی اللہ تعالیٰ آپ کو باقی اور سلامت رکھے۔

ابتدائی حالات آپ ابتدائے حال میں تعلیم پانے سے پہلے بغیر اس کے کہ کسی شیخ ظاہر کے حضور میں حاضر ہوں۔ پہلے ہی خواجگان قدس اللہ اسرارہم کی ملاقات سے مشرف ہوئے اور ان کے مقام جذبہ تک پہنچے اور اس میں استہلاک اور اضمحلال یعنی فنا تام حاصل کی اور ایک قسم کی بقا اور شہود اور کثرت میں وحدت پیدا کی۔ آپ کا باطنی نور نہایت النہایت میں جس سے مقام قطبیت متعلق ہے پُر اور منور ہوا۔ چنانچہ اسی نور سے شیخ ظاہر کی اجازت کے بعد وحدت میں کثرت کے شہود کے ساتھ آپ سلوک کے طالبوں کو ارشاد و ہدایت فرماتے تھے۔ آپ نے مقام ارشاد اور تکمیل میں ایک شان عظیم پیدا کی ہے۔ آپ کی ایک صحبت میں طالبوں کو اتنے فوائد حاصل ہوتے تھے جو سال ہا سال کے مجاہدوں اور ریاضتوں سے بھی کسی کو نہ حاصل ہو سکتے۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے بارہ قطبوں کے مقام سے پورا حصہ حاصل فرمایا تھا۔

نیز بطریقہ خاص حضرتِ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے آپ متوجہ مقاماتِ فوق ہوئے اور اس سلوک فوقانی کو حاصل کر کے عام کر دیا اور آپ اس راہ سے اس اسم الٰہی کی طرف متوجہ ہوئے اور اس اسم الٰہی تک پہنچ کر درجات تقویٰ و شہادت اور صدیقیت میں ترقی کر کے اسی راستہ سے غیب ذات تک واصل ہوتے اور نقطۂ نہایت النہایت میں پہنچ کر مستہلک ہوتے اور سعادت عظمیٰ سے مشرف ہوئے۔

ولادت باسعادت حضرت کے والد بزرگوار کا نام قاضی عبدالسلام خلجی سمرقندی قریشی ہے جو عالم با عمل اور صاحب وجد و حال تھے اور کابل میں آکر شادی کی تھی اور حضرت خواجہ کابل ہی میں پیدا ہوئے[1]۔ حضرت خواجہ اپنی والدہ ماجدہ کی طرف سے حضرت شیخ عمر باغستانی تک پہنچتے ہیں۔ وہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کے نانا تھے اور حضرت خواجہ کی نانی صاحبہ خاندان سادات سے تھیں۔ زمانہ بچپن ہی سے آپ پر تجرید و تفرید اور شوق خلوت اور گوشہ نشینی کے آثار غالب تھے اور آپ اس طریقۂ عزیزاں نقش بندیہ کے مطابق مغلوب الحال تھے۔ چنانچہ آپ اکثر گوشۂ تنہائی میں لوگوں سے علیحدہ سر بگریباں مراقب ہو کر تمام دن اللہ کی طرف متوجہ رہتے تھے۔ اور سارا سارا دن اسی عالم مدہوشی میں گزار دیتے تھے اور ہوش میں نہ آتے تھے۔

تعلیم جب آپ عالم شباب کو پہنچے تو حصول علم کی طرف متوجہ ہوئے اور مولانا صادق حلوائی رحمۃ اللہ علیہ سے (جو اکابر علماء سے تھے) پڑھنا شروع کیا۔ اور ان کے ساتھ کابل سے ماوراء النہر تشریف لے گئے۔ تھوڑی مدت میں فطری بلندی کی وجہ سے آپ کو اپنے ہم عصر لوگوں میں ایک امتیازی مقام حاصل ہو گیا اور علمی فضائل کے پورے مراتب کی تکمیل ہو گئی۔

علمی مقام حضرت خواجہ کے علم کی یہ حالت تھی کہ آپ کے احباب مشکل سے مشکل کتاب اور ہر فن کے دقیق سے دقیق سبق کو آپ کے پاس لاتے اور اشکال کا حل دریافت کرتے تو آپ فوراً وضاحت کے ساتھ اس کو سمجھا دیتے۔ علوم مروجہ کی تحصیل سے فراغت کے بعد آپ نے راہ سلوک کی ابتدا فرمائی۔

---

[1] زبدۃ المقامات میں آپ کا سن ولادت ۹۷۱ یا ۹۷۲ ہجری تحریر ہے۔ ۱۲ محمد اشرف

تلاشِ حق حضرت خواجہ زمانہ طالب علمی میں بھی اولیاء وقت کی مجلسوں میں حاضر ہو کر ان سے کمالاتِ باطنی حاصل کرتے تھے۔ اسی زمانہ میں اتفاق سے پاک و ہند میں آپ کا گزر ہوا۔ راہِ حق کی طلب میں سالکوں اور مجذوبوں کی اس درجہ تلاش فرماتے تھے کہ اس سے زیادہ قوتِ بشری متحمل نہیں ہو سکتی۔

لاہور میں برسات کے موسم میں دلدل کا راستہ چلنا بہت مشکل ہے مگر آپ باوجود نزاکت بدنی کے اہل دل کی تلاش میں طویل سفر طے فرماتے رہتے تھے۔ بیابانوں، قبرستانوں، ویرانوں اور باغوں میں خدا تعالیٰ اور اس کے دوستوں کی جستجو میں پھرا کرتے تھے آپ نے بہت سے پاک دل لوگوں سے ملاقات کی اور ان سے فیض پایا۔ ماوراء النہر اور بلخ و بدخشاں کے سفر میں اس سلسلۂ نقشبندیہ کے بزرگوں اور دوسرے سلسلوں کے اولیاء اللہ سے آپ نے ملاقات فرمائی اور ان کے فوائد و برکات سے مستفید ہوئے۔

والدہ کی دعا آپ فرماتے ہیں کہ "اگرچہ ہم نے اتنی ریاضتیں نہیں کیں جس قدر بعض اولیاء اللہ نے کیں ہیں لیکن وہ انتظار اور بے قراری و بے تابی، برداشت کی ہے جو بہت سی ریاضتوں اور سختیوں کو شامل تھی۔ اس زمانہ میں میری والدہ ماجدہ میری بے قراری، بیداری کی کثرت اور ناتوانی و کمزوری کے غلبہ کو دیکھ کر بہت شکستہ دل اور رنجیدہ ہوتی تھیں۔ اور نہایت گریہ و زاری کے ساتھ از روئے عجز و نیاز بارگاہ بے نیاز میں عرض کرتی تھیں کہ خداوندا! میرے اس فرزند کی مراد کو پورا کر دے جس نے تیری طلب میں سب سے اپنا تعلق منقطع کر لیا ہے اور جوانی کی لذت سے ہاتھ دھو لئے ہیں ورنہ مجھے زندہ نہ رکھ۔ کیونکہ میں اس کی ناکامی اور بے آرامی کو دیکھنا برداشت نہیں کر سکتی ہوں۔"

اکثر اوقات رات اور سحر کے درمیان آپ ایسی ہی دعائیں بارگاہِ خداوندی میں کیا کرتی تھیں۔ پس آپ کی اس دعا اور مناجات سے یہ مراتب مجھ کو نصیب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہماری طرف سے بہتر جزا عطا فرماتے۔" آپ کا کلام یہاں ختم ہوا۔

بشارت حضرت خواجہ اسی بشارت سے جو حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہٗ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے متعلق فرمائی تھی کہ "میرا یہ لڑکا سردار ہے۔"

مشرف ہوتے ہیں اور حضرت امام کے ساتھ اس نقطہ میں اسی مناسبت کی وجہ سے استہلاک رکھتے ہیں اور اسی نقطہ میں ایک قسم کی بقا جو قطب مدار کی ماہیت کی بقا ہے اور حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ بھی اسی قسم کی بقا اس مقام میں رکھتے ہیں آپ نے بھی پیدا کی ہے۔

جس راستے سے کہ حضرت خواجہ غیب ذات تک گئے ہیں۔ اس راستہ سے بہت کم اولیاء اللہ واصل ہوتے ہیں۔ دراصل اس مقصد عالی تک پہنچنا بعض اکابر الاکابر کے ساتھ مخصوص ہے۔ خصوصاً جب تک کہ محبوب نہ ہو اس راستہ سے غیب تک نہیں جا سکتا یا محبوب کامل و مکمل نے اس میں تصرف کیا ہو تو وہ بھی واصل ہو سکتا ہے۔ اس کے سوا اس راستہ سے چلنے کی کوئی صورت نہیں۔ ہاں افراد کے راستے سے اس مرتبہ عالی تک واصل ہوتے ہیں[1] یا غیب کے راستہ سے۔ مگر راہِ سلوک سے توجہات کر کے اس مقام تک پہنچنا بہت دشوار ہے بلکہ محال معلوم ہوتا ہے مگر محبوب للمراد کے لئے وصول ہے کیونکہ جذبات کی کششیں اس کو کھینچ کر اس کے مقصد تک پہنچاتی ہیں ع

طُوبٰی لِاَرْبَابِ النَّعِیْمِ نَعِیْمُهَا

(ترجمہ) مبارک ہوں نصیبہ والوں کو ان کی نعمتیں۔

تَمَّ کَلَامُہٗ

خواجہ امکنگی کی خدمت میں جس سفر میں آپ نے مولانا شیر غانی سے ملاقات فرمائی اور وہاں سے سمرقند کی طرف متوجہ ہوتے۔ آپ نے حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کو واقعہ میں یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہٗ کے پاس جاؤ اور خود حضرت خواجگی امکنگی بھی ایک واقعہ میں آپ پر ظاہر ہوئے اور فرمایا کہ "اے فرزند ہماری آنکھیں تمہارے انتظار میں لگی ہوئی ہیں"۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے اس وقت یہ شعر فرمایا ؎

من گزشتم زغم آسودہ کہ ناگاہ زکمین عالم آشوب نگاہے سر راہم بگرفت

(ترجمہ) میں غم کی انتہاء کو پہنچ گیا تھا کہ محبوب نے چھپ کر مجھ پر نظر کی اور میں راہ میں بیٹھ گیا۔

فقیر مؤلف نے حضرت خواجہ محمد صدیق[1] بدخشی قدس سرہٗ سے سنا ہے کہ حضرت خواجہ کو

---

[1] حضرات القدس کے مؤلف نے خواجہ محمد صدیق بدخشی سے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ

دو مشکل مسئلے اس راستہ کے پیش آئے تھے جو کسی طرح حل نہیں ہوتے تھے۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کو آپ نے واقعہ میں فرماتے ہوئے دیکھا کہ جو شخص ان مسئلوں کو حل کردے گا وہی تمہارا پیر ظاہری ہے۔ اس بنا پر آپ جس بزرگ کی خبر سنتے اس کی ملاقات کے لئے جاتے تھے۔ پاک و ہند کے اکثر مشائخ سے اسی وجہ سے ملاقات ہوئی۔ لیکن اس اشکال کا حل کسی ارباب کمال سے نہ ہوسکا۔ اس لئے آپ بلخ اور بخارا کی طرف متوجہ ہوتے اور وہاں تمام بزرگوں سے ملاقات فرمائی۔ جب مولانا شیر غانی سے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی ملاقات ہوئی تو مولانا سے دونوں مسئلے دریافت فرمائے۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ دونوں باتیں انتہا میں حاصل ہوتی ہیں اور ان کے جواب میں آپ نے کچھ لب کشائی نہ فرمائی۔ آخر کار مولانا خواجگی امکنگی کی خدمت میں جب آپ پہنچے تو انہوں نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا کہ آؤ بیعت کریں اور ان دونوں مسائل کو بغیر آپ کے سوال کئے انہوں نے حل کردیا۔ (تم کلامہ)

طلبِ خدا میں سیاحت حضرت خواجہ نے طلب خداوندی جل شانہٗ میں اپنی سیاحت کی تفصیل اس طرح بیان فرمائی ہے کہ:۔

آپ نے گناہوں سے پہلی بیعت توبہ حضرت خواجہ عبید اللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوکر کی لیکن رجوع کا خیال اور ترک کا عزم باطن میں مخفی تھا اور خواجہ کی التماس فاتحہ ظاہر میں مولانا لطف اللہ کے خلفاء سے تھی۔ اور وہ مولانا خواجگی وہیدی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ تھے۔ چونکہ استقامت کی توفیق پیدا نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے دوبارہ حضرت بندگان افتخار شیخ قدس سرہٗ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ حضرت شیخ مذکور سمرقند میں تشریف فرما تھے اور خانوادۂ حضرت خواجہ احمد یسوی قدس سرہٗ کے اکابر سے تھے۔ اگرچہ حضرت میری توبہ کو روا نہیں رکھتے تھے اور فرمایا کہ "تم ابھی جوان ہو" لیکن فقیر کا ارادہ یقینی تھا۔ اس لئے حضرت

۔کے حالات معلوم کئے تھے۔ اس لئے ہوسکتا ہے کہ حیات باقیہ (افضل المطابع دہلی ۱۳۲۳ھ) کے نامعلوم مصنف یہی بدخشی ہوں۔ جن کا تخلص ہدایت تھا۔ لیکن اس وقت ان کا تخلص رُشدی رہا ہوگا۔ جیسا کہ انھوں نے اس رسالہ کے آخر میں ترکیب بند (بطور مرثیہ) میں اختیار کیا ہے۔ ۱۲

(ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب مدظلہٗ)

نے فاتحہ پڑھی اور فرمایا کہ خدا استقامت دے۔ آپ کی فراست صادق آئی اور عزیمت پھر درہم برہم ہوئی اور عجیب خرابی پیش آئی۔ تیسری بار پھر بے تکلف و اختیار کے حضرت امیر عبداللہ بلخی قدس سرہٗ کی خدمت میں توبہ کا جذبہ ظہور کو پہنچا۔ اس دفعہ کی توبہ سے مصافحہ کرتے ہی بڑی دولت نصیب ہوئی۔ امید ہے کہ اس کی برکات قیامت تک باقی رہیں گی۔ الغرض کچھ مدت تک یہ توبہ نگہداشت کی حدود میں رہی مگر اس پر بھی اسم اَلْمُضِلُّ کی تاثیر غالب آگئی۔ آخر کار ہدایت صمدیت سے حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاء الحق والدین قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں توبہ کی صورت پختہ ہوئی اور طریقہ اہل اللہ کی طرف میلان کامل پیدا ہوا۔ اَلْغَرِیْقُ یَتَعَلَّقُ بِکُلِّ حَشِیْشٍ (ڈوبنے والا تنکے کا سہارا ڈھونڈتا ہے) کے مطابق میں ہاتھ پیر مارتا تھا۔ بالآخر ایک مخدوم نے فرمایا کہ "جو ذکر مُعَنْعَنْ (یعنی مسلسل و متصل) آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہنچا ہے وہ فائدہ مند ہوتا ہے"۔ مجھے بھی اسی کی تلاش تھی لہٰذا اسی مخدوم سے ذکر اور مراقبہ کا طریقہ حاصل کیا۔ اور تقریباً دو سال تک اس مخدوم کے ذکر و مراقبہ اور ان کے سلسلہ کے اوراد کی پابندی کی گئی۔

سنا ہوا تھا کہ سالک جب تک چالیس سال کے قریب لَآ اِلٰہَ کے میدان کو طے نہیں کر لیتا اِلَّا اللہ کی منزل تک نہیں پہنچتا، فقیر کی ناتجربہ کاری نے اس بات پر ابھارا کہ چالیس سال ذکر میں گزرنے کو غنیمت خیال کرے اور اسی صورت پر عبادت اور قناعت کئے جائے اگرچہ اس زمانہ میں دوسرے طریقہ کے سلوک طے کرنے کے لئے اشارات غیبیہ ظاہر ہوتے تھے۔ لیکن فقیر اپنے مضبوط قدم کو اپنی جگہ سے نہیں ہٹاتا تھا۔ اور طریقہ نقش بندیہ کے بزرگوں کی زمین کرم میں وَفِیْھَا مَا تَشْتَھِیْہِ الْاَنْفُسُ (اور اس میں وہ چیزیں ہیں جنہیں جی چاہیں) کا بیج بوتا تھا اور امید کرتا تھا کہ انشاء اللہ العزیز آخر کار کسی بزرگ کا دست کرم اس بیج کو مَالَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ (جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کانوں نے سنا) کی نہر سے سیراب کر کے رہے گا۔

آخر کار فقیر کشمیر میں پہنچا اور حضرت شیخ مالالی قدس سرہٗ کی مجلس میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ اور ان کی نگاہ فیض کی برکات سے بہرہ مند ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر اور احسان ہے کہ ان

مقدس نظروں کی برکت سے فتح باب میسر ہوا۔ چونکہ حضرت شیخ مالالی قدس سرہٗ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ آپ نے ان بزرگوں کے آستانہ کی طرف توجہ کرنے والے پر اسی خانوادہ کی کھڑکی سے توجہ فرمائی۔ جب حضرت شیخ دنیا سے جنت کی طرف انتقال فرما گئے تو فقیر پر حضرات خواجگان نقشبندیہ علیہم الرحمۃ کی معہودہ غیبت جلوہ گر ہونے لگی اور ان کی پاکیزہ روحیں خوابوں میں خوش خبریاں اور ہدایات فرماتی رہیں۔ ان بزرگوں کی ان توجہات سے نسبت میں قوت پیدا ہو گئی۔ اور دائرہ غیبت مستحکم ہوا اور راستہ روشن اور صاف ہو گیا اور ایک قسم کی جمعیت حاصل ہو گئی۔ یہاں تک کہ حضرات خواجگان کی عنایت کی کشش سے حقائق پناہ، ارشاد دستگاہ حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچا۔ اور بڑی خواہش اور رغبت سے آپ سے بیعت کی اور آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر مصافحہ کیا اور حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم کا طریقہ حاصل کیا اور حضرت خواجگی امکنگی قدس سرہٗ کی خدمت اور خواجہ نقش بند اور ان کے خلفاء کی ارواح طیبہ کے طفیل سے اس راستہ کے چلنے والوں اور اس درگاہ کے نیاز مندوں سے ہوا۔ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَّاَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اے خدا مجھ کو مسکین بنا کر زندہ رکھ، اور مسکین بنا کر مار، اور مساکین کی جماعت کے ساتھ میرا حشر فرما، اور سلام اس شخص پر ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی، آپ کا ارشاد پاک یہاں ختم ہوا۔[1]

خلافت قدسیہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے بعض اصحاب سے سنا گیا ہے کہ جس زمانہ میں حضرت خواجہ نے مولانا خواجگی کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے سفر کیا اور اتفاقاً ایک منزل پر رہ گیا تو حضرت مولانا امکنگی کو معلوم ہو گیا کہ خواجہ محمد باقی ہمارے پاس آ رہے ہیں۔ مولانا آپ کے استقبال کے لئے نکلے۔ راستہ میں ملاقات ہوئی مولانا نے آپ پر بہت شفقت اور مہربانی فرمائی۔ اور آپ کو اپنی قیام گاہ پر لے گئے اور اپنے مریدوں سے فرمایا کہ خواجہ کے لئے سردی کا انتظام کرو۔ آپ نے عرض کیا کہ میں سردی کا انتظام اپنے ساتھ رکھتا ہوں۔ حضرت مولانا نے فرمایا: ہم پہلے ہی سے جانتے ہیں کہ تم

[1] حیات باقیہ ص۳ تا ص۵ طبع دہلی ۱۳۲۲ھ ۱۲

ہر چیز رکھتے ہو۔ چراغ مہیا کر کے تیل اور بتی تیار کر کے لائے ہو بلکہ روشن کر کے۔ حضرت نے آپ کو تین رات دن تک اپنے پاس رکھا اور اس مدت میں آپ بالکل خلوت میں مشغول رہے۔ جو احوال اور مقامات حضرت خواجہ کو حاصل تھے ان کو آپ نے سنا اور بہت پسند فرمایا اور دوسرے فوائد سے نوازا۔ اس کے بعد خلافت سے مشرف فرمایا اور ہندوستان (پاک و ہند) جانے کی اجازت فرمائی۔ حضرت نے انکسار اور تواضع سے عذر کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ استخارہ کرو۔ استخارہ میں بھی اسی ملک کی ہدایت اور ارشاد کی آپ کو بشارت ملی۔

کہتے ہیں کہ حضرت مولانا خواجگی قدس سرہٗ کے بعض پرانے مریدوں کو جب اس کی خبر ملی کہ حضرت خواجہ کو صرف دو تین دن میں خلافت دے کر پاک و ہند کی اجازت فرمائی گئی ہے تو غیرت سے جلنے لگے۔ حضرت مولانا کو جب اس کی خبر ملی تو فرمایا! اے دوستو! تم نہیں جانتے ہو کہ یہ جوان کام پورا کر کے ہمارے پاس بھیجا گیا ہے۔ اس نے ہمارے پاس صرف اپنے حالات کی تصحیح کی ہے۔ پس جو شخص ایسا تیار ہو کر آئے گا وہ اسی طرح جلدی سے رخصت کیا جائے گا۔ اس سے ملک ہندوستان (پاک و ہند) میں پوری رونق ظاہر ہو گی۔ اور بلند ہمت طالب اس کی مبارک تربیت سے مرتبۂ کمال اور تکمیل کو پہنچیں گے ؎

شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند زیں قند پارسی کہ بہ بنگالہ می رود

معاہدہ جب حضرت خواجہ قدس سرہٗ جناب مولانا خواجگی رحمۃ اللہ علیہ سے رخصت ہو کر پہلی منزل پر اترے تو حضرت مولانا آپ کی تلاش میں اس منزل پر تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھ سے وعدہ کرو کہ اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہیں درجہ قرب عطا فرمائیں تو میری شفاعت کرنا۔ حضرت خواجہ نے تواضع سے عرض کیا کہ یہ خواہش تو اس فقیر کی ہے۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ اچھا دونوں طرف سے یہی معاہدہ ہو جانا چاہیے۔ چنانچہ دونوں طرف سے یہ معاہدہ قرار پا گیا۔ پھر حضرت مولانا امکنگی نے حضرت خواجہ کو رخصت کیا۔ اور خود امکنہ واپس تشریف لے گئے۔

لاہور اور دہلی میں قیام

حضرت خواجہ قدس سرہٗ ہندوستان میں آئے تو ایک سال تک لاہور میں مقیم رہے اکثر علماء اور فضلاء آنجناب کے معتقد اور اس عالی گروہ کے کمالات سے بہرہ ور ہوتے۔ اس کے بعد اس طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگوں کی بشارت کے موافق دہلی[1] میں تشریف لائے۔ اللہ تعالےٰ اس شہر کو آفتوں سے محفوظ رکھے۔ کیونکہ یہ مقام مزارات بابرکات اولیاء اللہ کا مرکز ہے۔ آپ یہاں قلعہ فیروزی میں مقیم ہوتے جو دریائے جمنا کے کنارے واقع ہے۔ پنج وقتہ نماز کے لئے آپ مسجد فیروزی میں تشریف لاتے تھے اس زمانہ میں اکثر اوقات نماز عشاء کے بعد آپ مراقب ہوتے اور ایک ہی مراقبہ میں صبح کر دیتے تھے پنج وقتہ سے فراغت پانے کے بعد جب آپ قیام گاہ پر تشریف لاتے تو اپنے مکان کے دروازہ پر تھوڑی دیر ٹھہر جاتے تھے اور آپ کے تمام اصحاب دست بستہ سر جھکاتے حلقہ کرکے نہایت ادب اور تواضع کے ساتھ آپ کے حضور میں کھڑے رہتے اور کسی کو یہ جرأت نہ ہوتی کہ آپ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے اور آنجناب بھی کسی کی طرف نظر نہ کرتے اور سر بمراقبہ یا نظر بر قدم کھڑے رہتے تھے۔ اگر اتفاقاً آپ کی نظر کسی پر یا کسی کی نظر آپ پر پڑ جاتی تو وہ فوراً بے ہوش اور بے خبر ہو جاتے اور بے اختیار نعرے مارتے تھے اور مرغ بسمل کی طرح زمین پر تڑپنے لگتے تھے اور شہر میں ایک شور برپا ہو جاتا تھا۔ چنانچہ دہلی کے بازاری اس شور کو سن کر تماشا دیکھنے کے لئے آجاتے تھے۔ اور تماشائی بھی صوفیوں کی طرح بے اختیار ہو کر زمین پر تڑپنے لگتے تھے۔ آپ کی شہرت تمام شہروں میں پھیل گئی۔ اور جہاں جہاں طالبان صادق تھے وہ اس آفتاب عالم تاب کی طرف متوجہ ہونے لگے۔ دہلی اور اطراف واکناف کے مشائخ وقت باوجود خلافت و مشیخیت اور سجادہ نشینی کے جاہ و حشمت کو ترک کرکے نیازمندی کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے

---

[1] زبدۃ المقامات صفحہ ۱۱ سے ظاہر ہوتا ہے کہ لاہور سے آپ ماوراء النہر تشریف لے گئے تھے۔ حضرات القدس دفتر اوّل صفحہ ۲۷۵ میں بھی ماوراء النہر کے سفر کا ذکر ہے پھر (صفحہ ۱۲) دہلی تشریف لائے۔ اسی صفحہ ۱۲ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ محمد ہاشم کشمی نسمات القدس بھی لکھنے والے ہیں (یہ کتاب حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ سے پہلے کے بزرگان نقشبند کے حالات پر مشتمل ہے اور اس کا ایک قلمی نسخہ مدینہ طیبہ میں مکتبہ عارف حکمت میں موجود ہے تاشقند کے کتب خانہ میں بھی موجود ہے۔ ۱۲ (محترم ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب مدظلہٗ)

اور اس آستانِ عرش نشان کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتے رہے۔

آپ کا طریقہ حضرت اقدس کا طریقہ شریفہ گمنامی، گوشہ نشینی، حالات کو چھپانا، انکساری اور دید قصور کا تھا۔ ضرورت کے سوا آپ گفتگو نہیں فرماتے تھے اور باوجود اس کے آنے جانے والوں کے ساتھ نہایت اخلاق سے ملاقات فرماتے تھے۔ مسلمانوں کی حاجتیں پوری کرنے میں پوری کوشش کرتے اور سادات و علماء کرام کی بڑی تعظیم و تکریم کرتے تھے اگر کوئی طالب طلب حق کیلئے جناب کی خدمت میں حاضر ہوتا تو عذر فرماتے اور انکساری سے اپنے آپ کو اس کام کے لائق نہ ہونا ظاہر کرتے تھے۔ طالبان صادق آپ کے اس انکار کو کسر نفسی جان کر اور علو منزلت اور بلندیٔ مرتبہ کی دلیل سمجھتے تھے۔ جب آپ طالبوں کی طلب کی مضبوطی کو دیکھتے تو ان کو اپنے آغوشِ عنایت اور سایۂ تربیت میں لے لیتے اور جس شخص کو آپ قبول فرماتے پہلے اسے توبہ کے لئے حکم دیتے۔ اگر اس کے عشق اور محبت میں ترقی دیکھتے تو اس کو اپنی صورت کو دل میں بطور رابطہ اور نگہداشت رکھنے کے لئے ارشاد فرماتے اور اس راستہ کی بہت سی فراخی عنایت فرما دیتے۔ اکثر طالبوں کو آپ ذکر قلبی بتلاتے تھے۔ بعض لوگوں کو ذکر لا الٰہ الا اللہ اور بعض کو اسم اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری کرلتے تھے۔ بہت سے طالب صرف آپ کے دیدار سے آپ کی نسبت حاصل کرلیتے تھے۔ جس شخص کو آپ ذکر تعلیم فرماتے تھے اور اس پر ہمت و توجہ فرماتے تو اسی وقت اس کا دل ذکرِ الٰہی کے جوہر سے آباد ہوجاتا تھا بعض کو اسی وقت عالمِ مثال یا عالمِ ارواح یا عالمِ معانی اس پر کھل جاتا تھا۔ اور یہ حال مدتوں تک قائم رہتا تھا۔ بعض لوگ آپ کی توجہ کے وقت مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتے تھے۔ اور بعض بے خود ہوجاتے تھے۔ اور پھر آپ کی توجہ سے ہوش اور افاقہ میں آتے تھے (مشہور مقولہ اَلشَّیْخُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ (شیخ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے) گویا آپ کی شان پاک میں واقع ہوا ہے آپ کی یہ عنایتیں عام ہوتی تھیں۔

مخلوق خدا پر رحم آپ کی مہربانی عام مخلوق پر اس طرح تھی کہ ایک دفعہ لاہور میں قحط پڑ گیا آپ اس زمانہ میں وہاں مقیم تھے۔ چند روز تک آپ نے کچھ نہ کھایا جب آپ کے پاس کھانا لاتے تو آپ فرماتے یہ بات انصاف سے دور ہے کہ لوگ کوچوں میں بھوک

سے جان دی اور ہم کھانا کھائیں۔ آپ کے پاس جو کھانا ہوتا تھا وہ سب آپ بھوکوں کو بھیج دیتے اور خود روحانی غذا پر بموجب حدیث شریف اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ اَکُلُ وَاَشْرَبُ (میں اپنے خدا کے پاس رات کو رہتا ہوں اور کھاتا پیتا ہوں) وقت گزارتے تھے۔

جب آپ لاہور سے دہلی روانہ ہوئے تو راستہ میں ایک عاجز و درماندہ شخص پر آپ کی نظر پڑی۔ آپ گھوڑے سے اتر پڑے اور گھوڑا اس کو سوار ہونے کیلئے دیدیا اور خود پیادہ پا منزلیں طے کیں۔ تمام راستے میں آپ نے چادر اوڑھ لی تاکہ کوئی شخص آپ کے اس کار خیر سے واقف نہ ہو۔ جب آپ منزل کے قریب پہنچ گئے تو پھر گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ تاکہ یہ ثواب کا کام پردے میں ہی رہے۔

اسی طرح جانوروں پر بھی آپ کی شفقت رہتی تھی۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ سردی کے موسم میں نماز تہجد کے لئے اٹھے تھے ایک بلی آکر آپ کے بستر میں سو گئی۔ آپ صبح تک جاڑے کی سخت تکلیف برداشت کرتے رہے اور اس بلی کو بیدار کرنے پر راضی نہ ہوئے۔

طریقہ تبلیغ اگر آپ کسی سے کوئی خلاف شریعت کام دیکھتے تو اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف اور نَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَر صراحت اور سختی سے نہیں فرماتے تھے بلکہ نسبت یا اشارہ یا مثال کیساتھ ارشاد فرماتے تھے آپ اکثر اوقات فرماتے کہ جو شخص اس صحبت میں آتا ہے خود بخود ناجائز کاموں کو چھوڑ کر نیک کاموں کی طرف آجائے گا۔ آپ کی مجلس بہشت کا نمونہ تھی کسی کو امر و نہی اور غیبت و اعتراض کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی غیبت کرنا چاہتا تو آپ اس کو روکنے کے لئے فوراً اس کی تعریف شروع کر دیتے تھے۔

طریقہ تربیت اکثر ایسا ہوتا تھا کہ بعض مخلص دولت مند آپ کی خدمت میں نقد مال روانہ کرتے تھے تاکہ آپ اپنی مرضی سے فقرا اور مساکین کو تقسیم فرمائیں آپ باوجود تجرید و تفرید اور مخلوق سے بے تعلقی و آزادی کے خلق خدا پر شفقت کی وجہ سے اپنی ذات بابرکات سے متوجہ ہو کر اہل تقویٰ و صلاح کو پہنچاتے تھے۔ اگر وہ مال مستحقین کو کافی نہ ہوتا تو آپ اپنے پاس سے باقی مستحقین کو عطا فرماتے تھے اور مریدوں کو ہمیشہ نیستی اور بردباری اور دید قصور کی تاکید فرماتے تھے اور ان امور کو عرفان کی دلیل فرماتے تھے۔ اگر آپ کے مخلص مریدوں سے ان امور کے خلاف کچھ

ظاہر ہوتا تو آپ ان کو تربیت جلالی سے ہدایت فرماتے اور نہایت تاکید اور شدت کے ساتھ ان کو نصیحت فرماتے تھے۔

زہد و استغنا اسباب دنیا سے آپ کا زہد اور استغنا اس درجہ تھا کہ آپ کی محفل جنت آئین میں کوئی دنیادی ذکر نہ ہونے پاتا تھا اور ان کاموں میں کبھی کوئی تدبیر آپ اپنے لئے اور اپنے درویشوں کے لئے ہرگز نہ کرتے تھے۔ درویشوں اور اپنے لوگوں کے لئے سوائے تنگی اور فقر و فاقہ اور زہد و قناعت کے اور کچھ نہیں چاہتے تھے۔ بعض دولت مند اور مالدار عقیدت مند لوگ عرض کرتے کہ ہم آستانہ عرش نشان کے فقراء کا وظیفہ مقرر کر دیتے ہیں لیکن آنجناب کے ساتھ جو لوگ نسبت معنوی کو درست کر چکے تھے ان کے لئے اس بات پر راضی ہونا ناممکن ہوتا تو آپ فرماتے کہ ان کو ملے اپنی زندگی میں ہماری طرح توکل و قناعت اور زہد و ریاضت میں مشغول رہیں۔ ان سے علاوہ کم نسبت والوں کے لئے وظائف مقرر کرنا جائز رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ جس شخص کو ہمارے ذریعہ سے مالی امداد پہنچے تو اس کو یقین رکھنا چاہیے کہ ہمیں اس کے ساتھ دینی محبت میں کمی ہے۔

لاکھ روپیہ واپس کر دیا حضرت قدس سرہٗ کے زہد کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ آپ نے سفر حجاز کا پختہ ارادہ فرمایا۔ خانخاناں نے (جو ایک امیر معظم اور خانان محترم سے تھا) نے اس خبر کو سن کر ایک لاکھ روپیہ آپ کے لئے اور آپ کے درویشوں کے خرچ کے لئے بھیجا اور عرض کیا کہ اس قلیل مقدار کو قبول کر کے مجھ پر احسان فرمایئے۔ آپ نے قبول نہ فرمایا اور واپس کر دیا اور فرمایا کہ حج کرنا ہمارے لئے اتنا ضروری کام نہیں ہے کہ مسلمانوں کی اتنی رقم ہم اپنے آپ پر خرچ کر کے ضائع کر دیں۔

طعام و لباس آپ کے لباس اور طعام اور اقامت میں اس درجہ سادگی تھی کہ اگر غیر مرغوب اور طبیعت کے ناموافق کھانے کتنے دنوں تک مسلسل آپ کے پاس لائے جاتے تو بھی آپ یہ ہرگز نہ فرماتے کہ اس کے سوا کچھ اور لاؤ۔ اسی طرح اگر بہت دنوں تک کپڑے آپ کے بدن مبارک پر رہتے اور میلے ہو جاتے، ہرگز دوسرے کپڑے لانے کے لئے نہ فرماتے تھے۔ ایسے ہی آپ کی قیام گاہ کتنی ہی تنگ و تاریک اور شکستہ ہو جاتی یا خس و خاشاک سے پُر ہو جاتی اس کی تعمیر و توسیع اور صفائی کا حکم نہ فرماتے۔ کیونکہ آپ دریائے تسلیم و رضا میں مستغرق رہتے تھے۔

باوجود اس نیستی اور ضعف بدن کے جو اکثر آپ کو رہتا تھا ہمیشہ آپ باوضو اور کثرت عبادت میں پوری طرح سے مشغول رہتے تھے۔

عمر کے آخری حصہ میں نماز عشاء کے بعد اپنے حجرہ میں تشریف لے جاکر تھوڑی دیر مراقب رہتے۔ جب ضعف اعضاء کا آپ پر غلبہ ہوتا تھا تو مراقبہ سے اٹھ کر نیا وضو کر کے دو رکعت نماز ادا فرماتے اور پھر مراقبہ میں مشغول ہو جاتے تھے۔ جب اعضاء درد کرنے لگتے تو از سر نو وضو کر کے دو رکعت نماز ادا فرماتے اور مراقبہ میں مشغول ہو جاتے اور پوری رات اسی طرح ختم کر کے صبح کر دیتے تھے۔

کھانے میں احتیاط لقمۂ طعام میں آپ کی احتیاط اس درجہ تھی کہ پاک جگہ سے قرض حسنہ لیتے اور اس میں سے آپ اور آپ کے درویشوں کے لئے کھانا پکتا تھا۔ نذرانہ اور ہدیہ کو بموجب نحن لانرد الهدية (ہم ہدیہ واپس نہیں کرتے) اکثر رد نہیں فرماتے تھے۔ اور اس میں سے اس قرض کو ادا کرتے تھے اور تاکید فرماتے تھے کہ پکانے والا باوضو ہو اور کھانا پکنے کے وقت میں حضور اور جمعیت میں مشغول رہے اور اس وقت کلام دنیاوی میں مصروف نہ ہو۔ آپ فرماتے تھے کہ جو لقمہ بے حضوری اور بے احتیاطی سے پکایا جاتا ہے[1]۔ اس کے کھانے سے دھواں اٹھتا ہے جو فیض کے راستوں کو بند کر دیتا ہے اور ارواح طیبہ جو فیض کے وسیلے ہیں ایسے دل والے کے سامنے نہیں ہوتیں اور مریدوں کو اس کی احتیاط کی بہت ترغیب دیتے تھے۔

آپ کی والدہ کھانا خود پکاتیں آپ کی والدہ ماجدہ نہایت عارفہ اور پاک دامن عورتوں میں سے تھیں چونکہ حضرت خواجہ کی اس احتیاط سے واقف تھیں اس لئے بہت سی خادمہ عورتوں کی موجودگی میں آپ خود تنور میں روٹیاں لگاتی تھیں اور خود ہی نکالتیں اور سالن بھی خود ہی پکاتی تھیں۔

عزیمت حضرت خواجہ قدس سرہٗ تمام امور میں عزیمت پر عمل فرماتے تھے۔ چونکہ قراءت فاتحہ خلف الامام بھی احادیث[2] صحیحہ میں وارد ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں

---

[1] زبدۃ المقامات صفحہ ۲۵ میں ہے جو لقمہ بے حضور اور بے احتیاطی سے کھایا جاتا ہے (م۔ ا) [2] سورہ فاتحہ امام کے پیچھے نہ پڑھنے کے بھی قرآن وحدیث میں بہت سے دلائل ہیں لیکن یہ مقام اس تحقیق کا نہیں اس مسئلہ کے لئے آثار السنن یا نماز حنفی مدلل کا مطالعہ کیجئے (م۔ ا)

اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اس لئے آپ بعض اوقات سورہ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھ لیتے تھے اس اثنا میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو آپ نے خواب میں دیکھا کہ اپنی شان میں قصیدہ فصیح اور اشعار بلیغ پڑھ رہے ہیں جن کا مطلب یہ تھا کہ اتنے ہزار اولیاء اللہ میرے مذہب میں گزرے ہیں۔ اس خواب کے بعد آپ نے سورہ فاتحہ کا امام کے پیچھے پڑھنا ترک کر دیا۔[۱]

باوجود اس کمال اور تکمیل کے آپ ہمیشہ اپنی نایافت کا اظہار فرماتے تھے۔ عین دریائے وصال میں ہمیشہ خشک لب رہتے تھے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں ؎ رباعی

در راہِ خدا جملہ ادب باید بود	خدا کی راہ میں ادب اختیار کرنا چاہیے۔ جب
تا جان باقی است در طلب باید بود	تک جان باقی ہے خدا کی طلب میں رہے دریا کے
دریا دریا اگر بکامت ریزند	دریا اگر حلق میں ڈال دیئے جائیں وہ کم سمجھے جائیں
کم باید خورد خشک لب باید بود	اور طلب حق میں خشک لب رہنا چاہیئے۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی تصانیف لطیفہ اور مکاتیب شریفہ بہت ہیں۔ اس کتاب حضرات القدس میں ان میں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے :۔

مکتوب

دوام آگاہی اکابر طریقۂ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالےٰ ارواحہم نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ دوام آگاہی کا ہے اور اس میں عزیمت کی پراگندگی اور فتور خلل انداز نہ ہونا چاہیے۔ خواہ لباسِ ذکر میں ہو، خواہ صورتِ توجہ میں، خواہ رابطہ کے توسط میں۔ الغرض جس طرح سے ہو مقصود حضور مع اللہ ہو۔ جب مذکورہ حضور کی یہ کیفیت ہو جاتے کہ وجود غیر کا شعور اس حضور کا مزاحم نہ ہو تو اس حضور کو وجود عدم کہتے ہیں۔ جب یہ کیفیت سالک کا ملکہ ہو جائے تو اس کو مشاہدہ کہتے ہیں اور جب اس حضور کی صفت کو بھی سالک اپنے سے نہ دیکھے تو وہ اپنے فنا حقیقی سے مشرف ہو گیا۔ اس وقت لَا یَعْرِفُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ ہی پہچانتا ہے) کے معنی ثابت ہوتے ہیں۔ اس مقام میں نہ ارواح ہیں اور نہ اشباح (اجسام)، شہود بجانب مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ جب وجود حقانی کا لباس بقا سے مشرف ہو کر پوشیدہ ظاہر ہو جاتا ہے اور اپنی تمام صفات

---

[۱] زبدۃ المقامات ص ۲۶

کو حضور کی طرح اپنے آپ میں معلوم نہیں کرتا تو اس وقت فضل الٰہی کی مدد سے اجسام کے فصول اور اجناس کو سراسر اعراض دیکھتا ہے اور اعراض کے وجود کو معقولات ثانیہ سے جانتا ہے اور اَلْاَعْیَانُ مَا شَمَّتْ رَائِحَۃُ الْوُجُوْدِ اعیان نے وجود کی بو بھی نہیں پائی، کا راز اس میں ظاہر ہو جاتا ہے اور سالک زبان حال سے یوں نغمہ سرا ہو جاتا ہے ؎ رباعی

تا حق بدو چشم سر نہ بینم ہر دم[1]	جب تک کہ حق کو سر کی دونوں آنکھوں سے
از پائے طلب می نہ نشینم ہر دم	ہر وقت نہ دیکھوں خدا کی طلب جاری رکھونگا
گویند کہ حق بچشم سر نتواں دید	لوگ کہتے ہیں کہ سر کی آنکھ سے خدا کو نہیں دیکھ سکتے
آں ایشاں اند و من چنینم ہر دم	ان کا وہی کہنا ہے اور میرا یہی کہنا ہے ۔

تجلی کی قسمیں بعض اکابر نے راہِ سلوک میں تجلیات الٰہی عزوجل کی تین قسمیں بیان کی ہیں:۔ پہلی قسم تجلی صوری جس کو مبتدیوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ دوسری قسم تجلی معنوی۔ جس کو متوسطین کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ تیسری قسم تجلی ذاتی۔ جس کو منتہیوں کے لئے رکھا گیا ہے۔ اور بعض نے ان کی چار قسمیں کی ہیں کہ قسم اوّل کی دو قسمیں تجلی صوری اور تجلی نوری۔ ہمارے اکابر کے طریق میں اس کی تصریح نہیں کی گئی ہے۔ پس وہ اتحاد اور حلول و تشبیہ کی ہلاکت سے فارغ ہیں حاصل کلام یہ کہ وجود عدم کے ظہور میں بہت ہی پوشیدہ اسرار ہیں۔ انتہاءِ سلوک کو پہنچنے کے بعد ان میں سے بعض اسرار منکشف ہوتے ہیں اور سالک تجلی صوری، نوری اور معنوی کو اس مقام شہود دیر مندرج پاتا ہے۔ چونکہ اکابر طریقہ نے اپنی کتابوں میں اس کی تصریح نہیں کی ہے اس لئے ہم بھی ان کی متابعت میں قلم کو اس کی تحریر سے روکتے ہیں[2]۔

مکتوب[3]

قوت ارواح واضح ہو کہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالےٰ اوج اطلاق سے تنزل کر کے ارواح کے لباس اور آئینہ میں منجلی ہوا اور ارواح کو انتہائی لطافت سے یہ قوت عطا

---

[1] اس رباعی میں تینوں جگہ اصل نسخہ میں "ہرگز" ہے [2] یہ عبارت کلیات باقی باللہ میں مکتوب نمبر ۵۲ میں ہے اور ترجمہ مکتوبات میں رقعہ نمبر ۵۰ میں ہے ۱۲ (م۔ ر)

[3] اصل میں مکتوب کا عنوان نہیں لیکن کلیات باقی میں یہ مضمون الگ ہے۔

فرمائی کہ روح جس چیز کی طرف متوجہ ہوتی ہے اس کا حکم پکڑ لیتی ہے اور اس کے رنگ کو قبول کر لیتی ہے اور اس کے ساتھ اس طرح مل جاتی ہے کہ خود کو اس سے الگ نہیں پہچانتی جس طرح عام لوگ اپنے آپ کو پیکر ہیولانی سے الگ نہیں کرتے ہیں۔ نیز اس پاک ذات نے ہر مخلوق میں تمام مخلوقات کو درج فرمایا ہے۔ جب یہ مقدمے معلوم ہو گئے تو اب واضح ہو کہ جب تک روح اپنی گرفتاری میں مقید رہتی ہے نہیں چاہئے کہ قید و تعلق کے اس لباس کو اتار دے اور وطن اصلی کی طرف چلی جائے۔

وجودِ عدم بعض آزادگان جو برزخ کا حکم رکھتے ہیں یعنی وضع کی حیثیت سے وہ اطلاق کے مناسب ہیں اور تلفظ اور تخیل کی حیثیت سے مقید کے ساتھ نسبت رکھتے ہوتے اس کا مونس بنا دیتے ہیں۔ روح اپنی استعداد کے موافق جلدی یا دیر سے اس طرف متوجہ ہوتی ہے چونکہ روح کا تعلق اس بدن عنصری کے ساتھ بہت ہی محکم اور مضبوط ہے اس لئے مرشدین پہلے قلب صنوبری کی طرف (جو اس کے ارکان میں سے بہت بڑا رکن ہے) توجہ فرماتے ہیں۔ وہ بھی اسی راہ پر آجاتا ہے۔ جس سے بیرونی شغل دور ہو جاتے ہیں۔ حواس بے کار ہو جاتے ہیں اور چھونے کی قوت جس پر صورت بدنی کا دار و مدار ہے کمزور ہو جاتی ہے۔ چونکہ بدن کے ساتھ روح کی معیت ثابت ہے اس لئے بدن کا وجود حقیقی جو صفات حیات کا پر تو ہے تجلی کہتا ہے اور چونکہ حقائق الٰہی کے احکام کے ساتھ ظاہر وجود کا مل جانا وجود کے متعدد ہونے کا باعث نہیں اس لئے حقیقت منکشف ہو جاتی ہے اور فنا حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ یہ معیت ہی تجلی معنوی ہے۔ اور بقا جو اس پر مترتب ہے وہ بِی یُبْصِرُ وَبِی یَسْمَعُ (میرے ساتھ دیکھتا ہے اور میرے ساتھ سنتا ہے) کے کمال کا موجب ہے جو اس رباعی کا مصداق ہے ؎

عشق آمد و شد چو خونم اندر رگ و پوست	حق تعالیٰ کا عشق میرے رگ و پوست میں سرایت کر
تا کرد مرا تہی و پُر کرد از دوست !!	گیا یہاں تک کہ مجھ کو خودی سے خالی کر کے دوست
اجزا وجودم ہمگی دوست گرفت	سے پر کر دیا ہے میرے وجود کا ہر ایک جزو دوست نے اپنا کر لیا
نامیست ز من بر من و باقی ہمہ اوست	اب میرا نام ہی نام رہ گیا اور باقی وہی ہے۔

اور چونکہ اَلْکُلُّ یَنْدَرِجُ فِی الْکُلِّ (کل کل ہی میں مندرج ہوتا ہے)۔ اس لئے اس مقام میں متمکن آدمی

حالت شعور میں اپنے اختیار سے تجلی نوری کے ساتھ جو نور بے رنگ و بے کیف اور بے شکل کی صورت میں تجلی سے مراد ہے۔ مشرف ہو سکتا ہے کیونکہ یہ نیچے کی منزل ہے۔ یہ یہیں وجود عدم کی منزل کے دقائق

فناءِ اتم لیکن وجودِ فنا لا یَعرِفُ اللہَ اِلّا اللہُ (اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ ہی پہچانتا ہے) کے مقام میں ہے اس فنا کو فناءِ اتم اور اکمل کہتے ہیں جناب ارشاد مآب مخدومی و قبلہ گاہی مولانا خواجگی قدس سرہ فناءِ اتم کے بارے میں یہ بیت پڑھا کرتے تھے ؎

مدح و ذمت گر تفاوت می کند	تعریف اور برائی میں جس کو فرق معلوم ہوتا ہو وہ
بت گری باشد کہ او بت می کند	بت بنانے والا گو دبت پرست ہے۔

نیز فرمایا کرتے تھے کہ جب تعریف اور مذمت کی تاثیر اس توجہ اور شکستگی میں مزاحم نہ ہو جو حق تعالیٰ کی بارگاہ میں سالک کو ہوتی ہے تو اس وقت فناءِ اتم حاصل ہوتی ہے۔ اس بیان سے خواجہ بزرگ قدس سرہ کے اس کلام کے معنی معلوم ہو جاتے ہیں جو آپ نے فرمایا ہے کہ وجود عدم وجود بشریت کی طرف لوٹ آتا ہے لیکن وجود فنا ہرگز نہیں لوٹتا۔[1]

مَکتُوب

اصطلاحات نقش بندیہ فرماتے ہیں کہ یاد کرد کا مطلب زبان سے ذکر خدا کرنا اور باز گشت یہ کہنا کہ اے خدا میرا مقصود تو ہی ہے اور نگہداشت دل کو خطرات سے نگاہ رکھنا اور یاد داشت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی حضوری کا غلبہ حُبّ ذاتی کے ساتھ۔

مَکتُوب

نیز آپ تحریر فرماتے ہیں کہ یاد کرد ذکر حق کرنا حضوریِ دل کے ساتھ اور باز گشت تفرید یعنی سب سے یکسوئی ہونا اور اخلاص خدا کے ساتھ ہونا اور نگہداشت نسبت کی حفاظت کرنا جس طرح سے ہو سکے اور یاد داشت باقی باللہ ہونا اور کیفیت سُکر سے حالت صحو میں آنا۔

مَکتُوب

آپ لکھتے ہیں کہ یاد کرد حفظ آگاہی میں کوشش کرنا اور یاد داشت محفوظ ہو جانا اس آگاہی کا جس کو حضور بے غیبت بھی کہتے ہیں کہ اس میں نسبت آگاہی کا تواتر بلا کسی کوشش

---

[1] کلبات باقی باللہ میں اس مکتوب کا نمبر ۵۳ ہے اور ترجمہ اردو میں رقعہ نمبر ۱۵ ہے دم۔ و)

نگہداشت آگاہی کے حاصل ہو جاتا ہے اور جب نسبت آگاہی کی کیفیت ایسی ہو جاتی ہے تو سالک غیبت کے خلل سے محفوظ ہو جاتا ہے اس لئے اس کو حضور بے غیبت کہتے ہیں نگہداشت نسبت یادداشت کی حفاظت کرنا بقدر امکان ظہور صفات نفسانیہ اور توجہات مختلفہ سے جو حجاب و غفلت کی مورث ہیں۔

بازگشت: یعنی سعی اور کوشش کی طرف رجوع کرنا جب کہ یادداشت کا نور کم ہو جائے اور بیٹھ جاتے جیسا کہ ارشاد باری ہے: وَاذْكُرْ رَبَّكَ إِذَا نَسِيتَ (پ۱۵ ع ۱۶) (اور یاد کرو اپنے پروردگار کو جب تو اس کو بھول جائے)

مکتوب

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ یادکرد حضور و شہود ہے اور بازگشت اپنے عدم اصلی کی طرف رجوع کرنا غلبۂ نور حضوری سے یاد حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی صفت حضوری کو دیکھنے سے۔ اور نگہداشت یعنی اس مقام کی حفاظت کرنا اور اس کو اپنے دل میں تازہ کرتے رہنا اور یادداشت اس میں سالک کا متمکن ہو جانا اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا (یا اللہ ہمیں بھی یہ دولت نصیب فرما)

مکتوب

توبہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ توبہ گناہ سے باز آنے کو کہتے ہیں۔ چونکہ ہر ایک حجاب گناہ ہے اس لئے خلق سے قلبی جدائی میں توبہ کا کمال ہے جس کی وجہ سے خدا سے ملنا لازمی ہے۔

زہد زہد یہ ہے کہ آدمی نفس کی رغبت کے کاموں سے باز آجائے چونکہ رغبت صرف متاع دنیا کے ساتھ ہی وابستہ نہیں ہے اس لئے کمال زہد نامرادی میں ہے کیونکہ یہ حالت مراد حقیقی سے ملی ہوئی ہے ع چو پیوند ہا بگسلی واصلی

اگر دنیا سے تعلق توڑ لو گے خدا سے واصل ہو جاؤ گے۔

توکل خدا پر بھروسہ کر کے اسباب سے نکل جانے کو کہتے ہیں اور کمال توکل اس میں ہے کہ اسباب کے وجود پر بھی نظر نہ رہے جو شہود حق مطلق ہے۔

قناعت فضول چیزوں سے کنارہ کش ہو جانے، صرف ضروریات زندگی پر اکتفا کرنے اور کھانے پینے اور رہنے کی چیزوں میں اسراف سے بچنے کو قناعت کہتے ہیں اس کا کمال یہ

ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی ہستی پر اکتفا کریں اور اس کی خالص محبت سے آرام پائیں۔

عُزلت عزلت (گوشہ نشینی) مخلوق کے میل جول سے کنارہ کشی کو کہتے ہیں اس کا کمال یہ ہے کہ خلق کو دیکھنے سے چھٹکارہ ہو جائے۔

ذکر خدائے ذوالجلال کے سوا ہر چیز کی یاد سے دل کے خالی ہو جانے اور ماسوا کو بھول جانے کو ذکر کہتے ہیں اور ذکر کا کمال یہ ہے کہ اپنی یاد بھی باقی نہ رہے اور ھُوَ الذَّاکِرُ وَالْمَذْکُوْرُ (وہی ذاکر ہے اور وہی مذکور) کا راز اس پر ظاہر ہو جائے۔

توجہ تمام خواہشات سے نکل جانے اور پورے طور پر حق سبحانہٗ کی طرف متوجہ ہونے کو کہتے ہیں۔

صبر نفس کی لذتوں کو ترک کرنے اور اپنی پیاری اور محبوب اشیاء سے باز رہنے کو صبر کہتے ہیں۔

مراقبہ اپنے فعل و قدرت اور اپنے اوصاف و احوال سے جدا ہو کر فیضانِ الٰہی کے منتظر رہنے اور حق جل ذکرہٗ کے دریائے محبت میں ڈوب جانے کو مراقبہ کہتے ہیں۔

رضا اپنے نفس کی رضا سے باز آجانے، رضائے الٰہی میں داخل ہو کر احکام ازلیہ کو تسلیم کرنے اور سرِ ذاتِ ابدیہ کے تفویض) کرنے کو کہتے ہیں۔

سالکِ ناقص پس جو شخص معصیت میں پھنس گیا ہے یا دنیا کی رغبت میں گرفتار ہے یا سبب کی طرف دیکھ رہا ہے یا بقدر ضروری معاش پر اکتفا نہیں کرتا یا خلق سے میل جول رکھتا ہے یا اس کے اوقات ذکر الٰہی سے معمور نہیں ہیں یا خدا سے غیر خدا کو چاہتا ہے یا نفس کے ساتھ مقام مجاہدہ میں نہیں ہے یا اپنی ذات اور افعال پر نظر رکھتا ہے یا اپنی قوت اور طاقت پر تکیہ کرتا ہے اپنے آپ کو احکام ازلیہ الٰہیہ کے حوالے نہیں کرتا تو وہ شخص یقیناً سلوک میں ناقص ہے۔

پوشیدہ نہ رہے کہ بعض منتہی درویش جو اپنی خواہشات اور اپنے آپ سے اور تھوڑے پر اکتفا نہیں کرتے اور مخلوق کے اختلاط سے پرہیز نہیں کرتے اور مجاہدہ میں مشغول نہیں ہیں اس کی کوئی خاص اندرونی وجہ اور نیت ہوتی ہے جس کو وہی جانتے ہیں (وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا (پ ۲ ع ۲) (ہر شخص کے لئے ایک طرف قبلہ ہے جس کی طرف وہ منہ کرتا ہے)

خاندان نقشبندیہ کے اکابر قدس اللہ اسرارہم فرماتے ہیں کہ جس کو اس راستہ کا درد دامنگیر ہو جائے چاہیے کہ وہ

ف یہاں سے لیکر رسالہ کے عنوان سے قبل تک زبدۃ المقامات برکت ۲۳ میں موجود ہے۔

توبۃ النصوح[1] کے بعد بقدر طاقت زہد و توکل قناعت و عزلت اور صبر سے مقامات مذکورہ پورے کر کے ذکر الٰہی میں اپنے اوقات کو مصروف رکھے۔ اس کو سفر در وطن کہتے ہیں۔ سب سے زیادہ ذکر اور توجہ کا اہتمام کرے جس کو باز گشت کہتے ہیں۔

اکابر طریقہ قدس اللہ اسرارہم نے فرمایا ہے کہ ہمارے طریقہ کا ذکر جذبہ کی طرف کھینچتا ہے اور جذبہ کی مدد سے تمام مقامات سہولت اور استقامت سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ اور حقیقت توجہ اور مراقبہ مذکور سے جو یاد داشت کی وجہوں میں سے ایک وجہ ہے۔ سالک میں رضا کی صفت نسبت جذبہ کی تقویت اور اس کے کمال سے بآسانی ظاہر ہو جاتی ہے۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے ایک رسالہ آیتِ کریمہ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ (پ ۲۷ ع ۱۱) اور آیت کریمہ اَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (پ ۱ ع ۱۴) کی تاویل میں لکھا ہے جو نہایت مختصر اور ضروریات سلوک پر حاوی ہے اس کو بعینہٖ نقل کیا جاتا ہے:-

رسالہ[2]

پاک ہے وہ خدا جو اپنے فیض سے اشیاء کو ظہور کے میدان میں لایا اور صفات و شیون کو اس ظہور کے پردہ میں تنگنائے خفا و بطون سے نکال کر اپنے آپ کو ان اعتبارات کے مراتب میں اپنی نظر میں جلوہ گر کیا اس کے تنگنائے وحدت میں دوئی کا نشان نہیں ہے۔ وہ مطلق ہے مگر دائرہ اطلاق سے باہر ہے۔ پھر میں اور تو کا اطلاق اس پر کیسے کر سکتے ہیں کہ جب ؎

بس بے رنگست یار دل خواہ اے دل	بالکل بے رنگ ہے یار دل خواہ اے دل! کسی
قانع نشوی برنگ ناگاہ اے دل	رنگ پر قناعت مت کر۔ تمام رنگوں کی اصل (یعنی)
اصل ہمہ رنگہا ازاں بے رنگ است	بے رنگی ہے۔ خدا کے رنگ سے زیادہ
مَنْ اَحْسَنُ صِبْغَةً مِنَ اللّٰهِ اے دل	اچھا کون سا رنگ ہے۔

ایسا قادر کہ جس نے ایک کاف کن سے خواب عدم کے سوتے ہوؤں کو بیدار کر دیا وہ شوق

---

[1] خواجہ قدس سرہٗ نے توبۃ النصوح کی وضاحت اسطرح کی ہے "بڑے مبالغہ سے نصیحت کرنے والی توبہ جو توبہ کرنیوالے کو ہر گھڑی اور ہر لحظہ نصیحت کرتی ہے جسکے باعث اسکو نصیحت کی باتیں سننے کی ضرورت نہیں رہتی اور وہ شیطان کے مکر اور وسوسہ سے بچ جاتا ہے۔" (م-۱)

[2] اس رسالہ کا اکثر حصہ زبدۃ المقامات کی فصل سوم برکت ۵ تا ۸ میں مندرج ہے۔

سے بے تاب ہو کر نکلے۔ خدا نے اپنی ذات کا آئینہ ان کے برابر رکھا۔ انہوں نے سادہ لوحی سے اپنے عکس کو اس میں دیکھا اور بے قرار ہو کر وجد میں آگئے پس یکایک وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ (اور وہ تمہارے سامنے ہے جہاں کہیں تم ہو) کی صدا گوشِ سر میں پہنچی۔ اس وقت سمجھے کہ معیت بغیر دوئی کے نہیں ہو سکتی اور حیرت سامنے آئی۔ جمال عکس ذات حق کی بشارت دے رہا ہے اور نغمۂ صحبت کا اشارہ کر رہا ہے پس وجود اور عدم آپس میں مل گئے اور خود کو فراموش کر دیا اور مقصود کی تلاش کا دروازہ اپنے اوپر بند کر لیا۔ کریم مطلق فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (تو جدھر تم رخ کرو ادھر خدا کی ذات ہے) کی بشارت درمیان میں لایا اور وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (پ۲۶ ع۱۸) (اور خود تمہارے اندر۔ سو کیا تم کو سوجھتا نہیں) کا مطلب سمجھے کہ ہم خود ہی اپنے لئے حجاب ہیں اس لئے خودی کو خود سے اٹھا دینا چاہیئے۔ اس دست برد کے وقت ارادت کی انگلی دامن مقصود پر پہنچی۔ اور عروق کے راستوں نسیم بہار پھیلی اور دوست کی خوشبو دل کے پردوں میں پہنچی۔ بیچارہ عارف عاجز ہو گیا۔ پس کرشمۂ معشوق آیا اور پردہ نقاب درمیان سے اٹھا دیا اور لِمَنِ الْمُلْكُ (کس کا راج ہے اس دن) کا آوازہ بلند ہوا۔ چونکہ کوئی نیاز درمیان میں نہ تھا۔ اس لئے مقصود روپوش ہو گیا۔ اور صدائے فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ (سو تو سیدھا چلا جا جیسا تجھ کو حکم ہوا) اس کے گوشِ جان میں پہنچی محمور مصبوحی نے سر اٹھایا اور مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ (جس شخص نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا) کا غلغلہ درمیان میں لایا لیکن وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ (اور اللہ نے ان کو ہر طرف سے گھیر رکھا ہے) کے معنی اس کی جان میں بے قراری پیدا کرتے رہے۔ ایک طرف سے آواز دَعْ نَفْسَكَ وَتَعَالَ (اپنے نفس کو چھوڑ دے اور آجا) اور دوسری طرف سے فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (پ۲ ع۲) (اپنا رخ مسجد حرام کی طرف کریجیئے) کام میں اضطراب پیدا کرتی رہی۔ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ (پ۲۰ ع۱) (بھلا کون پہنچتا ہے بے کس کی پکار کو جب اس کو پکارتا ہے) کی عنایت نے پردہ حجاب کو جو وجود کا لازم ہے عینک بنایا اور اس کو آنکھوں کے سامنے رکھا اور صورتِ قَابَ قَوْسَيْنِ ظہور میں آئی۔ اس کلام کی کوئی حد نہیں ہو سکتی۔ اس لئے میں اپنے مقصود کی طرف لوٹتا ہوں۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ (اللہ تعالیٰ اپنے بہترین خلق حضرت محمد مصطفٰے اور ان کی آل اور اصحاب سب پر اپنی رحمت نازل فرمائے)

حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ یہ چند کلمات آیۃ کریمہ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ اور آیت کریمہ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ کی تاویل میں بعض ارواح طیبہ کے اشارہ کے مطابق لکھے گئے ہیں۔ لیکن ان ارواح کے نام کی صراحت کرنے سے مؤلفِ رسالہ بوجہ شرمندگی کے عاجز ہے اور زبان اس کے برخلاف معذور ہے

خورشید ندیدہ چشم خفاش	چمگادڑ کی آنکھ نے آفتاب کو نہیں دیکھا۔ میرے اور
پیش از من و تست ایں سخن فاش	آپ سب کے روبرو ظاہر ہے۔

مگر کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ بر کریماں کارہا دشوار نیست

اگر پادشاہ بر در پیرہ زن	اگر بادشاہ کسی بڑھیا کے گھر آجائے تو کسی
بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن	سردار کو غصہ کرنے کا کیا حق ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا دَائِمًا كَثِيْرًا قَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ (خدا ہی کے واسطے ہمیشہ بہت بہت تعریفیں ہیں فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ (اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔ جہاں کہیں تم ہو) حق تبارک و تعالیٰ کی ذات عیب کی معیت کا راز اشیاء کے ساتھ نہایت خفی اور بطون میں ہے اور اس کے دریافت کی حقیقت موقوف ہے۔ اوپر پانے تنزیہہ مطلق اور اس کے اطلاق صرفہ کے اور صُورِ علمیہ میں اس کے تنزلات اور ان صورتوں کے درمیان عدم اور وجود کے برزخ ہونے کے۔ کیونکہ یہ مقام منزل علم کے مخصوصات میں سے ہے۔

بیت

از تو اے بے رنگ ایں چندیں صُوَر	اے ذات بے رنگ تجھ سے ہی یہ سب صورتیں
ہم مشبہ ہم منزہ خیر و شر !!	ہیں سب سے ملتی جلتی نیک اور بد سب سے پاک۔

اور اسی طرح اس امر کے پہچاننے پر بھی موقوف ہے کہ صور علمیہ کو حضرت ظاہر کے ساتھ ایک نسبت مجہول الکیفیت پیدا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ مقدس ذات ان صورتوں کے لباس میں آئی اور یہ صورتیں اس کے اسماء اور صفات کا آئینہ ہوئیں اور اس کے اسما و صفات اس کے عین ہیں پس وہ تمہارے ساتھ ہے علم میں اور عین میں۔ روح ہو یا مثال یا حس علم خانہ علم کی معیت ایسی ہے جیسے کہ اعمال کی معیت صور جنانیہ اور قصور و اشجار کے ساتھ مذہب محققین پر کہ ان کے نزدیک

قصور اور اشجار کا موطن بالذات عمل کے ساتھ ایک کہا جاتا ہے جس طرح کہ عمل ایک مقام پر عرض ہے اور دوسرے موطن میں جوہر اس کی ذات کا مرتبہ منزہ ہے۔ تعین اور تمیز اور اشارہ اور عبارت سے اور دوسرے مرتبہ میں ان امور کے قابل ہے اور معیت خانۂ عین کی ایسی ہے جیسے کہ معیت نکتہ جوالہ کی دائرہ موہومہ خارجی کے ساتھ۔ پس جس طرح کہ نقطہ کی دائرہ کے ساتھ ایک نسبت واقع ہے جو دائرہ کے خارج میں ظاہر ہونے کا ذریعہ اور نقطہ کے لباسی دائرہ میں نمود کا سبب ہوئی۔ اسی طرح ذات حق سبحانہٗ اور اس کے عین مطلق کو اس کی قدرت کاملہ سے تنزلات علمیہ کے ساتھ ایک نسبت واقع ہوئی ہے جو ان تنزلات کے خارج میں ظہور اور باعتبار اسماء اور صفات کے ان تنزلات میں ذات حق کے ظاہر ہونے کا سبب ہوئی۔

اس موقعہ کے مطابق ایک مثال بیان کرتا ہوں وہ یہ کہ مثلاً عالم مثال میں صور علمیہ دودھ کی صورت میں ظاہر ہوئی ہیں۔ پس اگر اہل کشف کی نظر کشفی یعنی اس کی نظر بصیرت کشف کے وقت دودھ کی صورت مثالی کے ساتھ ایک ارتباط خاص پیدا کرے کہ دوئی مٹ جانے کے بعد جب کہ وہ دودھ کی صفات علمیہ پر اور اس کی غذائیت اور روحانیت، شیرینی اور دہنیت پر پڑتی ہے تو وہ دودھ کو بعینہٖ ان صفتوں کے ہم صورت پاتی ہے تو بالضرور دودھ کی یہ صورت مثالی عالم ارواح میں بھی ظاہر ہوگی اور ارواح اور علم اپنی اپنی صفتوں کے اعتبار سے دودھ میں سرایت کریں گے اور دودھ کی وہ صفتیں جو عالم ارواح میں ظاہر ہوئیں دودھ کی صفات علمیہ کا آئینہ بن جائیں گی بسبب متحد ہونے کے بصر خیالی اور بصیرت قلبی کے ؎

از صفات مے و لطافت آں
در ہم آمیخت رنگ جام مدام
ہمہ جام است نیست گوئی مے
یا مدام است نیست گوئی جام

شراب کی صفت اور اس کی لطافت کی وجہ سے جام اور شراب کا ایک ہی رنگ معلوم ہو رہا ہے سب جام ہی جام دکھائی دے رہا ہے شراب نہیں معلوم ہوتی ہے یا سب شراب ہی شراب ہے۔ جام نہیں معلوم ہوتا ہے

سبحان اللہ جس جس قدر ظہور زیادہ ہے اسی اسی قدر خفاء زیادہ ہے۔ یہ مثال بہ نسبت پہلی مثال کے زیادہ روشن اور صاف ہے فَہِمَ مَنْ فَہِمَ وَمَنْ لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ (اس کو سمجھا جس نے کہ سمجھا اور جس نے ذائقہ نہیں چکھا وہ اسے معلوم نہیں کر سکتا ہے)

الحاصل حضرت واجب جل شانہٗ بلا توہم حلول اور دوئی کے اور بلا شائبہ چونی وچگونگی کے ہر جگہ سب کے ساتھ ہے ساقی کوثر امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نے فرمایا ہے کہ حضرت حق سبحانہٗ ہر چیز کے ساتھ ہے بلا مقارنت کے اور ہر شے کا عین ہے بلا جدائی کے اگر دوئی ہوتی تو مقارنت کا ہونا ضروری تھا اور اگر اتحاد محض ہوتا تو غیریت حاصل نہ ہوتی اور اگر خیال محض ہوتا جیسا کہ حکمائے یونانیہ کا مقولہ ہے تو معیت درست نہ ہوتی اور علیحدگی ممکن ہوتی اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْكِ الْادْرَاكِ اِدْرَاكٌ ادراک کے حصول سے عاجز آجانا ادراک ہے، اسی منزل کی بات ہے۔

مریدان وجہ مطلق اور مشتاقان صفت ہویت کہتے ہیں کہ جو کچھ دیکھا گیا اور جانا گیا وہ سب غیر ہے اس لئے کلمہ لا سے اس کی نفی کرنا چاہیے کسی شخص نے عارف باللہ مولانا رومی قدس سرہٗ سے پوچھا کہ حق جل وعلا کیا ہے اور عقل کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ جو کسی طرح سے ادراک میں نہ آسکے وہ حق ہے اور عقل یہ ہے کہ کسی طرح بغیر اس کے آرام نہ مل سکے وہ ایک قلق بے نہایت ہے اور درد لاعلاج سے

دور بینانِ بارگاہِ الست	درگاہ حق تعالےٰ کے دوربینوں نے اس سے زیادہ
پیش ازیں پے نبردہ اند کہ ہست	بیان نہیں کیا ہے کہ خدا کی ذات موجود ہے۔

حقیقت میں اس بارگاہ کی یافت نہیں ہوتی ہے بلکہ ایک ذوق حاصل ہوتا ہے بیشک وہ سب کے ساتھ ہے اور سب اشیاء اس کے وجود سے موجود ہیں اور بے اس کے سب ہیچ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ، (پس تم جدھر متوجہ ہو ادھر خدا کی ذات ہے) اگر تم چاہتے ہو کہ اس معنی کی حقیقت تم پر جلوہ گر ہو جائے تو یہ مثال فرض کرو کہ آئینہ کا ایک جوہر ہے۔ جو کچھ آئینہ کی صفتیں مترتب ہو سکتی ہیں یعنی صفائی اور اس کی گولائی وغیرہ وہی سب صفات اس جوہر کی ذات پر ہی مترتب ہوں گے اور اس کی ذات مثلاً اس کی نمائندگی کی صورت کا باعث بغیر زیادتی صقالت کے ہوگی۔ پس اس کی ذات خارج میں ان صفات کا عین ہوئی۔ اسی طرح یہ فرض کرو کہ خیال میں ہر ایک کی ان صفات مذکورہ میں سے ایک ایک صورت مثالی ہے جیسے کہ دودھ کی صورت علمی۔ اس کے بعد یہ فرض کرو کہ تمہاری یہ خیالی صورتیں اس جوہر میں منعکس ہوئی ہیں یعنی ان صورتوں کو اس جوہر کے ساتھ جو ایک نسبت مجہول الکیفیت پیدا ہوئی۔ اس صورت کی نمائندگی کا سبب ہوئی ہے۔ اب تم ان صورتوں میں سے جس صورت طرف متوجہ ہوگے وہاں وہ جوہر موجود ہے اور گویا حقیقت میں اس جوہر کی طرف ہی تم متوجہ ہونے

ہو۔ وہ جوہر ان صورتوں کے ساتھ ہے اور جہاں یہ صورت ہے وہیں وہ بھی ہے۔ لیکن وہ جوہر صور سے منزہ ہے اور خارج چونکہ وجودِ خارجی کی بو بھی ان صورتوں کے مشام میں نہیں پہنچی ہے اس کا فائدہ اس سے زیادہ نہیں ہے کہ بقدر ان صور کے اس جوہر کی صفات کا مشاہدہ ہو جاتا ہے اور جدھر تم متوجہ ہوتے ہو وہ ان صفات کی طرف بلکہ عین صفات کی طرف متوجہ ہوتا ہے پس اگر تم ہزار سال پرواز کرتے رہو اور ہزاروں مرتبہ چلّہ میں بیٹھو مگر جب تک کہ جذبات الوہیت کا جذبہ تم پر ظاہر نہ ہو جائے اور عالم اجسام اور ارواح کی صورتیں تمہاری نظر سے نہ مٹ جائیں اور محبت ذاتی جو ایک مخفی راز ہے جلوہ گر نہ ہو اور نسبت مجہول الکیفیت جو ادراک کی مقوم اور محبت ذاتی کو قوت دینے والی چیز ہے جس کو ادراک بسیط کے سوا اور کسی لفظ میں ادا نہیں کر سکتے ہیں، پیدا نہ ہو جائے۔ اس وقت تک تم ذاتِ حق کے جوئندہ نہیں ہو سکتے پھر اس کا شہود کہاں ہو سکتا ہے

خدمت و زیارت اس لئے تم پر لازم ہے کہ ایسے درویش کی صحبت اختیار کرو جو اپنے سے گزر کر محبت ذات حق میں باقی ہو گیا ہو اور اس کے عرصۂ وجود میں سوائے محبوب اور محبت اور مشاہدۂ محبوب کے کچھ نہ رہا ہو اور حقیقت فنا فی اللہ تک پہنچ گیا ہو تو اس کا دیدار بموجب حدیث اِذَا رُاُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ ذکر کا فائدہ بخشتا ہے۔ اور اس کی صحبت بموجب حدیث ھُمْ جُلَسَاءُ اللّٰہِ تعالیٰ صحبتِ حق کا نتیجہ دیتی ہے ایسا درویش اَلْحَکِیْمُ کا مظہر ہے جو کچھ وہ فرمائے حکمت سے خالی نہ ہو گا اگرچہ اس کی وجہ تم پر ظاہر نہ ہو مگر اس کے ارشاد کی متابعت میں جان سے کوشش کرو ممکن ہے کہ قبول الٰہی اس کے دریچۂ باطن سے ظاہر ہو اور تم سعادت ابدیہ حاصل کرو۔

اگر اِسْمُ الَّتِیْ بِمَا یُکَرِّمُ اسم اَلْقَدِیْمِ کا مقدمہ ہو گا۔ اور بادشاہ تمہارے کام میں تصرف کرے گا۔ اور تیری ہستی کے خانہ میں خلل اور غیبتِ دل شوری ڈالے گا تو اس غیبت میں تم نورِ ہدایت سے روشن ہو جاؤ گے۔ اور ممکن ہے کہ استعداد کے مطابق اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا) اسی غیبت میں تمہاری چشم بصیرت کو کھولدے

استعداد کی کمی کا علاج اگر اتفاق سے تمہاری استعداد کم ہو تو طریقۂ وقوف عددی اس برزخ دانا یعنی مرشد کامل سے حاصل کرو اور اسی نورِ ہدایت کی تقویت کرو۔ اور متابعت شریعت اور آداب طریقت اور اکل حلال اور صدق مقال۔ اور نا اہلوں کی صحبت سے پرہیز

کرکے اپنی بنیاد کو مضبوط کرو اور اس غیبت کو مضبوط رکھو اور اس کو آگاہی اور تجلّی ذاتی کی صفت کے ساتھ اس طرح متصف سمجھو کہ تم یکایک قرص آفتاب سے متصل ہو گئے ہو اور اس کی شعاعوں میں تمہارا نور بصیرت گم ہو گیا اور مٹ گیا۔ الحاصل تمہارے باطن کو اس حالت کے تکرار ظہور سے ایک قوت پیدا ہو گی اس سے اگرچہ نور بصر ناپید ہو جائے گا مگر نور بصیرت بحال رہے گا۔ اس وقت پہچان لو گے کہ یہ حالت غلبہ نور خورشید کی ہے۔ مگر یہ نہ جانو گے کہ یہ نور کس طرف سے نکلا اور تم کو اس سے نسبت قریبہ ہے یا کیا بگر جب رطوبات عنصریہ خشک ہو جائیں اور طبیعت کی حرارت ٹوٹ جائے۔ اس وقت اس کی قوت پیدا کر لو گے کہ جسم سے چشم بصیرت کو اچھی طرح کھول سکو گے اور قرص خورشید سے اپنا قرب پا سکو گے۔ لیکن اس نور کی سطوت میں اپنے آپ کو مدہوش کر دو گے۔ اگر اس مقام میں رہ گئے تو تم محب ہو اور اگر تم کو عارف یا موحد بنانا چاہیں گے تو جس وقت کہ تم اس نور کے غلبہ میں مدہوش ہو گے۔ ایک خورشید کا نور تمہارے دریچۂ بصیرت سے ظاہر ہو کر تم پر غلبہ کرے گا۔ تو ایسی بینائی پاؤ گے کہ اس خورشید کو پہچان سکو گے جو بلا آسمان کے ہے اور تم قطعاً درمیان میں نہ ہو گے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے)

اور اگر تم لطیف الاستعداد ہو مگر بحکم وقت یا حجاب لطیفہ کے سبب سے غیبت اوّل میں تم پر راستہ روشن نہ ہو تو لازم ہے کہ ایسی توجہ حاصل کریں کہ بے تکلف غیبت ذات پر نظر رہے اور جب تک ہو سکے اس توجہ کو محفوظ رکھیں اور فراغ خاطر اور جمعیت دل اور طہارت کامل کے ساتھ شب و روز اس توجہ کی تقویت اور تربیت کرتے رہیں جس طریقہ سے کہ اکابر سلسلہ عالیہ قدس اللہ اسرارہم نے اپنی تصنیفات میں بیان فرمایا ہے اور اگر تمہیں اس درویش سے ایسی محبت پیدا ہو گئی ہو کہ اس کی عدم موجودگی میں بھی اس کی صورت کا تصور قائم رہے تو طریقہ رابطہ حاصل ہو گیا نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ہے۔ پس طریقہ رابطہ کی مشق اختیار کرو لیکن باہوش رہو کہ تم سے کوئی امر ایسا سرزد نہ ہو کہ تمہاری طرف سے اس کی خاطر مبارک میں نفرت پیدا ہو جاتے۔

صدیقی طریقہ نیز تم کو چاہیے کہ سوائے اس کی ذات کے اور کوئی مراد تمہارے دل میں نہ رہے تاکہ مقصد کی انتہا کو پہنچ سکو۔ الحاصل اس طریقہ کے سلوک کا مدار جانبین کے ارتباط پر ہے۔ دل صورتِ کونی کو لیتا ہے جس طرح سے کہ روئی آئینۂ آفتاب نما سے تقابل کے وقت حرارت

کسب کرتا ہے اور نقوش کے حجاب اور صورتیں جل جاتی ہیں اور برزخیت کے راستہ سے تمہاری آنکھ اس کو جہت علو میں پالیتی ہے۔ محبت کی آگ شعلہ مارتی ہے اور خرمن ہستی جلنا شروع ہو جاتا ہے۔ اب تمہاری اور اس درویش کی مثال روئی اور آفتاب آئینہ نما کی سی ہے۔ یہ طریقہ درحقیقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا طریقہ ہے۔ کیونکہ آپ کا کمال نسبت حبی حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے اور آپ اسی راستہ سے فیض حاصل کرتے تھے چنانچہ اہل تحقیق کے نزدیک مسلّم ہے اور صاحب رشحات نے ہمارے خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار قدس سرہٗ سے اس مضمون کو تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے اور آپ فرماتے تھے کہ طریقہ خواجگان قدس اللہ اسرارہم جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے منسوب ہے وہ اسی نسبت حُبی کے لحاظ سے ہے۔ کیونکہ ان کا طریقہ اس نسبت حُبی کی نگہداشت ہے۔

تجلی ذاتی

قدسیہ: تجلی ذاتی عبارت ہے ظہور ذات سے بصورت اس اسم کے جو کہ مبدء تعین صاحب تجلی ہے اور مشاہدہ جمال مطلق کہ مقامِ فنا فی اللہ میں ہوتا ہے بعض کہتے ہیں کہ اسکے دوسرے معنی بھی ہیں اور وہ یہ کہ وہ عبارت ہے روح کے انجذاب سے طرف جمال ہستی حقیقی کے (جو کہ ذات کی حیثیتوں میں سے ایک حیثیت ہے) ایسی کیفیت کے ساتھ کہ اس انجذاب کا شعور بھی باقی نہ رہے جیسا کہ ایک خاص چہرہ کی طرف توجہ کرنے والوں کو ہوتا ہے اور مشاہدہ جمال ذات سے اسم مذکور کے پردہ میں جب کہ سالکان طریق تربیت کی نظر اس اسم پہ منتہی ہو اور اس جمال کا مطلق کہنا تعینات سے پاک ہونے کے لحاظ سے ہے اور تعین سے مراد معقولات ثانویہ ہیں۔ نہ امر مشکل اور اس کے مماثل امور

فیض ناگاہ برسد اما بردلِ آگاہ برسد

فیض ناگاہ آتا ہے مگر دلِ آگاہ پر (ترجمہ)

دوام مراقبہ

قدسیہ: دوام مراقبہ بہت بڑی دولت ہے جو کہ دلوں میں مقبولیت کا سبب ہوتی ہے اور دلوں کی مقبولیت خدا کی مقبولیت ہے پس جب یہ بات ہے تو چند روز اپنے آپ کو قبلۂ مقصود کی طرف متوجہ رکھنا فرض ہے۔ اس طریق میں اوراد و اذکار مختلف نہیں ہیں کہ ان سے فراغت پانے کے بعد دوسرے کاموں کی طرف مشغول ہوں ان کا ورد ہوش دردم ہے حضرت مولوی خجستہ فرجامی مولانا عبد الرحمان جامی قدس سرہٗ کا قول ہے کہ پہلے چراغ روشن کرنا چاہیے اس کے

بعد مطالعہ میں مشغولی بیتے

دل آرامے کہ داری دل درو بند دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند!

ترجمہ: اپنے دوست میں دل لگاؤ۔ اور سب لوگوں سے آنکھ بند کر لو۔

کشفِ قبور

قدسیہ: کشف قبور کا کچھ اعتبار نہ کریں کیونکہ صورتوں کے انکشاف میں غلطی اور لغزش ہو جاتی ہے۔ حضور مع اللہ کے ظہور اور اس کے دوام کی کوشش کریں اگرچہ آئینہ عالم صاف ہو گیا ہو اور نورانیت کے معنی بھی نظر سے ساقط ہو گئے ہوں مگر طلب اور سعی میں رہو کیونکہ جذبہ خواجگان اور ان کا حضور ایک دوسری چیز ہے اس مقام میں ماسوا کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہتا۔ کبھی بالکلیہ اور اکثر بالاصالۃ ایک توجہ ہوتی ہے شش جہت سے اور آگاہی کا قرار گاہ اس وجہ سے فوق کی طرف ہوتا ہے کہ عرش مجید کی جہت عالم وہم میں فوق کی طرف قائم ہوتی ہے اور کبھی یہ توجہ تمام جہات کو لے لیتی ہے اور وَاللّٰہُ مِنْ وَّرَائِہِمْ مُّحِیْطٌ کے معنی ظاہر ہو جاتے ہیں اگر معنوی صورتیں اور ان کی شکلیں محو ہو گئی ہوں اور صرف سراب خیال کی طرح ساقط اعتبار ہو گئی ہوں تو اس وقت دریافتِ صور خیالیہ میں ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ آتا ہے اور اگر اس توجہ کے غلبہ کے وقت تمام جہات یا اکثر میں صورتیں اور شکلیں بالکل محو ہو جائیں اور صفائی کامل ظاہر ہو لَیْسَ فِی الدَّارِ غَیْرُہٗ دَیَّارٌ کا مطلب ظاہر ہو جائے تو باہوش رہنا چاہیے کیونکہ معنویہ لباس کا تعلق درمیان میں ہے کم سے کم صفت حیات وہستی ضرور رہتی ہے۔

اب ایک اور نکتہ معلوم کرو کہ بوقت ظہور معنی وَاللّٰہُ مِنْ وَّرَائِہِمْ مُّحِیْطٌ ۵ کے ممکن ہے کہ کوئی لباس حائل ہو یا پورے طور پر اس کی نظر محبت مجردہ ہو گئی ہو مگر حقیقت مقصود دریافت اور ادراک میں نہیں آسکتی۔ یہاں عشق اور محبت ہے اور تصفیہ سرکار ماسوا سے جب تک کہ حضور ذاتی اور وحدت صرفہ میں استغراق اور استہلاک ظاہر نہ ہو۔ اس سلسلہ کے اکابر اس کو فنا نہیں کہتے۔ ہم نے جو کہا تھا کہ ایک درجہ درمیان میں اور باقی ہے تو وہ بھی درجہ ہے۔

وِلایت

قدسیہ: وَلایت (واؤ پر زبر کے ساتھ) اس قرب کو کہتے ہیں جو بندہ کو حق سبحانہٗ تعالےٰ سے ہوتا ہے۔ وِلایت (ولایت زیر کے ساتھ) اس کمال کو کہتے ہیں جو خلق میں مقبولیت پیدا ہونے کا سبب ہوتا ہے اہل عالم اسی سے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ اس کمال کا تعلق مکنونات

سے ہے۔ کرامتیں اور تصرف اسی قسم میں داخل ہیں۔

ایک شخص نے حاضرین سے سوال کیا کہ برکات الٰہی جو مستعدوں کو پہنچتی ہیں ان کا شمار کس قسم میں ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ ولایت بالفتح سے ہیں۔ اثنائے بیان میں طالبوں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے حضرت نے فرمایا کہ جب مرید کا آئینہ پیر کے آئینہ کے مقابل ہوتا ہے۔ مرید کے آئینہ پر بقدر مناسبت پرتو پڑتا ہے۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ بعض کو ولایت ان دو قسموں سے ایک ہی حاصل ہوتی ہے اور بعض کو دونوں میں کامل حصہ ملتا ہے یا کسی شخص کو ایک میں زیادہ اور دوسرے میں کم حصہ ملتا ہے۔

مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم میں ہمیشہ ولایت (بفتح) ولایت (بالکسر) پر غالب رہتی ہے آپ نے فرمایا کہ اگر اس عالم کا کوئی مقتدار انتقال کر جائے تو ولایت (بالکسر) کو اپنے کسی مخلص کے حوالے کر دیا جاتا ہے اور ولایت (بفتح) کو اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ کسی لغزش کی وجہ سے ولایت (بکسر) ولی سے چھین لی جاتی ہے۔ چنانچہ نفحات میں قصہ ابن الفارس میں پیر بقال کی نماز جنازہ کے امام کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

اولیاء اللہ گناہ کبیرہ سے محفوظ نہیں ہیں[۱]

قدسیہ: اولیاء اللہ گناہ کبیرہ سے محفوظ نہیں ہیں اگر ان سے اتفاقاً کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو اس سبب سے یہ کہہ دینا کہ وہ ولایت سے خارج ہو گئے جہالت کی بات ہے بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ ہمیشہ یا اکثر کون سی منزل میں رہتے ہیں اس حال میں اگر کبھی ان سے کوئی لغزش بشریت کی وجہ سے ہو جائے تو اس میں ان کو معذور رکھنا چاہیے۔

قدسیہ: ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص حضرت حق سبحانہٗ میں اقرب ہو، یعنی اضمحلال (نیست و نابود ہونا) اور استہلاک رکھتا ہو۔ مگر اکرم نہ ہو جیسے کہ کسی شخص نے مقامات طے کئے ہوں اور بزرگی حاصل کی ہو مگر استہلاک اور اضمحلال کا نتیجہ اس عالم میں نہ پایا ہو تو وہ خدا کے پاس اکرم ہے۔ آیت اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (بے شک اللہ کے ہاں تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے پ ۲۶ ع ۱۴) اس پر ناطق ہے۔

---

[۱] یہ عنوان حضرت مولانا محمد حسین پسرور ی رحمۃ اللہ علیہ کے نسخہ پران کے قلم سے حاشیہ پر لکھا ہوا تھا۔ ۱۲

جذب ومحبت

قدسیہ : جذب اور محبت کا طریق بے شک موصل ہے اس کا رخ سوائے حق سبحانہٗ کے اور کسی طرف کو نہیں ہوتا ہے بخلاف دوسرے طریقوں کے اکثر ان میں اپنا رخ انوار کی طرف رکھتے ہیں۔ بالآخر بعض تو انہی انوار میں رہ جاتے ہیں اور یہ انجذاب اور محبت تمام افرادِ انسانی میں موجود ہے مگر چھپا ہوا رہتا ہے۔ چنانچہ اکابر مشائخ نقشبندیہ قدس اسرارہم اسی انجذاب سے تربیت کرتے ہیں۔

رؤیت بالبصر

قدسیہ : رویت بالبصر بعد موت کے ہوگی کیونکہ رویت انکشافِ تام کا نام ہے اور جب تک روح اس بدن سے متعلق ہے انکشاف تام نہیں ہوسکتا چاہے کتنی ہی بے تعلقی کیوں نہ ہو جاتے کم سے کم علاقہ حیات تو ضرور باقی رہے گا۔ جب تک صرافت اصلی نہ پیدا ہو۔ تعلق خودی کا باقی ہے۔

حصولِ ذوق ووجدان

قدسیہ : اگر کوئی شخص نیت صحیح اور اعتقاد درست سے راہ حق سبحانہٗ میں داخل ہوا اور آداب شریعت کما حقہٗ (جیسا کہ اس کا حق ہے) بجالائے۔ اس کو درویشوں کے اذواق اور مواجید اس عالم دنیا میں ساری زندگی نصیب نہیں ہوتے۔ البتہ موت کے بعد دیئے جاتے ہیں۔ بلکہ اس کو اس عالم سے رخصت ہوتے وقت اس دولت سے مشرف کر دیتے ہیں۔ احکام شریعت کی رعایت اور اخلاص اور توجہ بحق سبحانہٗ کی ہمیشگی بہت بڑی دولت ہے۔ کوئی ذوق اور وجدان اس نعمت سے زیادہ نہیں ہوسکتا۔ مصرعہ

این داشتہ باش گو دگر ہیچ مباش

چاہے آدمی کچھ حاصل نہ کرے مگر اسکو ضرور حاصل کرے

حق تعالیٰ کا قرب و اتصال

قدسیہ : بندہ کا ذات حق سبحانہٗ تعالیٰ کے ساتھ قرب اور اتصال اور تعلق کا اثر اس سے زیادہ نہیں ہے کہ اس کو خدا سے دائمی آگاہی اور آرام حاصل ہو جاتا ہے جو اس کو فنا کی طرف کھینچتا ہے۔ جب یہ نسبت حاصل ہو گئی تو سالک اس کے حصول سے مرتبہ ولایت سے مشرف ہو گیا اور وہ کمالات جو حصول مقامات اور تجلیات اسماء وصفات میں دوسرے طریقوں سے سالکوں کو بالتفصیل حاصل ہوتے ہیں اور شئے ہیں حق سبحانہٗ تعالیٰ کے ساتھ قرب واتصال کی نسبت کا حصول مرتبہ ولایت خاصہ تک پہنچاتا ہے اس سلسلہ کے سالکوں

کی سرحد فنا میں پہلے ہی داخل ہو جاتی ہے اور مقام اندراج نہایت در ہدایت جس کی طرف ہمارے اکابر سلسلہ نے اشارہ فرمایا ہے، حاصل ہو جاتا ہے۔

ارشاد خلق کے اسباب

قدسیہ: بزرگوں کی آمادگی تربیت وارشاد خلق کے لئے تین سببوں میں سے کوئی ایک ہوتا ہے یا حق سبحانہٗ کی طرف سے انہیں الہام ہوتا ہے یا ان کے پیر کا حکم یا مخلوق پر ان کی شفقت۔ یعنی جب وہ مخلوق کو گمراہ دیکھتے ہیں اور گمراہی کو مخلوق کے لئے باعث عذاب ضرور جانتے ہیں تو نہایت شفقت کی وجہ سے ان سے عذاب کا دفعیہ چاہتے ہیں پس شفقت کا مقتضا یہی ہے کہ شریعت کے رواج دینے کے حکم کو اپنے آپ پر لازم کر لیں اور خلق کو وعظ و نصیحت سے آداب کی حفاظت اور شریعت کے قائم رکھنے کی ہدایت کریں جیسے کہ علم فقہ و حدیث کا پڑھنا پڑھانا اور اس پر ان سے عمل کرانا۔ مگر ان کو واصل بحق کر دینا شفقت کی شرط نہیں ہے۔ یہ بالائی شفقت ہے۔ اس طریقہ کی تربیت کا مقصد ایمانی کشش ہے۔ جس کی دعوت تمام انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام دیتے آئے ہیں۔

مکاشفات اور خطا

قدسیہ: تحقیق یہ ہے کہ بعض جگہ ان مکاشفات میں جن میں کہ خیال کو دخل ہوتا ہے خطا ہو جاتی ہے مگر ان علوم یقینی میں جو اس ادراک پر وارد ہوتے ہیں خطا کو دخل نہیں ہوتا ہے اور اس میں خطا جو ہو جاتی ہے اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ کسی مسئلہ کے علم میں ان سے اپنی بعض مبادیات کو جو اس کے نزدیک یقینی طور پر مسلم اور مقرر ہیں اس میں ملا لیتا ہے۔ ان کے ملنے سے اس میں یہ بات پیدا ہو جاتی ہے ورنہ خطا کو علم الہامی سے کیا علاقہ۔ چنانچہ علوم عقلیہ کے علماء جو قوانین منطقی کی رعایت ملحوظ رکھتے ہیں کبھی ان کی فکر میں بھی بعض مقدمات مقررہ بیرونی کی مداخلت کی وجہ سے جس کو منطقی خیال کرتے ہیں۔ نتیجہ میں غلطی ہو جاتی ہے ورنہ منطق وہ علم ہے کہ اس کی رعایت ذہن کو خطا سے محفوظ رکھتی ہے اگر وہ قواعد منطق ہی کو بلا مداخلت مقدمات بیرونی استعمال کرتے تو ہرگز خطا نہ ہوتی۔

کشف کی ضرورت اور قسمیں

اس موقع پر حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ متوجہان الی اللہ کو کشف کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ کشف کی دو قسمیں ہیں اوّل دنیوی کشف یہ کشف کسی کام نہیں آتا دوسرا اُخروی کشف یہ کشف کتاب

اور سنت میں بالصراحت مذکور ہے جو عمل کرنے کے لئے کافی ہے کوئی کشف اس کی برابری نہیں کر سکتا

توحید

قدسیہ: توحید حاصل کرنا چاہیے اور توحید محققین متکلمین کی یہ ہے کہ لَامُؤَثِّرَ فِی الْوُجُوْدِ اِلَّا اللّٰہُ سوائے خدائے پاک کے وجود میں کوئی موثر نہیں ہے یعنی اپنی تمام قدرت کو حق کے حوالہ کرنا اور خود کو اس قدرت سے خالی پانا اگرچہ بعض متاخرین علماء قدرت موثرہ کو بندہ کے لئے بھی فی الجملہ ثابت کرتے ہیں اور ان کی توحید لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔ مگر مذہب اصح وہی ہے کہ لَا مُؤَثِّرَ فِی الْوُجُوْدِ اِلَّا اللّٰہُ اور صوفیہ جس طرح کہ فعل و قدرت کو منسوب بحق رکھتے ہیں بقیہ ساتوں صفاتِ الٰہیہ یعنی علم و سمع و بصر و حیات و ارادہ کلام کو بھی حق کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

ایمان

قدسیہ: اکثر محققین کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص خدائے بزرگ و برتر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان تحقیقی لائے تو پھر ان کا ایمان کبھی رد نہیں ہوتا ہے اور جو شخص ایمان لانے کے بعد مردود ہو گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا ایمان تحقیقی نہ تھا بلکہ تقلیدی کی حد تک تھا شافعیہ کے مقولہ اَنَا مُؤْمِنٌ اِنْشَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی کا یہی مطلب بعض علماء نے بیان کیا ہے۔

مراقبہ

قدسیہ: مراقبہ کی حقیقت انتظار ہے اور انتظارِ طلب میں صفائی مقصود ہوتی ہے اس حالت میں کہ طالب اسی قوت اور طاقت سے نکل گیا ہو اور خدائے جل شانہٗ کے لقا کا مشتاق اور اس کی خواہش میں مستغرق ہوا ہو (جَلَّ ذِکْرُہٗ) اور قوت کی دید گوشش کا غبار ہے اور آستانہ کا انتظار کرنا حق کی کشش ہے۔ ایسا مراقبہ سوائے منتہی یا قریب الانتہا شخص کے دوسرے کو حاصل نہیں ہوتا۔ اسی لئے ابو الجناب نجم الدین کبریٰ قدس سرہٗ نے ان دس اصلوں میں سے جن میں موت بالارادہ کو بیان کیا ہے۔ اس مراقبہ کو نویں اصل قرار دیا ہے لیکن مبتدی عاشق کو منتہی کی تقلید کرنی چاہیے اور اپنے آپ کو اپنی طاقت اور قوت کی دید سے نکال کر انتظار میں رہنا چاہیے وہ تمام مراقبات جو مطلوب کو مثالوں اور خیال کی شکل میں مقید کر کے پیش کرتے ہیں اس مراقبہ سے کم درجہ کے ہیں ؎

ہر چہ پیش تو پیش ازاں رہ نیست	جو کچھ کہ تم دیکھ رہے ہو اور اس سے آگے کوئی راستہ
عافیتِ فہم تست اللہ نیست !	نہیں وہ تمہاری سمجھ کے بموجب ہے وہ خدا نہیں ہے

قدسیہ: عین الیقین ذات حق سبحانہٗ سے یہ مراد ہے کہ ذات حق کا علم حضوری اسماء و صفات

کے پردہ میں ہو اور حق الیقین سے مُراد یہ ہے کہ یہ جان لیں کہ علم عین الیقین علمِ حضوری ہے
اور عالم عین معلوم ہے۔ تجلی صوری مقامِ کمالِ توحید میں پہنچنے سے پہلے داخل عین الیقین نہیں ہے کیونکہ
ادراک میں جو کچھ آسکتا ہے وہ صورت سے زیادہ نہیں ہے۔ اس علم کے ساتھ کہ وہ صورت مدرکہ علم
حق سبحانہٗ کی ہے اسی طرح تجلی معنوی بھی داخل توحید نہیں ہے کیونکہ اس میں بھی حاضر مدرکہ صورت
علمیہ معلومات حق سبحانہٗ تعالےٰ سے ہے لیکن مقامِ کمالِ توحید پر پہنچنے کے بعد تجلیات مذکورہ داخل
عین الیقین اور داخل حق الیقین ہیں۔ بلکہ اس مقام میں سوائے تجلی ذاتی نے اور کوئی تجلی نہیں ہوتی
ہے کیونکہ حقیقت میں سوائے احدیت مجردہ کے اور کچھ نہیں رہا۔ یعنی اے موحدِ کامل، صاحبِ ذوق
یہ کچھ اسرار یعنی فرق تجلی ذاتی اور تجلی معنوی کے مابین ہم نے بیان کیا۔ اس سے آگاہ رہو اگرچہ تجلی
معنوی بھی پردہ اسماء و صفات میں ہے الحاصل جو چیز کہ ادراک میں آسکتی ہے۔ وہ تجلی اس کی جانب
منسوب ہے پس ان اسرار کو خوب سمجھو۔

توکل

قدسیہ: توکل یہ نہیں ہے کہ اسباب کو چھوڑ کر بیٹھ جائیں۔ کیونکہ یہ بے ادبی ہے بلکہ
توکل کا مطلب یہ ہے کہ اسباب مشروع یعنی کتابت وغیرہ فنون کو اختیار کریں۔ اور سبب کی طرف نظر
نہ کریں۔ کیونکہ سبب مثل دروازہ کے ہے۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے مسبّب کی طرف پہنچنے کا ذریعہ بنایا
ہے۔ پس اس حالت میں اگر کوئی شخص دروازہ کو اس امید پر بند کرلے کہ اوپر سے اس کا رزق آجائے
گا۔ اس نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ بے ادبی کی کیونکہ یہ دروازہ اسی کا بنایا ہوا ہے اور اس پر دلیل ہے
کہ وہ اسی کا کھولا ہوا ہے اسے بند نہ کرنا چاہیے، چاہے وہ دروازے سے بھیجے یا غیب سے
عطا کرے۔ یہ اس کا اختیار ہے۔

فضیلت سلسلہ نقشبندیہ

قدسیہ: تمام مشائخین قدس اللہ اسرارہم کے طریقوں میں
طریقۂ علیہ احراریہ نقشبندیہ زیادہ تر قریب اور اعلےٰ ہے ان
کی پہلی داخلی بسیط ادراک میں ہوتی ہے۔ جو جہت خلق پر جہت حق کے غلبہ اور تجلی انوار ذات اور
وجہ خاص کے ظہور کا مقام ہے اس کی ابتدائی حالت کو جو ادراکات مرکب کی مغلوبیت اور صبح
سعادت کے آغاز کا ظہور ہے۔ حضور اور آگاہی کہتے ہیں اور جب غلبات کشش اور انجذابات
ادراکات کے درمیان سے نگاہ کی رخصت ہستی اٹھا لیتا ہے بلکہ اس کو صفت آگاہی کا بھی شعور

باقی نہیں رہتا ہے تو اس حالت کو فنا اور فناءِ الفنا کہتے ہیں۔ اس نسبت کے تواتر کو وجود عدم کہتے ہیں۔ بلکہ اس نسبت متواترہ کے ظہور کو ایک بڑے مرتبہ کی چیز خیال کیا جاتا ہے ؎

وصل اعدام گر توانی کرد   کار مردانِ مرد تانی کرد!

ترجمہ: وصل اعدام اگر تم کو حاصل ہو جائے تو بڑی جواں مردی ہے۔

اسی وجہ سے اس حالت کے ظہور کے وقت کہا جاتا ہے کہ وجود عدم وجود فناتک موصل ہوگیا۔ غالباً اس فنا میں صفات بشریت کی فنا مراد لی گئی ہے۔ پس جب حق سبحانہٗ محض اپنی عنایت سے ایسا نور عطا فرمائے جس کے پرتو میں اس نور کو دیکھا جا سکے کیونکہ حق سبحانہٗ تعالےٰ کی حضوری کا ایک پرتو اوصافِ ذات الٰہی کا ہے تو اس وقت سالک فنا حقیقی سے مشرف ہو جائے گا نہ اس کا نام باقی رہے گا اور نہ نشان۔ اس وقت جو کچھ اس کی طرف منسوب ہو وہ سب اصل کی طرف پہنچے گا۔ یہ مقام مقام بقا باللہ ہے اور اس وجود کو وجود فنا کہتے ہیں۔

اکابر طریقت قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ وجود فنا وجود بشریت کی طرف لوٹایا نہیں جا سکتا۔ یعنی اس امر پر عادت اللہ جاری ہے کہ سالک فانی اپنے اوصاف کی طرف رد نہیں کیا جاتا اسی منزل میں ناقصوں کی تکمیل مکمل ہوتی ہے۔ اس کشف کو کشف غلبہ کہتے ہیں اور تجلی ذاتی اور شہود ذاتی اور یادداشت کے نام سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ[1] کا حقیقی مطلب اسی مقام پر ظاہر ہوتا ہے اور دیدار اخروی کو بھی اسی منزل میں ثابت کیا جاتا ہے اور فرق احسان اور دید میں ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ صاحب جمال کا بوقت صبح اور بوقت اشراق مشاہدہ کرنے میں ہوتا ہے۔

اکابر طریق قدس اللہ اسرارہم نے کہا ہے کہ اگرچہ انکشافات ذاتی بصیرت کی صفت ہے۔ بصر کی نہیں ہے لیکن جب حق سبحانہٗ نے خبر دی ہے کہ پارہ چشم کو بھی اس دید میں دخل ہوگا۔ اس لئے ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اگر حق تعالیٰ یہ فرماتا کہ ہم اپنے دیدار میں تمہاری پیشانی کو دخل دیں گے تو ہم اس پر بھی ایمان لے آتے مَا نَظَرْتُ فِیْ شَیْءٍ[2] اِلَّا وَرَاَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ

---

[1] اپنے خدا کی ایسی عبادت کر گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے (مشکوٰۃ کتاب الایمان) [2] جب کسی چیز کو میں دیکھتا ہوں اللہ تعالےٰ کو اس میں یا اس سے پہلے یا اس کے ساتھ دیکھتا ہوں۔

اَدْ قَبْلَہٗ، اَدْ مَعَہٗ کے شہود کا اس طائفہ کے اصول کی بازیابی سے پہلے اور اس کی تصدیق سے قبل کچھ اعتبار نہیں کرتے ہیں اور اس شہود کو معائنہ نہیں کہتے ہیں جیسا کہ بعضوں نے کہا ہے۔ ان لوگوں کی زیادہ تر کوشش کشفِ غلبہ میں ہوتی ہے۔ اس نسبت کے غلبات میں نسبت کثرت صفاتیہ بھی اس کی نظر سے محو ہو جاتی ہے وہ فعل اور صفت سے سوائے ذات کے اور کچھ نہیں دیکھتے اور عرصہ وجود میں سوائے ایک ذات بحت کے ان کی نظر میں اور کچھ باقی نہیں رہتا۔ یہ مقام انبیاء اور اولیاءً کی انتہا کا ہے اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی وَلَیْسَ وَرَاءَ الْعَبَّادَانِ قَرْیَۃٌ بے شک آپ کے رب کی طرف انتہا ہے اور عبادان سے آگے کوئی گاؤں نہیں ہے۔

قدسیہ: قطع علاقہ سے مراد یہ ہے کہ دل دنیا اور آخرت کی تمام نعمتوں سے رہا ہو جائے اور تمام احوال و مشاہدات سے یکسوئی اور بے نیازی ہو جائے اور کشش و قلق دائمی احدیت کی طرف پیدا ہو۔

قدسیہ: حرکت قلبی جب موافق حرکت دوری کے ہو جائے تو سمع دل یا سمع خیال سے کلمہ اللہ مسموع ہوتا ہے اس سے مراد گوشت پارۂ صنوبری کا ذکر ہے اس کو ذکر قلبی بھی کہتے ہیں مگر یہ ذکر اعتبار سے باہر ہے۔ ذکر قلبی سے مراد جناب حق سبحانہٗ کی حضوری اور اس کا شہود ہے اور جب یہ بات حاصل ہو جائے اور دل اغیار کے خطروں سے رہائی پائے تو ذکر چھوڑ کر اس حالت کی محافظت کرنی چاہیے جب اس میں کمی پیدا ہو تو ذکر کرنا چاہیے یہاں تک کہ شہود کی یہ دولت قائم ہو جائے تو اس وقت اس دولت کے ساتھ ذکر کو جمع کر کے الطاف بے نہایت الٰہی کا منتظر رہے۔ اس کے بعد کہنے اور پوچھنے کی بات نہیں۔

قدسیہ: جب تک حضور ذاتی اور وحدت صرف میں استغراق و استہلاک کا ظہور نہ ہو اس سلسلہ کے اکابر اس کو فنا نہیں کہتے۔

کرامت: کہتے ہیں کہ ایک جوان خراسانی مدتوں سے مزار حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہٗ کا مجاور بنا ہوا تھا اور حضرت کی روحانیت سے ہمیشہ التماس کیا کرتا تھا کہ مرشد کامل و مکمل کا پتہ بتائے تاکہ وہ اس کی خدمت میں پہنچ کر کسب کمال کرے ایک رات حضرت قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہٗ نے اس کو واقعہ میں فرمایا کہ ان دنوں ایک بزرگ سلسلہ نقشبندیہ کے شہر دہلی میں آئے ہوتے ہیں۔ تم ان کی خدمت میں جاؤ، جب وہ بیدار ہوا تو حضرت کی خدمت میں آیا اور شب کے واقعہ

کو آپ سے عرض کیا۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے نہایت تواضع اور انکساری سے فرمایا جیسا کہ آپ کی عادت تھی کہ فقیر اپنے آپ کو اس ارشاد کا اہل نہیں سمجھتا ہے وہ بزرگ کوئی اور ہوں گے وہ شخص اپنے مکان کو واپس چلا گیا۔ دوسری شب میں پھر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہٗ اس پر ظاہر ہوئے اور فرمایا کہ جس بزرگ کا ہم نے پتا بتا دیا ہے وہ وہی ہیں جن کی خدمت میں تم گئے تھے۔ اور ان کے انکسار کو تم نے دیکھا۔ پھر وہ شخص دوسرے روز حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں آیا اور واقعہ شب گذشتہ کو عرض کیا اور التجا و نیازمندی بجا لایا۔ اور کہا کہ میں اب آپ کے آستانہ سے نہیں اٹھوں گا چاہے آپ قبول کریں یا نہ کریں ؎

تو خواہی آستیں افشاں و خواہی دامن اندر کش	آپ چاہے آستیں لٹکائیں یا سمیٹ میں رکھیں
مگس ہرگز نخواہد رفت از دکان حلوائی	مکھی کسی طرح حلوائی کی دکان سے نہیں جائے گی

حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو اس کی حالت پر رحم آیا اور اس کو قبول کی بشارت دی۔ اور تھوڑی ہی مدت میں حضرت کی خدمت میں مرتبۂ کمال کو پہنچ گیا۔

تصرف حضرت باقی باللہؒ

کرامت: حضرت خواجہ قدس اللہ سرہٗ کی اور کرامتوں میں سے ایک بہت بڑی کرامت یہ بھی ہے کہ حضرت تین چار[1] سال سے زیادہ ہدایت اور ارشاد میں مشغول نہیں ہوتے مگر اس تھوڑی سی مدت میں بندگان خدا میں آپ نے ایسا تصرف کیا کہ اکثر مشائخ وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ سے تلقین پاتے اور آپ کے انوار و برکات تمام روئے زمین میں سرایت کر گئے کہ جہاں کوئی طالب خدا تھا وہ آپ کی خدمت میں دوڑا چلا آیا۔ اس تھوڑی مدت میں ہندوستان سمرقند ہو گیا اور طریقۂ عالیہ نقشبندیہ احراریہ جو ہندوستان میں عنقا کا وجود رکھتا تھا، پورے طور سے مشہور ہو گیا۔ اور پھیل گیا ؎

چہ بادہ الست کہ از نشۂ آں جہاں مست است   زمانہ مست و زمین مست و آسمان مست است

ترجمہ: شل شراب کی کہ اسکے نشہ سے جہاں مست ہے زمانہ مست، زمین مست اور آسمان مست ہے

---

[1] خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہاں لکھا ہے کہ آپ تین چار سال سے زیادہ رشد و ہدایت میں مشغول نہ ہوتے۔ لیکن زبدۃ المقامات (صفحہ ۲۸) میں ہے کہ آپ دو تین سال سے زیادہ اس کام میں مشغول نہیں ہوتے اور یہ کہ آپ نے یہ کام پھر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دیا (دفتر دوم صفحہ ۲۲ میں بھی یہی واقعہ ہے۔ ۱۲
(ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں)

حضرت خواجہؒ کی ابتدا ہو تشریف آوری دہلی کے وقت وہاں کے بعض مشائخ بزرگ نے حضرت کے ظہور سے غیرت کھائی یا اور بہت توجہات و دعوے کئے آخر اس سے انہوں نے کوئی فائدہ نہ اٹھایا اور نفع کے عوض نقصان پایا۔ مجبوراً حضرتؒ کی خدمت میں آئے اور مخلصان حقیقی میں شامل ہو گئے

کرامت: خواجہ برہان الدین ہندی قدس سرہٗ نے اپنے اکابر سے نسبتیں اور اجازتیں حاصل کیں۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور حصول فیض کی درخواست کی حضرت نے ان کو رابطہ کے لئے حکم دیا وہ متعجب ہوتے کہ یہ حکم مبتدیوں کے لئے مناسب حال ہے اگر حضرت کچھ مراقبہ عالی کے لئے حکم فرماتے تو بہتر ہوتا۔ مگر چونکہ حضرت خواجہ سے اعتقاد درست رکھتے تھے اس لئے رابطہ میں مشغول ہو گئے۔ دو دن نہیں گزرے تھے کہ حضرت خواجہؒ کی صورت نے جس کو وہ محفوظ رکھتے تھے اور حضرت نے اس کا حکم دیا تھا۔ ان پر غالب ہوئی اور نسبت عظیم نے ان پر غلبہ کیا یہاں تک کہ ان پر سکر اور بے خودی کا غلبہ اس درجہ ہو گیا کہ عظیم شب خیزی اور بھوک کے باوجود اس حال میں اختیار سے نکل گئے اور زمین سے دو گز اوپر اچھلتے اور اپنے آپ کو دیواروں اور درختوں سے دے دے مارتے تھے حالانکہ جوانان قوی ہیکل آپ کو اس حالت میں سنبھالتے تھے مگر آپ ان کے اختیار میں نہیں آتے تھے

کرامت: نقل ہے کہ ایک دفعہ خطیب صاحب منبر پر تھے اور حضرت خواجہ قدس سرہٗ منبر کے سامنے تشریف فرما تھے اچانک خطیب صاحب کی نگاہ آپ کے جمال مبارک پر پڑی۔ اسی وقت ان کے اعضا میں لرزہ پڑ گیا اور اس حالت کا ان پر ایسا غلبہ ہوا کہ بولنے کی طاقت نہ رہی اور بے اختیار ہو کر منبر سے زمین پر گر پڑا۔

تصرّف حضرت خواجہؒ

کرامت: ماہ رمضان المبارک میں ایک دفعہ سحر کے وقت ہمارے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز نے خادم کے ہاتھ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں فالودہ بھیجا۔ خادم نے سادہ لوحی سے دروازہ کھٹکھٹایا اپنے اس وقت کسی کو بیدار نہ کیا اس لئے خود دروازہ پر تشریف لائے اور فالودہ کا کٹورہ خادم کے ہاتھ سے لے لیا۔ اور فرمایا کہ تیرا نام کیا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ میرا نام بابا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ چونکہ تو ہمارے شیخ احمد کا خادم ہے اس لئے تو ہمارے ساتھ ہے۔ یہ فرما کر حضرت خواجہ محل میں تشریف لے گئے اور خادم واپس ہوا۔ حضرت خواجہؒ کے دولت حضوری سے

علیحدہ ہونے کے ساتھ اس تصرف کی وجہ سے جو حضرت نے اثنائے کلام میں اس پر کیا تھا۔ ایک نسبت اس پر غالب ہوئی اور بکاو فریاد و آہ و نعرہ وفغاں کرتے ہوئے گرتے پڑتے ہمارے حضرت مجدد علیہ رحمۃ کی خدمت میں پہنچا۔ حضرت نے اس سے پوچھا تیرا کیا حال ہے؟ وہ اسی مستی اور آشفتگی کی حالت میں کہتا تھا کہ میں ہر جگہ، ہر چیز میں ایک نور بے رنگ، بے نہایت دیکھتا ہوں جس کا بیان نہیں کر سکتا۔ ہمارے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ یقیناً حضرت خواجہ سے یہ بے چارہ مقابل ہوا ہے کیونکہ اس آفتاب عالم تاب کے تقابل سے اس ذرہ پر ایک پرتو پڑا ہے۔ دوسرے روز آپ نے شب کا قصہ حضرت خواجہ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت نے مسکرا کر ٹال دیا۔

کرامت: سنا گیا ہے کہ ایک فوجی افسر ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی ملاقات کے لئے آیا اس کا نوکر اس کا گھوڑا لئے ہوئے دروازے پر کھڑا تھا کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ استنجے کے لئے باہر تشریف لائے اچانک اس ولایت پناہ کی نگاہ بے چارے سائیس پر پڑ گئی۔ بے خودی اور جذبہ اس پر غالب ہوا اور گریہ وزاری شروع کی اور بے اختیار خاک پر لوٹنے اور مرغ بسمل کی طرح زمین پر تڑپنے لگا۔ آخر عصر سے شب کا ایک حصہ گزرنے تک اس کی وہی حالت بے قراری رہی پھر اس کا جنون بڑھا اور بازار کی طرف روانہ ہوا اور اسی حالت میں جنگل کی طرف دوڑتا ہوا نہ معلوم کہاں چلا گیا۔ اس کے بعد نہ اس کا کہیں کچھ پتہ چلا اور نہ کسی نے اس کی کچھ خبر دی۔

کرامت: سیدی وسندی میر محمد نعمان سلمہ اللہ الرحمان اس موتف حقیر سے تذکرہ فرماتے تھے کہ ان کی لڑکی کی ایک دایہ تھی انہوں نے اس کو ہر چند ہدایت کی کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی مرید ہو جائے مگر وہ ہمیشہ انکار ہی کرتی رہی۔ ایک روز وہ کسی تقریب سے لڑکی کو حضرت خواجہ کی خدمت میں لے گئی۔ انہوں نے اس عاجز کی لڑکی کو گود مبارک[۱] میں لے کر اس کے حال پر بہت کچھ مہربانی فرمائی۔ اس نے حضرت کی ڈاڑھی مبارک پر ہاتھ مارا اور اس کا ایک بال اس کے ہاتھ میں آگیا۔ حضرت نے فرمایا کہ میر محمد نعمان کی لڑکی ہم سے یادگار لے رہی ہے۔ عجیب نظر دوربین تھی کہ اسی زمانہ میں حضرت خواجہ

---

[۱] خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے میر محمد نعمان کی بچی کو گود میں لیا تو اس نے حضرت کی ڈاڑھی کا ایک بال نوچ لیا۔ اس کے بعد ہی آپ کا وصال ہوا۔ (یہی وہ بچی تھی جو ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ ہوئی۔ زبدۃ المقامات صفحہ ۱۸ (قبلہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب مدظلہ)

سے نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی اور حضرت کا وہ موئے مبارک آج تک ہمارے گھر میں بطور یادگار کے باقی ہے ؎

مرا از زلفِ تو موئے بسند است
فضولی مے کنم بوئے بسند است

مجھ کو آپ کی زلف کا ایک بال کافی ہے یہ بھی زیادہ سی بات ہے صرف اس کی بو ہی کافی ہے۔

جب وہ دایہ واپس آئی تو تھوڑی دیر کے بعد اس پر بے خودی اور جذبات کے آثار نمودار ہونے شروع ہوتے۔ بے تاب و بے قرار ہونے لگی۔ ہاتھ پاؤں مارتی تھی آخر کار بے خودی نے غلبہ کیا اور ایک چیخ مار کر بے ہوش ہو گئی۔ اس کے بائیں پہلو میں دل کی حرکت اس زور سے جاری ہو گئی کہ سب حاضر ہونے والیاں اس کا معائنہ کرتی تھیں۔ ایک مدت کے بعد جب اس کو ہوش آیا تو ہم نے اس سے پوچھا کہ تجھ پر کیا حالت گزری اور تو نے اس حال میں کیا دیکھا۔ اس نے کہا کہ حضرت خواجہ وقتاً فوقتاً عجیب و غریب ہیبت ناک شکلوں میں نمودار ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ میں بے ہوش ہو گئی۔ اس کے سوا اور میں کچھ نہیں جانتی۔ ہاں یہ جانتی ہوں کہ میرا دل اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہے۔

حضرت میر محمد نعمان علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ ہم نے اس کا حال حضرت خواجہ سے عرض کیا آپ نے تبسم فرمایا اور اس کو طلب کر کے ذکر کی تعلیم دی۔ آج کل یہ عورت فیروز آباد دہلی میں صاحبِ حال عورتوں میں سے ہے۔

کرامت: حضرت میر صاحب موصوف نے فقیر سے یہ بھی بیان کیا کہ چند روز تک بعض واردات اور سوانح سکریہ برخلاف شریعت حقہ مجھ پر غالب ہوئے میں نے ہر چند اپنی توجہ سے ان کو دفع کرنا چاہا۔ مگر کامیابی نہ ہو سکی۔ مجبوراً حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے عرض کرنے کا ارادہ کیا جب میں مسجد میں پہنچا تو جماعت تیار تھی مگر ابھی تکبیر تحریمہ نہیں باندھی گئی تھی کہ میں بھی صف کے ایک طرف کھڑا ہو گیا اور حضرت خواجہ صف کی دوسری طرف تھے کہ میں نے ارادہ کیا کہ اس قبلہ حقیقی کے جمال مبارک پر نظر کر کے تحریمہ باندھوں۔ اتفاقاً میری نظر آپ پر اور آپ کی نظر مجھ پر ایک ساتھ پڑی پس حضرت کی نظر مبارک سے وہ حالت جس کے زائل ہونے کا میں ارادہ کر رہا تھا فوراً زائل ہو گئی۔

کرامت: حضرت میر صاحب نے مجھ سے بیان فرمایا کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے مرض وفات میں حضرت کی تیمارداری اور خدمت گاری ایک رات باری باری مجھ کو بھی پہنچی۔ اسی رات کو حضرت نے ایک نظر مجھ پر ڈالی اور ایک توجہ کی کہ اس کے اثر سے مجھ پر یہ حال غالب ہوا کہ جو کام مجھ سے صادر ہوتا تھا اس کی بابت یہ خیال پیدا ہونے لگا کہ آیا یہ کام حق تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے یا نہیں۔ چنانچہ ہر حرکت اور سکون اور قدم اٹھانے پر میرا یہی خیال قائم ہو گیا۔ اس کا راز جو مرض وفات میں حضرت نے مجھ کو بتایا تھا، یہ تھا کہ حضرت نے اپنے زمانۂ انتقال میں اپنے تسلیم اور رضا کے دریا بے پایاں سے ایک موج اور اس محیط بے کراں سے ایک قطرہ اس تشنہ جان کو پہنچا دیا تھا

کرامت: ایک روز ایک درویش صاحب حال وکشف نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے عرض کیا کہ میں آج کل اپنے کام میں بندش اور اپنے باطن میں ظلمت دیکھتا ہوں معلوم نہیں کہ کس گناہ کے سبب سے مجھ سے مواخذہ فرمایا گیا ہے۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے اس بارہ میں توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ لقمۂ طعام میں احتیاط ترک ہو گئی ہے اس نے عرض کیا کہ لقمہ وہی ہے جو ہمیشہ سے تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ بخوبی تلاش اور جستجو کرو۔ اس کے سوا اور کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی ہے۔ یقیناً اس کے کسی جزو میں فتور واقع ہوا ہے۔ جب اچھی طرح جستجو کی گئی تو معلوم ہوا کہ کھانا پکانے میں جو لکڑی دیگ کے نیچے جلائی جاتی ہے۔ اس میں ہی بے احتیاطی ہو گئی تھی۔

کرامت: ایک روز ایک درویش حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی نماز با جماعت میں حاضر ہوئے موسم جاڑے کا تھا اور ان کے پاس لحاف نہ تھا اس لئے ان کے دل میں خیال گزرا کہ اگر حضرت خواجہ مجھ کو لحاف عطا فرمائیں تو بہتر ہے۔ حضرت خواجہ نے سلام پھیرنے کے بعد فی الفور فرمایا کہ اس درویش کو لحاف دو۔ وہ درویش کہتا تھا کہ اس روز سے میں ہمیشہ خوف زدہ رہا کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی خطرہ جس سے حضرت کو ملال پہنچے میرے دل میں گزرے۔ فی الحقیقت آنحضرت قدس سرہٗ کا طریقہ بھی یہی تھا کہ مجلس شریف میں اگر کوئی خطرہ گزرتا تو فوراً آپ کے باطن پر ظاہر ہو جاتا آپ کا باطن لطیف مانند آئینہ کے تھا۔ سانس لینے کی گنجائش نہ تھی۔ اسی لئے حضرت خواجہ دونوں طرف اپنے مخلص احباب کو کھڑا کرتے تھے۔ کیونکہ اگر کوئی بے گانہ آجاتا تو فوراً اس کی غفلت اور

نقصان یا اس کے خطرات حضرت کے آئینۂ باطن میں ظاہر ہو جاتے تھے۔

کرامت: حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے ایک صاحبِ راز نے بیان کیا کہ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ ہندوستان سے ماوراء النہر جانے سے پہلے لاہور میں نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے ایک مسجد میں تشریف لے گئے اور میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اثناءِ نماز فرض میں حضرت کے سینۂ بے کینہ سے ایک آواز نہایت مہیب ظاہر ہوئی چنانچہ اس صف کے سب نمازی حیران ہو گئے۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرضوں سے فارغ ہونے کے بعد نہایت عجلت سے مسجد سے باہر تشریف لے آئے تاکہ یہ راز مخفی رہ جائے اس کے بعد آپ مسجد میں تشریف نہ لائے بلکہ اپنی قیام گاہ پر دو تین محرمان راز کے ساتھ نماز ادا فرماتے تھے۔

ان ہی صاحب نے یہ بھی بیان کیا کہ مکان مذکورہ میں جو دو تین شخصوں کے ساتھ حضرت خواجہ نماز ادا فرماتے تھے میں بھی ان میں تھا۔ ایک روز اثناءِ نماز میں میں نے دیکھا کہ حضرت خواجہ کا منہ مبارک جس طرح قبلہ کی طرف تھا اسی طرح ہماری طرف بھی ہے اور آپ ہماری طرف بھی دیکھ رہے تھے۔ اس حال کے دیکھنے سے میرے باطن میں رعشہ پیدا ہو گیا اور اسی طرح کانپتے ہوئے میں نے نماز مکمل کی۔ اور جو کچھ میں نے دیکھا تھا حضرت سے عرض کیا۔ ارشاد فرمایا کہ ان اسرار کو ہرگز کسی سے بیان نہ کرنا۔

قدسیہ: اربابِ بصیرت کے قلوب پر پوشیدہ و مخفی نہ رہے کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے ان دو عجیب کرامتوں کا ظاہر ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکمیل کی دلیل ہے بسبب اتباع سنت مرضیہ نبویہ کے علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کیونکہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اثناءِ نماز میں سینۂ بے کینہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ سے جوش و خروش ایک میل تک مسموع ہوتا تھا۔

نیز روایت کرتے ہیں کہ خیر البریہ علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ پشت سے بھی ایسا ہی ملاحظہ فرماتے تھے جس طرح کہ سامنے سے۔ لیکن سرور کونین علیہ الصلوٰۃ السلام کا ہر وقت یہی حال تھا اور حضرت خواجہ کو جو کہ اپنے وقت کے قطب تھے اور قطب کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ قدم بقدم حضرت رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہوتا ہے۔ پس آپ کو ادائے فرض کے وقت جو مومن کی معراج ہے یہ حال حاصل ہوا۔ یہ امر مسلم ہے کہ تابع کامل کو متبوع کے تمام کمالات سے حصہ ملتا ہے۔

کرامت ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ اپنے دست مبارک میں آئینہ لئے ہوئے تھے۔ ازواج مطہرات میں سے ایک کو فرمایا کہ آؤ ہم تم اکر آئینہ میں دیکھیں۔ وہ عفیفہ فرماتی ہیں کہ میں نے آئینہ میں آپ کو پیر سفید ریش دیکھا میں ڈر گئی اور کانپنے لگی اور میں نے کہا کہ مجھے ایسی چیزیں نہ دکھایئے مجھ میں ان باتوں کے دیکھنے کی تاب و طاقت نہیں ہے۔ آپ مسکرا دئیے اور خود کو اپنی شکل میں کہ آپ کی ریش مبارک سیاہ تھی دکھلایا۔

تصرّف ایک عزیز اکابر و فضلاء کبیر السن میں سے نقل کرتے ہیں کہ ایک روز میں نماز جماعت میں حاضر ہوا۔ اس جماعت میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ بھی تھے۔ پہلی صف میں جگہ نہ تھی مگر حضرت خواجہ کے پہلو میں درویشوں نے ادب کی وجہ سے کچھ جگہ خالی چھوڑ دی تھی۔ چونکہ مجھ کو حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے اعتقاد نہ تھا اور آپ کو میں آپ کی کم سنی کے زمانہ میں دیکھ چکا تھا۔ اس لئے ادب کا خیال نہ ہوا اور میں اس باقی ماندہ جگہ میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر نہ گزری تھی کہ اس کوہ عظمت کا دبدبہ مجھ پر غالب ہونا شروع ہوا۔ چنانچہ میں اپنے آپ کو اس حالت سے بے اختیار ہو کر روک رہا تھا۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ تو میں اس حد تک پہنچا کہ نماز کی حالت میں ہی تھوڑا تھوڑا پیچھے ہٹتا ہوا ایک کونے میں پہنچ گیا۔ یہاں تک کہ اگر میں ایک قدم پیچھے اور ہٹتا تو چبوترہ سے نیچے زمین پر گر پڑتا۔ آخر کار میں خبردار ہوا اور اس حال کے مشاہدہ سے آپ کے مخلصان حقیقی میں شامل ہوا۔

تصرّف کہتے ہیں کہ ایک عورت حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں آئی اور کہا کہ میں بانجھ ہوں۔ اس لئے میرا شوہر دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور بہت رنج اور بے قراری کا اظہار کیا۔ حضرت عصمت پناہ اس کو حضرت خواجہ کی خدمت میں لائیں اور اس کی خواہش بیان کی۔ اتفاقاً اس وقت خواجہ معجون فلاسفہ نوش فرما رہے تھے اور چھری سے کچھ حصہ معجون کا آپ نے تناول فرما لیا تھا اور کچھ اس پر باقی تھا۔ فرمایا کہ بالفعل مادۃ الحیات حاضر ہے اس کو کھا لے اور آج کی رات اپنے شوہر کے ساتھ بسر کرے۔ امید ہے کہ حاملہ ہو جائے گی۔ ولی نعمت نے مادۃ الحیات کو آنحضرت کے ہاتھ سے لے کر اس زن عقیمہ کو دیا۔ اس نے درستگی اعتقاد اور عقیدۂ کامل کے ساتھ اس کو کھایا اور وہ رات اپنے شوہر کے ساتھ بسر کی۔ حضرت خواجہ کے نفس نفیس کی برکت سے وہ عقیمہ عورت اسی رات حاملہ ہو گئی۔ اور اس کا شوہر دوسرے نکاح کے ارادہ سے باز آ گیا۔

کرامت: ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے گھوڑے کے سائیس کا لڑکا حضرت کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میرے باپ کے پیٹ میں ایسا درد ہے کہ وہ قریب المرگ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے بے زبان (گھوڑے) کا حق لے لیا ہے۔ اگر وہ اسے واپس دے دے تو اس کی صحت ہو جائے گی۔ لڑکے نے اپنے باپ کے پاس جا کر حضرت خواجہ کا کلام نقل کیا۔ اس نے کہا کہ حقیقت یہی ہے جو حضرت نے فرمائی، میں نے کچھ روغن اور دانہ آج لے لیا تھا۔ اس نے اسے واپس کر دیا۔ اسی وقت اسے صحت ہو گئی۔

کرامت: سلسلہ چشتیہ کے ایک شیخ زادہ صاحب نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر طریقہ نقش بندیہ اخذ کیا تھا اور وہ حضرت ہی کی خدمت میں عمر بسر کیا کرتے تھے۔ اتفاقاً ان کو سخت بیماری عارض ہوئی جس سے قریب بہ ہلاکت ہو گئے اور لوگوں نے ان کی زندگی سے ہاتھ دھو لئے اور مایوس ہو گئے۔ بعض اصحاب حقیقت نے ان کی شدت مرض کی کیفیت حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کی۔ ارشاد فرمایا کہ ان کے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ اس طریقہ کو ترک کر کے اپنے بزرگوں کی نسبت پیدا کرنی چاہیے اور اپنے آبائی سلسلہ کو اختیار کرنا چاہیے۔ ان کا یہ خیال ہم پر ظاہر ہوا اور ہمارے دل کو رنج گزرا اور غیرت پیدا ہوئی۔ اسی وجہ سے یہ مرض پیدا ہوا ہے ان سے کہو کہ اس خیال سے توبہ کریں تاکہ اس ہلاکت سے رہائی پائیں۔ لوگوں نے یہ قصہ ان سے بیان کیا اور اس سرگزشت سے خبر دی انہوں نے کہا کہ واقعہ یہی ہے جو حضرت نے فرمایا۔ مجھ کو خیال ہوا تھا کہ طریقہ حضرت کو ترک کر کے نسبت آبائی اختیار کر دوں پھر وہ بڑے نادم ہوئے اور توبہ کی، ان کا مرض صحت میں تبدیل ہو گیا۔

کرامت: ایک روز آپ کا ایک مرید حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ ان کی بیوی سخت بیمار ہے اور حس و حرکت سے عاجز ہو گئی ہے ہم اس کی زندگی کی امید نہیں رکھتے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ تم اپنے مکان پر جاؤ اور ایک چادر اپنی بی بی کو اڑھا دو۔ چنانچہ وہ صاحب مکان میں گئے اور ایک چادر اس بیمار عورت کو اڑھا دی۔ حضرت خواجہ ان کے مکان میں تشریف فرما ہوئے اور اس بیمار کے سائبان کے پاس کچھ دیر کھڑے رہے اور دفع مرض کے لئے اس پر توجہ کی۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس کو صحت ہو گئی۔ پھر آپ باہر تشریف لے آئے اور وہ

صاحب حضرت کو رخصت کرنے کے لئے اپنے دروازے تک باہر آئے۔ حضرت خواجہ نے اسے رخصت فرمایا اور جب وہ گھر واپس لوٹے تو دیکھا کہ ان کی بیوی صحیح اور تندرست بیٹھی ہوئی ہے۔ اور مرض کا کوئی اثر اس پر باقی نہیں رہا۔

کرامت: ایک دفعہ حضرت کے ایک ہمسایہ پر نائب حاکم نے دست ظلم دراز کیا۔ اور اس کو گھر سے نکال دینا چاہا۔ جب یہ واقعہ حضرت خواجہ تک پہنچا۔ حضرت غضبناک ہو کر نکلے اور اس ظالم سے فرمایا کہ اس محلہ میں فقراء رہتے ہیں۔ جب تک ہو سکے درگزر کرو۔ وہ اس ظلم سے باز نہ آیا۔ حضرت نے فرمایا کہ ہمارے حضرات خواجگان بہت غیرت مند ہیں۔ صرف تیری جان ہی نہیں بلکہ بہت سی جانیں برباد ہو جائیں گی۔ دو تین روز نہ گزرے تھے کہ وہ ظالم چوری کی علت میں گرفتار ہوا اور خویش اقرباء کے ساتھ قتل کیا گیا۔

کرامت: جس زمانہ میں کہ حقائق آگاہ خواجہ حسام الدین احمد دنیا ترک کر کے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں مشغول بطریقت تھے۔ ابوالفضل نامی ایک لڑکا آپ سے قرابت رکھتا تھا اور ہمیشہ آپ کے کاموں میں مزاحم ہوتا اور فقر سے غنا کی طرف آپ کو کھینچتا۔ خواجہ نے اس ابوجہل وقت دشمن دین احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایذرسائی کو حضرت خواجہ سے عرض کیا اور اپنی دل تنگی کا اظہار کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اطمینان رکھو اس ملحد دین کا کام چند روز میں الٹ پلٹ ہو جائے گا۔ پس جس طرح کہ حضرت خواجہ نے ارشاد فرمایا تھا ویسا ہی ظاہر ہوا۔ اور وہ انہی دنوں میں مقتول اور مخذول ہوا اس کی تاریخ قتل یہ کہی گئی ہے مصرعہ

تیغ اعجاز رسول اللہ سر باغی برید

ترجمہ: حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزہ کی تلوار نے باغی کا سر کاٹ لیا۔

کرامت: دہلی کے ایک عالم شیخ حامد نے پچاس سال کی عمر میں ایک باکرہ لڑکی سے شادی کی۔ کامل ایک سال تک وہ اس پر قادر نہ ہو سکے اپنے عزت و ناموس کی وجہ سے ان کا ارادہ تھا کہ دہلی سے چلے جائیں اور ایسے گم ہوں کہ کوئی ان کا نام ونشان نہ پائے۔ ان کا یہ ارادہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی سمع شریف تک پہنچا اور آپ کو اس کے حال پر رحم آیا۔ ایک روز حضرت سوار ہو کر تشریف لے جا رہے تھے کہ اتفاقاً وہ بزرگ عالم راستہ میں پیدل چلتے ہوئے ملے۔ چونکہ وہ عالم تھے اس لئے حضرت خواجہ ان کی

تعظیم کے لئے گھوڑے سے اتر گئے۔ انہوں نے بہت نیازمندی کی اور حضرت کے پیروں پر گر پڑے۔ حضرت نے ان کو اٹھا کر بغل میں لے لیا اور دو تین بار اپنا سینہ ان کے سینہ سے ملا کر اچھی طرح اپنے جسم سے ملا لیا۔ اس اثناء میں ان کے کان میں آہستہ سے فرمایا کہ آج رات اپنی اہلیہ کے ساتھ بسر کرو۔ ضرور اس پر قادر ہو گے۔ ان مولوی صاحب کا بیان ہے کہ میں حضرت خواجہ کی خدمت سے جدا ہوا، اسی وقت سے اپنے اندر ایک عجیب قوت محسوس ہوئی جس کا بیان بے حیائی ہے۔ الحاصل وہ رات میں نے اپنی بیوی کے ساتھ بسر کی اور حضرت خواجہ کی توجہ اور آپ کے اثر نفیس سے میں قادر ہوا اور پھر اس سے اولاد ہوئی۔

کرامت: ایک درویش نے جو حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے مریدوں سے تھا ایک صاحب سے کہا کہ حضرت خواجہ سے میرے حال پر خاص توجہ کرنے کے لئے عرض کرو۔ ان صاحب نے اس کی استدعا حضرت خواجہ کی خدمت میں پہنچائی۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کا حصہ ہمارے پاس بہت کم معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے حضرت خواجہ سے جو کچھ سنا تھا اس سے بیان کر دیا۔ درویش درلیش نے اس ارشاد کو سنتے ہی اپنا گریبان چاک کیا اور خاک سر پر ڈالی پھر نالہ و فریاد کرتا اور نعرے لگاتا ہوا گرتا پڑتا آستانہ عرش نشاں پر پہنچا۔ بے طاقتی کی وجہ سے راستہ میں متعدد جگہ کیچڑ میں گرا، دستار کہیں گری اور جوتے کہیں۔ اسی طرح دیوانہ وار حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی مسجد میں پہنچا۔ جب اس کی نظر حضرت خواجہ پر پڑی تو نہایت اضطراب اور کمال پیچ و تاب کے ساتھ دوڑ کر دیوانوں کی طرح حضرت خواجہ کو بغل میں کھینچا۔ حضرت خواجہ نے اسے اسی وقت الگ کیا اور فرمایا کہ ہماری پیشانی پر نظر کر۔ وہ حضرت کی طرف صرف نظر کرنے ہی سے بے ہوش و مدہوش ہو گیا اور خاک پر گر پڑا۔ حضرت خواجہ اندر تشریف لے گئے۔ دیر کے بعد جب اس کو ہوش آیا تو لوگوں نے اس سے بے ہوشی کا راز دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی پیشانی انور میں، میں نے جو کچھ دیکھا وہ بیان سے باہر ہے اس دیدار پر انوار کی تاب نہ ہو سکی اور میں بے ہوش ہو گیا۔

کرامت: حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے گھر کی خادماؤں میں ایک بڑی مشہور بڑھیا تھی۔ اس کا تین چار سالہ لڑکا قلعہ فیروز آباد کی دیوار پر سے گر پڑا۔ اس دیوار کے نیچے پتھروں کا فرش تھا اور اس کی بلندی تقریباً چالیس گز تھی۔ لڑکے کی ناک اور کان کے سوراخوں سے خون بہنا شروع ہو گیا اور سانس

منقطع ہوگیا۔ اس کی ماں کو گریہ وزاری، بے تابی اور بے قراری کی حالت میں سوائے اس کے اور کوئی تدبیر نظر نہ آئی کہ حضرت خواجہ کے قدم محترم پر سر رکھ کر اس کی زندگی کے لئے عرض کرے حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اتنی مضطرب کیوں ہو۔ شاید کہ نہ مرا ہو۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس لڑکے کو حجرے میں لے آؤ۔ چنانچہ آپ کے ارشاد کے مطابق عمل کیا گیا۔ حضرت بھی حجرہ میں تشریف لے آئے اور تھوڑی دیر توجہ فرمائی۔ آپ کی توجہ دمِ عیسیٰ سے لڑکے میں آثار حیات نمودار اور حس وحرکت پیدا ہوئی۔ حضرت حجرہ سے باہر تشریف لائے اور کرامت کو پوشیدہ رکھنے کی غرض سے فرمایا کہ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ غالباً وہ مرا نہیں ہوگا۔ چنانچہ وہ زندہ ہے صرف اس کے دل میں ضعف آگیا تھا۔

بعضوں نے اس کرامت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت نے طب کی ایک کتاب طلب کی اور اس کو کھول کر دیکھا۔ اس کے بعد فرمایا معلوم ہوتا ہے یہ لڑکا نہ مرے گا۔ سب حاضرین متعجب ہوئے کہ یہ بات کس کتاب سے ظاہر ہوئی۔ سترِ کرامت کے لئے آپ نے یہ بات ارشاد فرمائی تھی۔ اس کے بعد آپ تھوڑی دیر خاموش رہے اور توجہ پاک سے لڑکا زندہ ہوگیا۔

کرامت: وفات فرمانے سے قبل حضرت نے اپنی بی بی صاحبہ سے فرمایا کہ اس سال چالیس سال کی عمر میں مجھے ایک واقعہ عظیم پیش آنے والا ہے چنانچہ اسی سال آپ نے وفات پائی۔

کرامت: اسی زمانہ میں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے کسی شخص کا انتقال ہونے والا ہے۔ پھر فرمایا کہ شہر دہلی کے کنارے کوئی جگہ اختیار کرنی چاہیے اور تعلقات کو ترک کرکے وہیں دفن ہونا چاہیے۔ اس بارہ میں آپ نے بعض احباب کو استخارہ کرنے کے لئے حکم دیا۔ استخارہ راست نہیں آیا تو یہ ارادہ ترک فرما دیا گیا۔

کرامت: اسی زمانہ میں آپ نے فرمایا کہ یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ جس غرض کے لئے تم کو لایا گیا تھا وہ پوری ہوگئی، اب کوچ کرنا چاہیے۔ اسی زمانہ میں دوسری مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ قطب زمانہ کی وفات ہوگئی اور میں اس وقت اپنے مرثیہ میں ایک قصیدہ بلیغ پڑھ رہا ہوں جس میں بڑی بڑی تعریفیں مندرج ہیں۔

جب جمادی الثانی کی پندرھویں، اٹھارویں یا بارھویں تاریخ علی   الروایات

ہوگئی تو حضرت پر مرض کا غلبہ ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے خواجہ احرار قدس سرہٗ کو خواب میں دیکھا کہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ پیراہن پہنو۔ اس خواب کو بیان کر کے آپ مسکرائے۔ اور فرمایا کہ اگر زندہ رہے تو ایسا ہی کریں گے ورنہ کفن پیراہن ہی ہے۔

کرامت: اسی زمانہ میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے ایک مخلص نے سفر کا ارادہ کیا۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ چند روز تک کہیں نہ جاؤ۔ ہمارا وقت آخر ہو گیا ہے۔ اس ضعف کی حالت میں آپ سے بہت کچھ دقائق علوم ظاہر ہوتے تھے۔ اسی اثناء میں ایک رات استغراق و استہلاک کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ حاضرین نے اس کو نزع کی حالت خیال کیا۔ بہت دیر کے بعد جب اس حالت سے افاقہ ہوا تو فرمایا کہ اگر مرنے کے معنی یہی ہیں تو کیا اچھی چیز ہے۔ جس سے افاقہ اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے۔

بروز شنبہ[1] ماہ مذکورہ کی پچیس تاریخ کو آثار موت ظاہر ہونے شروع ہوئے اس حالت میں ایک درویش کی زبان سے کلمہ یَا اِلٰہَ الْعَالَمِیْن نکلا۔ آپ نے فوراً منہ پھیر کر اس کی طرف دیکھا حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے کہا کہ حضرت خواجہ نام محبوب کے سننے کے شوق میں بے اختیار متوجہ ہو گئے اس کلام سے چشم مبارک میں آنسو بھر آئے۔ جب تھوڑا دن باقی رہ گیا تو آپ بآواز بلند اللہ اللہ کرنے میں مشغول ہو گئے اور اسی طرح اللہ اللہ کہتے ہوئے وفات پا گئے۔ روز یک شنبہ بست و ششم ماہ مذکور کو جس جگہ کہ آپ کے مریدوں کی رائے قرار پائی۔ آپ کی قبر کھودی گئی۔ جب جنازہ اٹھایا گیا تو آپ کے درویشوں نے جو مصیبت اور پریشانی کے باعث دلریش ہو رہے تھے بجائے اس جگہ کے کہ آپ کی قبر کھودی گئی تھی، دوسری جگہ جنازہ اتارا، وجہ اس کی یہ ہوئی کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کسی وجہ سے مریدوں کے ساتھ اس جگہ تشریف لائے تھے اور وہاں وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی تھی۔ اس جگہ کی خاک اڑ کر حضرت کے دامن مبارک پر پڑی۔ اس وقت زبان الہام ترجمان سے یہ نکلا کہ اس جگہ کی خاک ہماری دامن گیر ہو گئی ہے۔ پس مجبوراً اسی جگہ جو کہ جوارِ قدم گاہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں واقع ہے۔ شاہراہ کے قریب اس پادشاہ ہفت اقلیم ارشاد

[1] حیات باقیہ صفحہ ۶۶ اور زبدۃ المقامات صفحہ ۳۰۳ میں بھی تاریخ وفات شنبہ ۲۵ جمادی الآخر ۱۰۱۲ ہجری لکھی ہے ۱۲ (ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب)

کو خزانہ کی طرح سونپ دیا گیا۔ اور ایک چبوترہ اونچا بنا کر اس کو گھیر دیا گیا۔

اس بقعۂ شریفہ کے گل و گلزار اور اشجار قطعہ بہشت ہونے کی خبر دیتے ہیں۔ گویا مقولہ اَلْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ اسی مکان عالی شان کے بارہ میں وارد ہوا ہے۔ آپ کے مزار شریف کی تبرکاً زیارت کی جاتی ہے اکثر فضلاً اور علماً نے اس صاحب کمال و اکمال کی تاریخیں اور مرثیے کہے جن کا ذکر کرنا اس مختصر کتاب میں ناممکن ہے۔ ایک فاضل نے آپ کی یہ تاریخ کہی ہے:

رفت ہادیٔ شریعت مرشد اہلِ زمان　　　آنکہ بودش قبلۂ ارباب معنیٰ صورتش

کے توانم نطق زد اندر صفات و ذات او　　　ہست سرتا پا ہمہ عالم گواہ عظمتش

سرگروہ نقشبندیہ بُد آمد زاں سبب

۱۰۱۲ھ

سرگروہ نقشبندیہ حساب رحلتش

دوسرے فاضل نے یہ تاریخ کہی ہے ؎

ذاتے کہ بد دست بُود باقی　　　وز خود ہمہ فانی الصفت بُود

بر خالقِ خویش جملگی عشق !　　　بر خلق تمام عاطفت بود

دی تشنہ دلم بسال او خویش

۱۰۱۲ھ

خوش گفت کہ بحرِ معرفت بود

اس حقیر قلیل البضاعت نے آنحضرت قدس سرہٗ کی تاریخ رحلت اس طرح کہی ہے ؎

آں خواجہ کہ کاملِ شریعت بُود　　　دریائے معارفِ حقیقت بُود

۱۰۱۲ھ

دی ہاتفِ غیب گفت سالش با من　　　سلطانِ ممالکِ طریقت بُود

حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے حالات کے تذکرہ کے بعد ہمارے حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ العزیز کا ذکر اولیٰ اور لائق تھا۔ کیونکہ اس کتاب حضرات القدس کی بنا صرف حضرت کے مناقب و مآثر و مقامات و کرامات کے ذکر پر ہے اور تصنیف کتاب کا مقصود اصلی اور علت غائی آنحضرت کے مقامات کا بیان کرنا ہے مگر چونکہ آنحضرت اور آپ کے خلفاء کا ذکر طویل الذیل ہے۔ اس لئے اس کے لئے ایک دفتر علیحدہ لکھا گیا ہے۔ اب ہم حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے فرزندوں کے اور آپ کے بعض اصحاب کے ذکر پر اس دفتر اول کو ختم کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ عبید اللہ قدس سرہٗ

آپ ہمارے حضرت خواجہ قدس اللہ اسرارہٗ کے بڑے صاحبزادے ہیں اس قرۃ العین ولایت کی ولادت باسعادت غرہ ربیع الاول ۱۰۱۰ ہجری میں ہوئی۔ چونکہ ایک بزرگ نے اس نو بہار گلشن معرفت کی ولادت سے قبل ایک واقعہ میں دیکھا تھا کہ حضرت خواجہ کا ایک فرزند حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کا ہم نام ہوگا۔ ولادت کے بعد اسی اشارہ کی بنا پر انکا نام عبید اللہ رکھا اور اس علجزوہ کو خواجہ کلاں بھی کہتے ہیں۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے آپ کی تاریخ ولادت اس طرح فرمائی ہے۔

در خانۂ کمترین غلامے　　شد بندگیٔ بزرگ نامے

ایں نام خجستۂ ملک زاد　　انشاء اللہ شفیع من باد

او کردہ درین خراب منزل　　روزے یکم ربیع الاول

بود آخر روز کاں یگانہ　　افتاد درین سیاہ خانہ

طبعم غزلِ نشاط می گفت　　دیدم ناگہ بہار بشگفت

تاریخ شناس تیز بیں مرد

بشگفت بہار درخت آورد

ہمارے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ضعف بدن مجھ پر غالب ہو رہا ہے اور امید حیات کم ہو گئی ہے۔ پس تم لڑکوں کے حالات سے خبردار رہنا۔ پھر آپ نے دو مخدوم زادے خواجہ عبید اللہ اور خواجہ عبد اللہ کو اپنے پاس طلب فرمایا۔ اس وقت دونوں صاحبزادے اپنی اناؤں کی گودوں میں تھے۔ آپ نے مجھ کو حکم دیا کہ ان پر توجہ کرو۔ میں نے تواضع کی حضرت نے مبالغہ فرمایا۔ ناچار حضرت کے سامنے دونوں مخدوم زادوں پر توجہ کی گئی یہاں تک کہ توجہ کا اثر ظاہر ہوا۔ خواجۂ کلاں نے ہمارے خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں اپنے والد بزرگوار کے سلسلہ اور طریقۂ انیقہ کی تحصیل فرمائی اور علوم ظاہری کی تکمیل کی۔ آپ علم تاریخ اور انساب میں حصۂ کامل رکھتے ہیں۔ تصوف میں آپ کو شغف خاص اور علم انشاء میں قدرت کاملہ حاصل

ہے۔ مخدوم زادہ کے اخلاق حسنہ و طریقہ سکینہ و تمکین طبعی اپنے بزرگوں کے طریقہ پر ہے اور بے نظیر زمانہ سے ہیں۔ خلوت و گمنامی میں بسر کرتے ہیں مطالعہ کتب آپ کا انیس و رفیق ہے آپکے اکثر اوقات تصنیف میں صرف ہوتے ہیں۔ تذکرہ مشائخ؁ بقدر ایک لاکھ اشعار یا کم و بیش میں آپ نے تصنیف فرمایا ہے۔ اور اس کے سوا بھی آپ کی تصانیف ہیں۔ چونکہ حقیر مؤلف مخدوم زادہ کی ملازمت سے مشرف نہیں ہوا ہے اور آپ کے حقیقت احوال سے کماحقہٗ اطلاع نہیں رکھتا ہے۔ اس لئے اسی قدر ذکر پر اکتفا کرتا ہے۔

حضرت خواجہ عبد اللہ قدس سرہٗ

پیدائش آپ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے دوسرے فرزند ہیں۔ اس گلبن گلزار حقیقت کی ولادت باسعادت ششم ماہ رجب ۱۰۰۱ ہجری میں واقع ہوئی۔ آپ حضرت خواجہ عبید اللہ قدس سرہٗ سے جو دوسری والدہ سے ہیں چار ماہ چھوٹے ہیں۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے آپ کی تاریخ ولادت میں چند اشعار فرمائے ہیں۔ خواجہ زادہ زُہد و صورت و سیرت میں اپنے والد عالی قدر کے ساتھ پوری مشابہت رکھتے ہیں۔

تعلیم آپ نے قرآن مجید حفظ کیا ہے اور علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل ختم فرمائی۔ کتب درسیہ کا پوری مہارت کے ساتھ درس دیتے ہیں اور علم تصوف سے بہرۂ کامل رکھتے ہیں اور اس علم کے دقائق میں آپ فائق ہیں باعتبار علم کے اور ذوق و حال کے اعتبار سے بھی۔ آپ نے اس علم میں رسائل عربی و فارسی نہایت پاکیزہ تصنیف فرمائے ہیں۔ آپ کے اشعار بڑے گلوگیر دل پذیر ہوتے ہیں۔

ارادت و خلافت علم طریقت میں آپ کا انتساب ہمارے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز سے ہے۔ جب طلب خدا آپ کے دل خجستہ سیرت کو دامنگیر ہوئی تو دہلی سے نہایت شوق و نیازمندی کے ساتھ پاپیادہ سرہند تشریف فرما ہوتے۔ اور ہمارے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے شرف ملازمت سے مشرف ہوتے اور حضرت کے اشفاق بے حد

حساب اور الطاف بے شمار سے ممتاز ہوئے۔ ہمارے حضرت حسب وصیت حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ اور طلب صادق خواجہ زادہ انکی تربیت کیطرف متوجہ ہوئے اور ذکر و مراقبہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی تعلیم دی۔ پس حضرت خواجہ زادہ خدمت آستانہ عرش نشان پر کمال خاکساری کے ساتھ مقیم رہے اور واردات کثیر البرکات سے سعادت مند ہوئے اور توجہات خاصہ اور نظرات مخصوص حضرت کی دیکھیں اور آنحضرت قدس سرہٗ کے علوم و معارف خاصہ سے بہرۂ کامل حاصل کیا۔ نیز علم کلام کی بعض کتابیں مثل شرح مواقف وغیرہ اور بعض رسائل صوفیہ حضرت کی خدمت میں پڑھے۔ اسی طرح چند بار پیادہ و سوار نہایت مسکنت و انکساری اور تجرید و تفرید کے ساتھ دہلی سے سرہند تک آنحضرت قدس سرہٗ کی عتبہ بوسی کے لئے آئے اور مدتوں تک آنحضرت کی خدمت میں بسر کی اور فیض و برکات پائے اور آنحضرت کی خلافت و اجازت ارشاد سے سعادت گیر ہوئے۔

شیخ کی نظر میں ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ اس خواجہ زادہ کی شان میں فرمایا کرتے تھے کہ آپ محمدی المشرب ہیں۔ یہ بھی فرماتے کہ آپ محبوبین سے ہیں۔ نیز یہ بھی فرماتے تھے کہ مغلوبان نسبت توحید سے ہیں۔ آنحضرت نے اس والاقدر کے عرض احوال کے جواب میں خطوط عالیہ نگارش فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے:

مکتوب: صحیفہ شریفہ پہنچا۔ اس کے مطالعہ سے بہت خوشی حاصل ہوئی۔ نسبت حضور اور اس کے غلبہ کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا تھا، بہت نیک اور مبارک ہے یہ دولت آپ کو تین چار ماہ میں میسر ہو گئی ہے۔ دوسرے سلسلوں میں اگر دس سال میں حاصل ہو جائے تو نعمت عظمےٰ شمار کی جاتی ہے۔ پس اس نعمت کا شکر بجالاؤ۔ چونکہ میں جانتا ہوں کہ آپ کی فطرت بلند ہے اور ایسے احوال کی تعریف آمیزش عجب سے مبرا ہے۔ اس لئے اظہار نعمت کیا گیا۔ لَئِنۡ[1] شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ نص قطعی ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ پیش گاہ توحید ظاہر ہونے لگی ہے۔ یہ دولت بھی آپ کو مبارک ہو اور نہایت ادب کے ساتھ اس واردات کو قبول کرو۔ مگر اس حال کے غلبہ میں آداب شرعی کی اچھی طرح رعایت کرو۔ اور اس بندگی کے حقوق کما حقہٗ بجالاؤ۔

---

[1] اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں ضرور زیادہ عطا کروں گا ۱۲ (پ ۱۳ ع ۶)

ہمارے حضرت قدس سرہٗ نے ایک مخلص کو اس خواجہ زادہ عالی درجہ کے احوال کی خبر مآل اس طرح تحریر فرمائی تھی کہ جناب خواجہ عبداللہ رمضان سے قبل دہلی تشریف لے گئے۔ خدائے پاک کا شکر ہے کہ انہوں نے اس سفر میں بہت سے فوائد حاصل کئے اور ورق کو تمام کیا اور غلبات توحید سے دریائے تنزیہہ میں غوطہ کھا رہے ہیں اور اس کے عمق کی طرف متوجہ ہیں اور ظاہر سے باطن کو بلکہ باطن بطون میں جا رہے ہیں۔ خواجہ زادہ والا دودمان نے متعدد عرائض مشتمل بر احوال حسنہ واردات عالیات ہمارے حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں تحریر فرمائے ہیں۔

قدسیہ: بندۂ مہجور پر تقصیر محمد عبداللہ کی عرضداشت یہ ہے کہ آنحضرت کی دعا سے اوقات گرامی سلامتی میں گزر رہے ہیں۔ خادمان حضور سے دوری پر ندامت پشیمانی اس قدر ہے کہ گفت و شنید میں نہیں آسکتی ہے۔ اتنی شوریدگی اور سرگردانی ظاہر ہوئی کہ اس کا ایک شمہ بیان نہیں ہو سکتا سراپا درد واندوہ ہے باوجود اس کے خداوند کریم کا شکر ہے کہ رابطہ باطن کی نسبت میں جس کا حاصل فناد میستی ہے۔ ذاتاً وصفتاً وعیناً واثراً کوئی فتور نہیں ہے۔ فتور کیونکر ہو سکتا ہے جب کہ وطن اصلی کی طرف رجوع کرنے کے بعد ہوائے غربت سر میں نہیں سما رہی ہے اور اشیائے عزیبہ ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اسرار عجیبہ جلوہ گر ہوتے ہیں۔ باطن کو ان میں سے کسی چیز کی طرف التفات نہیں ہے دریائے عدم میں پانی سر سے گزر گیا ہے۔ یہ سب آنحضرت قدس سرہٗ کی خدمت گاری اور غلامی کے طفیل ہے آپ کی ذات مبارک تاقیام قیامت طالبوں اور مالکوں کے سر پر باقی رہے۔

قدسیہ: کمترین خدام والا درگاہ محمد عبداللہ باریافت گان وراہ بردگان محفل خلد مشاکل حضرت خداوندی قبلہ گاہی دام ارشادہٗ کی بارگاہ اقدس میں عرض کرتا ہے کہ احوال اس طرح گزر رہے ہیں۔ جن کا ذکر فرصت دراز طلب کرتا ہے معلوم نہیں کہ انجام کار کیا ہے اور آخر کہاں تک جاتے گا ایک شورش بہتر پیدا ہوئی ہے، دریائے حقیقت موج زن ہے۔ ہر دم دوسری موج پیدا ہوتی ہے اور قطرہ کا موج کے ساتھ رہنا عشق کی شریعت ہے۔ افسوس! افسوس!! میں کیا لکھ رہا ہوں قطب دائرہ ظہور کی خدمت میں یہ دیوانگی امید کہ دیوانگی بخش دیں گے ؎

گہ گریم و خندم گہ افتم و گہ خیزاں   آموختہ ام مستی از دلبر مستانہ

(ترجمہ) کبھی میں روتا ہوں اور کبھی ہنستا ہوں، کبھی گرتا ہوں اور کبھی اٹھتا ہوں میں نے مستی دلبر مستانہ سے سیکھی ہے۔

اے قبلہ خداپرستان کرم کیجیے تاکہ گرداب جنون سے ساحل ہوش میں آؤں اس سے زیادہ عرض کرنا گستاخی ہے۔

العبودیت ؛ ہمارے حضرت قدس سرہٗ نے ایک واقعہ میں مخدوم زادہ کو ایک بشارت دی تھی۔ انہوں نے اس کو اس طرح نظم کیا ہے ؎

امام زماں قطبِ اقطابِ عالم | کہ چوں او ندانم کہ بگذشت یک تن
زبس ہمتِ وسعتِ فیضِ باطن | بہ تجدیدِ الفِ دوم شد معیّن
چو بہرِ شفاعت بہ محشر درآید | جہانے نہاں گرد وشس زیرِ دامن
شمالش یمین شد ازاں رو ملک را | جدا کرد از خدمتش ربِّ ذوالمنن
بسالِ ہزار و چہل نہ زہجرت | شب بیستم از رجب گفت بامن
کہ اے برگزیدہ خداوندِ قادر | کہ بے اذنِ او جاں نہ پیوست باتن

ترا مرکز روزگارِ تو کردم
ہمی چند باشی بمرکز تو ممکن

ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ اس خواجہ زادہ کے وسعت مشرب سے ہمیشہ ہراساں رہتے تھے کہ اس تعین کے ساتھ اپنے والد ماجد کے مسند ارشاد اور سجادہ پر جانشین ہو سکیں گے یا نہیں اور طالبوں کو فائدہ رسانی میں دماغ سوزی اور سرگرمی دکھا سکیں گے یا نہیں۔ چنانچہ اسی طرح واقع ہوا کہ ایک دو شخصوں کو حکم حضرت کی تعمیل کے لئے طریقہ کی تعلیم دی اور حضرت وارستگی و بے تعینی سے اس امر جلیل القدر کی پابندی نہ کر سکے۔

شیخ تاج الدّین سنبھلی قدس سرہٗ

ارادت آپ مردانِ خدا کے تاج، خواجہ کے بڑے اصحاب اور بزرگ دوستوں میں سے خلیفہ برحق ہیں آپ کو ابتدائی ارادت اور خلافت شیخ اللہ بخش خلیفہ میر سید علی قوام جونپوری قدس سرہما سے حاصل ہوئی مگر حضرت صمدیت جلّت عظمۃ کی عنایت بے غایت سے آپ ہمارے حضرت

خواجہ قدس سرہٗ کی صحبت میں حاضر ہوئے اور حضرت کی مختلف تربیتوں سے مراتب کمال و تکمیل کو واصل ہوئے۔ آپ ہند کے بزرگ زادوں سے ہیں اور فضائل ظاہری سے آراستہ و پیراستہ تھے اور نہایت شیریں سخن تھے۔ حکایات رنگین و دلفریب اداؤں سے نقل فرماتے تھے۔ جب آپ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو مغلوب الحال پاتے تو کلمات لطائف سے حضرت کو باتوں میں مصروف کرتے تھے۔ خواجہ بزرگوار قدس سرہٗ سے اسرار کے دریافت کرنے میں سب سے زیادہ دلیر تھے۔

خلافت جب حضرت خواجہ قدس سرہٗ کا ارادہ شیخ صاحب کو خلافت عطا فرمانے کا ہوا تو حضرت کو یہ خیال ہوا کہ اگر مشیخ تاج بھی اس کے متعلق واقعہ میں کچھ دیکھیں تو بہتر ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت شیخ نے معاملہ میں دیکھا کہ حضرت علی عزیزان قدس سرہٗ نے اپنی کلاہ ترکی آپ کے سر پر رکھی ہے۔ حضرت خواجہ نے اس واقعہ کو سماعت فرمانے کے بعد شیخ کو خلافت دی اور آپ کے وطن مالوف سنبل کی جانب آپ کو رخصت کیا۔

کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خلافت عطا فرمانے کے بعد سے آپ کی ذات اور نظر میں ایسا اثر عظیم پیدا ہوا کہ جس شخص کو آپ اس طریق کا ذکر تلقین فرماتے اس کو جذبات اور غلبات گھیر لیتے اور اس سے ارادت واحوال ظاہر ہونے لگتے تھے۔ آپ نے حضرت کے حسب الارشاد سفر وطن اختیار کیا اور ارشاد اصحاب و ہدایت طلاب میں مشغول ہوتے۔ بعض لوگوں نے سنبل کے ایک دیوانہ ابوبکر مرید شیخ اللہ داد وغیرہ کو شیخ سے بھڑا دیا آپ نے اس کو تادیب ضرب سے لیگانہ کر کے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں اظہار ملال کیا۔ خواجہ بندہ نواز نے آپ کو اس نامۂ عنبریں خوشبو سے سرفراز فرمایا۔

مکتوب: شیخ ابی بکر سے جو دماغ خشکی آپ نے کی تھی۔ اس کو ہم نے پڑھا۔ ایسی چیزیں مقام شفقت کے مناسب نہیں ہیں جبکہ اولیاء اللہ کبائر سے محفوظ نہیں ہیں تو نامراد بے چارہ جس نے چند ہی روز سلوک طریق سے تصفیہ کیا ہو کیونکر محفوظ اور معصوم ہو سکتا ہے تاکہ خلاف امید اس سے ظاہر نہ ہو سکے۔ خصوصاً دیوانہ سے جو مسلوب العقل ہو۔ اس سے استقامت صفات کی امید نہ رکھنی چاہیے۔ خواہ وہ مرتبہ ولایت تک کیوں نہ پہنچ چکا ہو۔ خدا ہی کو معلوم ہے کہ اس وقت کون سا امر نامعقول اس کے ذہن میں پسند آگیا۔ جس کی وجہ سے درستی کی صورت اس کی نظر سے پوشیدہ ہوگئی۔ دیوانگی

کا معاملہ ہی الگ ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تکالیف شرعیہ عقل سے متعلق ہیں۔ الحاصل ہر ایک کو اس کے مرتبہ پر معذور رکھنا چاہیے اور نظر فاعل حقیقی پر رہے بلکہ معیت وجود کو دیدۂ ادب سے پہچانو کیونکہ نفوس مختلف ہیں۔ بعض امارہ ہیں اور بعض مطمئنہ اور بعض درمیانے۔ جس کو لوامّہ کہا جاتا ہے۔ یہ بھی اگر ذوی العقول ہوں تو اس صورت میں ہے۔ مطمئنہ اولیاء اللہ کے نفوس ہیں۔ ارباب نفوس امارہ کو بھی معذور رکھنا چاہیے۔ بلکہ لطف کی نظر سے دیکھنا چاہیے اور ہر کام میں اچھے طالعے کام میں لانے چاہییں۔ اہل سنبل کے طعن کا بھی انکار مت کرو بلکہ ان میں نظر ترحم سے ان کو دیکھو کیونکہ یہ لوگ استقامت عقل سے نکل گئے ہیں اور شیوۂ نفوس کو فراموش کر چکے ہیں۔ اگر کوئی عاجز کنارہ کشی کرے تو اس کے بطلان پر کیوں حکم لگاتے ہو اور اس کے تمامی امور کو تلبیس میں کیوں داخل کرتے ہو خدا کا شکر ہے کہ ملامت اولیاء کے نصیبہ میں رہی ہے۔ ہم خود ایسے امور کے ظہور میں دوسرا طریق رکھتے ہیں۔ جب ہم تک کوئی ملامت پہنچتی ہے تو ہم اپنے میں دیکھتے ہیں اور اپنے میں ایک بری صفت پاتے ہیں اور اس اشارے کو غیبی نصیحت جانتے ہیں۔

چنانچہ اس بارہ میں ہم نے بھی اپنے اندر نفاق تلبیسات پائیں اور بارگاہ کریم میں ان سے پناہ طلب کی۔ انشاء اللہ تعالیٰ جاتی رہیں گی۔ اتنا بتلاؤ کہ سنبلیوں کی ملامت سے تم کو کیا نقصان پہنچے گا۔ کیا تمہاری عبادت قبول نہ ہوگی۔ یا صفاء توجہ جاتی رہے گی یا درگاہ خداوندی میں سے رد کر دئے جاؤ گے ؎ معشوقہ تر او برسرِ عالم خاک

ترجمہ: تمہارا معشوق تم کو مل جائے اور اوروں کے سر پر خاک والسلام

مکتوب: نیز حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے شیخ کو لکھا ہے کہ اے میرے عزیز! ہدایت مطلق مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی کے پرتو میں ہے کہ باطن سالک محبت ذات اقدس میں گرفتار رہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ باوجود دردِ دوری کے تمام مقام و مشاہدات و مراتب و اطوار اس کی ہمت کے سامنے حقیر رہیں ؎

رندے چند ند کس نداند چند رند برنسیہ و نقد ہر دو عالم خندند

ترجمہ: چند رند ایسے ہیں کہ ان کو کوئی نہیں جانتا وہ دنیا کے نقد اور ادھار پر ہنستے ہیں۔

ایسی حالت والا شخص سالک اس حالت سے علیحدہ ہونے پر مقام بندگی میں پہنچ کر اسم

اَلْغَنِیُّ کا مظہر ہو جاتا ہے اور اس کا فقر انتہا کو پہنچ جاتا ہے ؎

اَلْفَقْرُ اِذَا تَمَّ ھُوَ اللّٰہُ ایں است

یہ معنی ہے استغراق و کشش الٰہی جل جلالہٗ کے پانا اور بغیر معلوم کئے اس امر کے کہ یہ کشش دست و پا اور صور کائنات اور اشباح عالم کی سراب سے زیادہ نہیں ہے، میسر نہیں ہو سکتے۔ آپ کا کلام شریف ختم ہو گیا۔

حرمین شریفین کی حاضری

جب حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے دار الخلا کا سفر فرمایا تو شیخ نے آوارہ دلی کی وجہ سے سیر و سیاحت بلاد کو اختیار فرمایا اور اکثر ممالک ہندوستان و کشمیر کی سیر کر کے زیارت حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و کرامتاً کی طرف متوجہ ہوئے ان ممالک متبرکہ کے ساکنین کو آپ سے نہایت اخلاص پیدا ہوا۔ شیخ محمد اعلان قدس سرہٗ کہ اعیان و اکابر حرم سے تھے اور اس دیار منبع الانوار کے اکابر میں علم اور پرہیزگاری اور عمل و ریاضت و قناعت میں بہتر تھے۔ آپ کی ارادت میں داخل ہوئے اس سے آپ کو اس سرزمین میں بہت شہرت ہوئی۔ شیخ کو دیار عرب میں شیخ شیخ اعلان کہا جاتا ہے۔ آپ مختلف دفعہ دیار عرب سے دیار عجم میں آئے۔ اور پھر حج کے وقت ان ممالک شریفہ میں پہنچ گئے۔

ایک بار آپ ولایت لحسا اور بصرہ میں تشریف لے گئے۔ یہاں ایک جماعت کثیر اور جم غفیر آپ کی ارادت میں داخل ہوئی۔ گرمی صحبت اور اجتماع احباب ارباب جمعیت مرتبہ کمال کو پہنچ گیا تھا۔ کہ زمانہ عرفات نزدیک آیا۔ پس آپ بے قرار ہو گئے اور اس ہنگامہ کو درہم برہم کر دیا اور مشیخت کو ایک طرف رکھ دیا اور یہیں سے لباس احرام پہن کر ایک اونٹنی اور دو خادماؤں کے ساتھ اللہ پر توکل کر کے فقر و فاقہ کے ساتھ بیت اللہ اور روضہ منورہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے۔

ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ اس سال یعنی ۱۰۳۷ ہجری میں جبل عرفات پر میں نے شیخ کو دیکھا کہ ان کے احرام کے کپڑے زیادہ دن گزر جانے کی وجہ سے نہایت میلے ہو گئے تھے۔ اور آپ کے سر اور ڈاڑھی کے بال پریشان اور چہرہ غبار آلود ہو گیا تھا۔ آپ کی ریش مبارک سفید اور چشم سرخ سفر کا بلکہ نشر دیگر کا پتہ دے رہی تھی۔ شیخ صاحب کی اس حالت کمال کو دیکھ کر میں بہت متاثر الحال ہوا۔ اور میرا اعتقاد آپ کی جانب اور زیادہ ہو گیا۔ بیت

دوست آوارگی ہمی خواہد   رفتن حج بہانہ افتادہ

ترجمہ: اس حال میں آپ نے فرمایا کہ میں مہینوں اور برسوں، جنگلوں اور بیابانوں میں پھرا۔ اور این و آن کو آزماتا رہا۔ مگر اب میں اپنے مولا کے گھر کی جاروب کشی کر رہا ہوں تاکہ یہیں خاک ہو جاؤں۔ مصرعہ

خوش آں سریکہ برآں آستانہ خاک شود

ترجمہ: وہ کیا اچھا سر ہے جو اس آستانہ کی خاک ہو جائے۔

اس زمانہ میں کہ اب ۱۰۴۶ ہجری ہے آپ کی عمر شریف قریب نوّے سال کے ہے۔ آپ نے بیت اللہ شریف کے قریب ایک زمین خریدی ہے اور وہیں سکونت پذیر ہو گئے ہیں۔

آپ ہمیشہ حجرۂ خلوت میں رہتے تھے۔ اور آنے جانے والوں سے بقدر ضرورت مل لیتے تھے اور ان کا نام و مقام دریافت کر کے رخصت کر دیتے تھے۔ پادشاہان ممالک آپ کے دیدار سے برکت حاصل کرنے کی فکر میں رہتے تھے۔ اگر آپ کی مرضی ہوتی تو ان کو اندر طلب کرتے ورنہ کہہ دیتے کہ دوسرے وقت آؤ۔ الحاصل ممالک عرب و شام و روم کے ملوک و امرا و عوام الناس جناب شیخ سے نہایت اعتقاد رکھتے تھے اور آپ ان ممالک میں آفتاب سے زیادہ مشہور ہیں۔ آپ کے مختلف رسائل ارباب ذوق و احوال کے اطوار و اقوال کے بیان میں ہیں۔ آپ نے اہل عرب کی فائدہ رسانی کے لئے حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم کے بعض رسائل فارسی کا عربی میں ترجمہ کیا۔ اور اثبات پیری و مریدی میں لکھا ہے۔ علمائے ظاہر کہتے ہیں کہ پیری و مریدی بدعت ہے۔ آپ نے اس کا رد فرمایا ہے۔ تعلیم اذکار میں آپ کا ایک رسالہ ہے۔

تصورِ شیخ قدسیہ: خواجہ عبداللہ امام اصفہانی قدس سرہٗ کے اس قول میں جو نفحات میں مذکور ہے کہ اوّلاً اس شخص کی صورت کو جس سے یہ نسبت حاصل کی گئی ہے خیال میں لائیں۔

حضرت شیخ اس قول میں لکھتے ہیں کہ فَيَنْبَغِي اَنْ تَجْعَلَ صُوْرَةَ الشَّيْخِ عَلٰى كَتِفِكَ الْاَيْمَنِ فِي خَيَالِكَ وَتَعْتَبِرَ عَنْ كَتِفِكَ اِلٰى قَلْبِكَ اَمْرًا مُمْتَدًّا وَتَاْتِي بِالشَّيْخِ عَلٰى ذٰلِكَ الْاَمْرِ الْمُمْتَدِّ وَتَجْعَلَهُ فِي قَلْبِكَ فَاِنَّهُ يُرْجٰى بِذٰلِكَ حُصُوْلُ الْغَيْبَةِ وَاَثَرُ الذِّكْرِ اِنَّهُ فِي زَمَانِ النَّفْيِ مُنْتَفِي عَنْكَ وُجُوْدُ الْبَشَرِيَّةِ وَفِي زَمَانِ الْاِثْبَاتِ يَظْهَرُ فِيْكَ اَثَرٌ مِنْ اٰثَارِ تَصَرُّفَاتِ الْجَذْبَاتِ الْاِلٰهِيَّةِ وَالْاَثَرُ مُتَفَاوِتٌ بِحَسَبِ الْاِسْتِعْدَادَاتِ فَبَعْضُهُمْ

اَوَّلُ مَا يَحْصِلُ لَهُ السُّكْرُ وَالْغَيْبَةُ وَبَعْدَ ذٰلِكَ يَتَحَقَّقُ لَهُ الْعَدَمُ وَبَعْدَهٗ يَتَشَرَّفُ بِالْفَنَاءِ كَمَا قَالَ الشَّيْخُ عَبْدُاللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ قُدِّسَ سِرُّهٗ فِيْ تَفْسِيْرِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَاذْكُرْ رَبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ اَيْ نَسِيْتَ غَيْرَهٗ ثُمَّ نَسِيْتَ ذِكْرَكَ ثُمَّ نَسِيْتَ فِيْ ذِكْرِ الْحَقِّ اِيَّاكَ ۔ ترجمہ: پس تو اے طالب صورت شیخ کو اپنے سیدھے کاندھے پر خیال میں لا اور اپنے دائیں بازو سے قلب تک ایک خط دراز فرض کر۔ پس اس صورت کے ساتھ اس امر ممتد کی مشاقی کرتا رہ اور اس خط کو اپنے قلب میں داخل کرتا رہ۔ پس اس سے تجھے غیبت حاصل ہوگی۔ ذکر کا اثر یہ ہو کہ نفی کے وقت وجود بشریت کی تجھ سے نفی ہو جائے اور اثبات کے وقت تصرفات جذبات الٰہیہ تجھ میں پیدا ہو جائیں۔ اور اثر بلحاظ استعداد کے متفاوت ہوتا ہے۔ بعضوں کو سکر اور غیبت دونوں ہوتے ہیں۔ اس کے بعد عدم متحقق ہوتا ہے اور اس کے بعد طالب فنا سے مشرف ہوتا ہے جیسے شیخ عبداللہ انصاری قدس سرہٗ نے اس آیت کی تفسیر میں کہ یاد کر تو اپنے پروردگار کو جب تو بھول جائے۔ یہ فرمایا ہے کہ اس کے غیر کو بھول جائے۔ پھر تو اپنے ذکر کو بھول جائے۔ اور پھر ذکر حق میں تو اپنے آپ کو بھی بھول جائے۔

آپ کی عمر گرامی ننانوے سال کی تھی کہ مکہ مکرمہ میں شب شنبہ وقت عشا ۲۲ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ ہجری میں وفات ہوئی۔ آپ کا مزار پر انوار مکہ معظمہ کے ایک باغ میں جس کو آپ نے اپنی قبر کے لئے بنایا تھا، واقع ہے۔ آپ کی وفات کی دو تاریخیں فخر العلما ۱۰۵۲ھ و قطب دوراں رفت ہیں ۱۰۵۲ھ۔

خواجہ حسام الدین احمد قدس سرہٗ

آپ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے بڑے مریدوں اور مخلص احباب میں سے ہیں۔ آپ کی پیدائش ۹۷۷ ہجری میں بلاد بدخشاں کے ایک قصبہ قندز میں ہوئی۔ آپ کا نسب شریف ایک طرف سے حسن بصری قدس سرہٗ تک پہنچتا ہے اور دوسری طرف سے امام زاہد مصنف تفسیر زاہدی سے ملتا ہے؛

پیدائش آپ کے والد ماجد قاضی نظام الدین بدخشانی اکابر علما میں سے تھے اور مولانا سعید ترکستانی اور مولانا احمد جندی کے تلامذہ سے تھے۔ آپ ۹۸۱ ہجری میں ہندستان میں آئے اور زمرۂ امرا کبائر سلطان ابی المظفر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ میں منسلک ہوئے۔ حضرت خواجہ حسام الدین

احمد بھی اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ ہند تشریف لائے اور والد بزرگوار کی وفات کے بعد بزمانہ کم سنی امارت وجاہ کی قیود میں مبتلا رہے اور اسی زمانہ میں حضرت حاجی رمزی سے سند اجازت مصافحہ نبوی علے صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ حاصل کی۔ جس کا ذکر مفصلاً ہم نے سنوات الاتقیا میں کیا ہے۔ اور ان کی برکات صحبت سے درویشی و خدا طلبی کا باغ آپ کے سینۂ بے کینہ کی وسعت میں جڑ پکڑ چکا تھا۔ آپ کا دل ہمیشہ صحبت فقرا کی طرف مائل رہتا تھا۔ اور خلوت و گوشہ نشینی کا متلاشی۔ آپ اس زمانہ میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا کرتے تھے اور حضرت کی توجہات عالیات اور برکات فائضات اور آپ کی صحبت کثیر البرکات سے فقر و نیستی کا شوق آپ کے دل میں روز بروز زیادہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک روز جذبۂ الٰہی پہنچا اور اس طریقہ کے عشق کا جنون پر فنون آپ پر غالب رہا۔ پس آپ نے تمام اسباب دولت کو لٹا دیا۔ اور ادہم دار ٹاٹ کا لباس پہن لیا۔ چونکہ بادشاہ دارا جاہ کو آپ سے عنایت خاص تھی۔ ابوالفضل وزیر سلطان حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے نسبت مصاہرت[1] رکھتا تھا۔ بادشاہ اور وزیر دونوں نے آپ کو بہت تکلیفیں پہنچائیں تاکہ آپ کو فقر کے راستہ سے غنا کے راستہ پر لوٹائیں۔ آپ نے یہ حال حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے اس وزیر کو جو آپ کا دشمن تھا تیغ بے دریغ باطن سے قتل کر دیا جس کا بیان حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی کرامات میں گزر چکا ہے۔

کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ آپ کو ظاہر میں جلال سے اور باطن میں کمال سے تربیت فرماتے تھے۔ ظاہر میں آپ اپنے پاس سے نکال دیتے تھے اور باطن میں بلاتے تھے۔ رباعی

خوش نازلیست ناز خوب رویاں	زدیدہ راندن و از دیدہ جویاں
بہ چشمے ناز بے اندازہ کردن	بہ دیگر چشم عذرے تازہ کردن

ترجمہ: معشوقوں کا ناز بھی عجیب ہوتا ہے، آنکھ سے ایک مرتبہ کسی کو گرا دیتے ہیں اور پھر اس کی تلاش کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ بے حد ناز ہوتا ہے دوسری مرتبہ معذرت چاہتے ہیں۔

قطبِ وقت جناب خواجہ حسام الدین احمد قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ میں لاہور میں تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ گھوڑے پر سوار ہیں اور خلائق کا ایک جم غفیر آپ کی خدمت میں دوڑ رہا ہے اور لوگ ہر جانب سے آپ کو کہہ رہے ہیں کہ یہ بزرگ قطب

[1] اس عبارت کی تصیح صفحہ ۲ میں ہو چکی ہے ۱۲ (ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب)

وقت ہیں۔ اس خواب کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور قبول کی تمنا کی۔ حضرت نے اظہار معذرت فرمایا۔ مجھ پر یہ گریہ وزاری اس طرح ہوئی کہ ایک شور پیدا ہوا اور لوگ چاروں طرف سے میری طرف دوڑے اور تمام درویش اور صوفی میری گریہ وزاری دیکھ کر رونے لگے۔ میں اس گریہ وزاری کی حالت میں کہتا تھا کہ یہ کیسا ناز انداز ہے کہ خود مجھ کو دکھاتے ہیں اور میرا دل چھین لیتے ہیں اور اب عذر کرتے ہیں۔ میں کیا کروں اور کہاں جاؤں۔ میرے یہ الفاظ جو حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے گوش الہام نیوش میں پہنچے تو آپ نے تبسم فرمایا اور مجھ کو اپنے حضور میں طلب فرما کر تلقین ذکر کی اور جذبہ کے القا سے نوازش فرمائی ؎

بیت

تا نگرید کودکے حلوہ فروش — رحمت حق کے ہمی آید بجوش

جب تک کہ حلوائی کا لڑکا مجبور ہو کر نہیں روتا خدا کی رحمت جوش میں نہیں آتی۔

بیعت

ایک دوست حضرت حسام الدین احمد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں میرے اعتقاد اور ارادت کا سبب یہ پیش آیا کہ آپ کی ذات مبارک سے عرصۂ دراز سے ملاقات تھی اور کمال درجہ کی صداقت اور خلوص حاصل تھا۔ ایک رات میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے مکان پر آیا۔ آپ اس وقت وضو کے لئے اٹھے تھے میں بے تکلفی اور اتحاد کی وجہ سے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے فرش پر تکیہ لگا کر بیٹھ گیا اور مجھ کو نیند آگئی کہ حضرت خواجہ وضو کر کے تشریف لے آئے اور حضرت مصلے پر کھڑے ہوئے اور لفظ اللہ پاک جو زبان سے نکلا تو ایسے اچھلے کہ آپ کا سر مبارک چھت تک پہنچ گیا۔ حالانکہ چھت نہایت بلند تھی۔ پھر اتر کر جانماز پر کھڑے ہو گئے۔ اس حالت کو دیکھ کر میرے بدن پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اور اس بے تکلفی کو بھول گیا اور آہستہ سے وہاں سے نکل آیا دوسرے دن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بہت کچھ ادب اور تنظیم سے پیش آیا۔ آپ نے دل لگی سے دریافت فرمایا کہ خلاف عادت آج یہ تواضع کیسی ہے۔ مجھ کو اپنی شب کی سرگزشت یاد تھی۔ وہ عرض کی اور اس کی وجہ دریافت کی۔ اور اس بارے میں بہت ہی تواضع اور نیازمندی کی۔ تو ارشاد فرمایا کہ روح نے جب اپنے محبوب کا نام سنا تو چاہا کہ جسم سے مفارقت کرے، لاچار ہو کر اچھلی اور جسم کو بھی قوت کے ساتھ اٹھا لیا۔ اس کے بعد ستر حال کی غرض سے ارشاد فرمایا کہ ایسی باتوں سے کیا ہوتا ہے۔ یہ کوئی کمال نہیں ہے۔ اس کے بعد میں نہایت انکساری کے ساتھ حضرت کی

خدمت میں حاضر ہوتا رہا یہاں تک کہ حضرت کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوا۔

خدمت اور جانشینی

کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے حضرت خواجہ حسام الدین احمدؒ کو تعلیم طریقت کی اجازت عطا فرمائی۔ آپ نے عرض کیا کہ اگر اس خدمت سے معذور رکھا جائے تو انسب ہے۔ مجھ میں اس بار عظیم کے برداشت کرنے کی طاقت کہاں ہے۔ حضرت خواجہ نے چونکہ آپ کو اس قول میں صادق دیکھا۔ آپ کے عذر کو پسند کیا اور فرمایا کہ خوب کیا۔ جو آپ نے خود کو اس کام سے رہا کر لیا۔

حضرت خواجہ کے مرض موت میں بیداری اور تیمار داری کی خدمات جو بڑی بڑی برکتوں پر مشتمل تھیں آپ ہی سے متعلق تھیں۔ آنحضرت کی تجہیز و تکفین کی خدمت بھی آپ ہی سے وقوع میں آئی اور پیر دستگیر کی وفات کے بعد آپ ہی جانشین ہوئے اور وارد و صادر کی خدمت بھی آپ ہی سے متعلق تھی اور پیر زادوں کی تعلیم اور ان کی لبسر برد کا انتظام بھی آپ ہی کے ذمہ تھا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ آپ کو حضرت خواجہ کے ساتھ عشق و محبت عظیم تھی اور آپ کی شیفتگی و فریفتگی آنحضرت پر کمال درجہ کی تھی۔ آپ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے خواجہ احرار ہی ہمارے حضرت خواجہ کے لباس میں جلوہ گر ہوتے تھے۔

معمولات

آپ کا طریقہ انیقہ یہ تھا کہ نماز صبح سے طلوع آفتاب تک رو بہ قبلہ ہو کر مراقب رہتے تھے اور ادائے نماز اشراق کے بعد اپنے پیر بزرگوار حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے مزار فیض آثار پر جو قدم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب شہر سے دو میل کے فاصلے پر واقع ہے جایا کرتے تھے۔ اور تمام دن وہاں تلاوت قرآن شریف و نماز و مراقبہ میں مشغول رہتے تھے۔ کہتے ہیں کہ روزانہ پندرہ پارے کلام مجید آپ تلاوت کیا کرتے تھے اور چند حدیثیں روزانہ مشکوٰۃ شریف کی مطالعہ کیا کرتے تھے اور نماز عصر حضرت کے مزار پر انوار پر ادا کر کے شہر واپس آتے تھے۔

شفقت

آپ حسن سلوک سے متصف تھے۔ خلقت نوازی بعنوانِ اَلشَّفَقَۃُ عَلٰی خَلْقِ اللّٰہِ (اللہ کی مخلوق پر رحم کرنا) آپ کے چہرۂ زیبا سے ظاہر تھی۔ باوجودیکہ ارباب دنیا اور اصحاب غنا سے آپ کو نفرت تھی۔ تاہم حاجات فقرا پوری کرنے کے لئے آپ کی سفارشیں ان کے پاس جایا کرتی تھیں۔ آپ کے بعض مخلصین نے آپ کی سفارشوں سے بعض دنیا داروں کو کبیدہ دیکھ کر

آپ سے عرض کیا کہ اس بارہ میں آپ کمی اختیار فرمائیں۔ مگر جب کوئی حاجت مند آجاتا تو چونکہ خلق خدا پر آپ کی بہت شفقت تھی اس لئے آپ بے اختیار ہو جاتے۔ اور جس کام کے لئے حاجت مند التماس کرتے اس کی بابت آپ فوراً سفارش فرما دیتے۔

ایک دفعہ ایام شباب میں یہ حقیر قلیل البضاعت بطریق سیر لاہور آگیا۔ اس عرصہ میں آپ بھی وہیں مقیم تھے۔ میں بھی آپ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ آپ اس وقت وضو کے ارادہ سے اٹھے تھے۔ فقیر کی ملاقات سے بہت کچھ اظہار مسرت فرمایا اور مصافحہ و معانقہ سے امتیاز بخشا اور فرمایا کہ آپ مکان میں تشریف رکھیں۔ میں بھی وضو کر کے آتا ہوں۔ پھر آپ تشریف لائے اور ظہر کی نماز میں نے آپ کی خدمت میں ادا کی۔ بات چیت سے فرصت پانے کے بعد آپ کچھ دیر تک رُو بہ قبلہ مراقب رہے اور فقیر بھی آپ کے ساتھ مراقب رہا۔ مراقبہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے دستر خوان طلب فرمایا۔ دو کاک[1] اور ایک کاسۂ شربت حاضر کئے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ دہلی سے خبر آئی تھی کہ حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ کا عرس کل ختم ہو گیا۔ کل ہمارے پاس کچھ خرچ کو نہ تھا۔ آج کہیں سے کچھ ہمارے ہاتھ میں آگیا تھا۔ اس لئے آپ کے فاتحہ کی نیت سے کاک پکلائے گئے۔ خدا کا شکر ہے کہ میں آپ کی ہم کاسگی سے مشرف ہوا۔ چونکہ آپ حاجت مندوں پر بے حد شفیق تھے۔ اور خلقت کی حاجت روائی پر بہت حریص تھے۔ اس لئے آپ نے خیال فرمایا کہ ممکن ہے کہ فقیر بھی کسی امیر کے نام آپ کی سفارش لینے کے لئے حاضر ہوا ہو۔ پس فرمایا کہ آج کل دہلی سے پروانہ آیا ہوا ہے کہ اپنے باکمال مریدوں اور درویشوں کے نام لکھ کر بھیج دوں۔ اس کے علاوہ یہ بھی حکم ہے کہ ایسے امرا صاحبان ہمت کے ناموں سے بھی اطلاع دی جائے جو آپ کے معتقدین اور نیاز مندوں میں سے ہوں۔ مناسب ہو تو میں تمہارا نام بھی اس فہرست میں شامل کر کے کچھ سفارش کروں۔ میں نے عرض کیا کہ فقیر صرف لاہور کی سیر کے لئے آیا ہے نہ کہ اس نیت سے اور آپ کی ملازمت خالصاً للہ تعالےٰ حاصل کی ہے نہ کسی اور غرض کے لئے۔ آپ اس بات کو سن کر بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا کہ کیوں نہ ہو آخر آپ حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ کے صحبت یافتہ اور ان سے تربیت یافتہ ہیں۔

---

[1] روٹی کی ایک قسم جو ٹکیہ کے مثل ہوتی ہے بعض کہتے ہیں کہ روغنی ٹکیہ (کشوری)

امیروں کی بے توجہی قدسیہ: ایک روز آپ کے حاضرین مجلس مقدس میں سے ایک صاحب نے اغنیاء اور امراء وقت کی شکایت شروع کی کہ فقراء کی عزت کا خیال نہیں کرتے ہیں اور اس گروہ کی تعظیم بجا نہیں لاتے ہیں۔ جیسا کہ امراء سابق بجا لایا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اے برادر اس زمانہ کے فقرا کے لئے اس کو بھی خدائے تعالےٰ کی حکمتوں میں سے جاننا چاہیے کیونکہ فقرا سابقین دنیا اور دنیا داروں سے اس قدر بچتے تھے کہ ہر چند امراان سے ملاقات اور رابطہ رکھنا چاہتے تھے مگر وہ ان کی صحبت سے فرار فرماتے تھے۔ اور اس زمانہ کے فقراء کا یہ حال ہے کہ اگر امراان کی طرف آئیں اور ان سے اعتقاد اور اتحاد قائم کریں تو ان کے طرز اور اطوار میں یقیناً خلل پیدا ہو جاتے گا۔ اس لئے کرام الٰہی نے فقرا کیساتھ امرا کی عقیدت کی کمی اور تندخوئی کو فقرا کی حالت کا نگہبان اور محافظ بنایا ہے۔

حضرت خواجہ زادہ خواجہ عبید اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مقامات کے بیان میں ایک کتاب علیحدہ تصنیف کی ہے۔ اس لئے فقیر نے یہاں آپ کے حالات مفصل بیان نہیں کئے۔ آپ کی وفات غرۂ صفر ۱۰۲۳ ہجری میں جو ایک غمگین سال تھا ہوئی۔ آپ کو اکبر آباد میں دفن کیا گیا اور کچھ مدت کے بعد وہاں سے منتقل کر کے دہلی لے آئے۔ اب آپ کی قبر منور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کے قریب اور آپ کے پیر بزرگوار کے مزار پر انوار کے نزدیک واقع ہے۔

شیخ الٰہ داد قدس سرہٗ

آپ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے قدیم اصحاب سے ہیں۔ حضرت خواجہ کے سفر ماورالنہر سے قبل آپ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور حضرت کی عنایت بے غایات حاصل فرمائی اور ذکر و مراقبہ حاصل کیا۔ لیکن اس سفر میں حضرت خواجہ کی رفاقت آپ کو میسر نہ ہوئی۔ جو لوگ اس سفر میں حضرت کی رفاقت سے الگ رہے ان کو حضرت نے آپ کی صحبت اختیار کرنے کے لئے حکم دیا اور آپ کو اپنی جگہ پر قائم فرمایا تاکہ لوگوں کا اجتماع قائم رہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ نے سفر سے قبل اپنے ایک مخلص کو تحریر فرمایا تھا کہ آج کل سیر ولایت کی خواہش قوی ہو گئی ہے۔ امید ہے کہ چند روز کے بعد روانگی ہو جاتے۔ شیخ الٰہ داد نے جرأت

کر کے یہیں رہنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ جو لوگ اس کے رفیق رہیں گے۔ ان کے لئے مبارک بادی اور عظیم کامیابی ہے ؎

داغ بے یاری و درد بے دلی | ایں ہمہ بر خود پسندیدیم و رفت

ترجمہ: تنہائی اور بے دلی کا داغ ہم نے اپنے لئے پسند کر لیا اور چلے گئے۔

جس شخص کو ان کی صحبت میسر آجائے بہت غنیمت ہے۔ قسم ہے عزت خدا کی کہ میں نے یہ تکلف نہیں کہا ہے ؎

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں | گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

ہم نے تجھے گنج مقصود کا نشان دے دیا ہے گر ہم نہیں پہنچ سکے تو شاید آپ ہی پہنچ جائیں۔

نیز اسی سفر کے اثنا میں آپ نے شیخ اللہ داد کی عرضداشت کے جواب میں جو طریقت کے دقائق و حقائق پر مشتمل تھی یہ خط تحریر فرمایا تھا:-

مکتوب: برادر ارشاد شیخ اللہ داد اپنے اس دعا گو معتقد کی توجہ اور فاتحہ سے امداد کرتے رہیں اپنی اس پریشانیٔ وضع اور بے استقامتی پر نہایت بے حیائی ہے کہ ہم تصوف کے بارے میں کچھ کلام کریں اور طریق انجذاب کے دقائق اور منتہائے کشف کے حقائق کو بیان کریں ؏

از خود طلب ہر آنچہ خواہی کہ توئی

بہر حال ایک وصیت کرتا ہوں اس کو کسی حال میں ہاتھ سے نہ جانے دینا۔ وہ یہ ہے کہ ہماری طرح ہرزہ گرد اور بیابان پیما تم مت رہو۔ اپنی نسبت کی محافظت کرو اور اس کو عزیز رکھو۔ کیونکہ نسبت کبریت احمر سے زیادہ کم یاب ہے۔ تمّ کلامہٗ

جب حضرت خواجہ قدس سرہٗ اس سفر میمنت اثر سے مراجعت فرما ہوئے تو شیخ موصوف حضرت کی خدمت میں ملتزم رہے اور اپنے پیر بزرگوار کے در دولت سے جام فیضان اور ساغر معارف نوش کئے۔ کہتے ہیں کہ ایک روز شیخ موصوف مسجد فیروزی کی چھت پر چند دوستوں کے ساتھ مراقب تھے کہ شیخ پر ایک کیفیت غالب ہوئی۔ آپ جوش و خروش اور مستی کی حالت میں نعرے مارتے ہوئے روانہ ہوئے اور قریب تھا کہ مسجد کی چھت سے جو سطح زمین سے تیس یا چالیس گز اونچی تھی، گر پڑیں۔ ایک نوجوان نے آپ کو پکڑ لیا۔ الحاصل حضرت شیخ ارباب ولایت کے اخلاق اور اطوار سے متصف تھے۔ آپ پر فنا و مستی غالب

تھی اور ہمیشہ خلوت و گوشہ نشینی میں بسر کرتے تھے۔ اس صاحب کمال کی وفات ماہ رمضان المبارک ۱۰۴۹ ہجری میں واقع ہوئی۔ آپ کی قبر انور مزار حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے جانب مغرب میں ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَیْہِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبُ۝

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی حسن توفیق سے یہ نسخہ شریفہ دفتر اوّل حضرات القدس کا جو ذکر مقامات مشائخ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم پر مشتمل ہے اتمام پایا اور انجام کو پہنچا۔

حدیثِ حضراتِ اَولیا

۱۹۷۹ء

تالیفِ مالوف بدرالدین سرہندی نوّر اللہ مرقدہٗ

۱۹۷۹ء

یہ تصنیفِ گرامی خوش طباعت
ہے جس میں ذکرِ اربابِ بصیرت

یہ ہے تصویرِ ایامِ گذشتہ
ہیں یہ تذکارِ اہلِ فقر وصفوت

وہ بدرالدین سرہندی کہ جن کو!
سبھی کہتے ہیں بدرِ چرخِ حکمت

صلہ ہے اُن کی ذہنی کاوشوں کا
یہ تالیفِ مقدس، خوبصورت

گرامی قدر اشرف اور اکرم
ہو اِن پہ روز و شب اللہ کی رحمت

شریف النفس ہیں دونوں برادر
ہے مجھ پر اِن کا لُطف بے نہایت

مقدس ہستیوں کی ہے یہ تاریخ
تھی جس کی اہلِ دانش کو ضرورت

ہے اِن کی عرق ریزی کا نتیجہ
ہوئی ہے آج تجدیدِ طباعت

سنِ ترتیب اس تصنیف کا ہے
"متاعِ گوہرِ بحرِ ولایت"

۱۳۹۹ھ

تاریخِ صالحینِ سلف ہے یہ بالیقیں
مردانِ حق آگاہ کے یہ سوانحِ حیات

تھی فکرِ سالِ طبع تو ہاتف نے دی صدا
کہہ دو قمر کہ سالِ اشاعت ہے شخصیات

۱۴۰۱ھ

اسیرِ خلوصِ اربابِ دانش قمر یزدانی

۱۹۸۰ء

کتابیات

نمبر شمار	صاحب کتاب	نام کتاب	مقام اشاعت	سن اشاعت
۱	اللہ تعالےٰ	قرآن مجید	مطبوعہ لاہور	
۲	امام احمد بن حنبل	مسند امام احمد	مطبوعہ مصر	
۳	امام ربانی احمد سرہندی	مکاشفاتِ عینیہ	مطبوعہ ادارہ مجددیہ کراچی	۱۳۸۴ھ
۴	امام احمد بن حجر ہیتمی	الصواعق المحرقہ	مکتبۃ القاہرہ مصر	۱۳۸۵ھ
۵	احمد بن محمد الصاوی	تفسیر صاوی	مطبع مصطفیٰ البابی مصر	۱۳۶۰ھ
۶	احمد یار خان گجراتی	نور العرفان	مطبوعہ لاہور	
۷	اشرف علی تھانوی	التشرف	مطبوعہ حیدر آباد دکن	
۸	جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی	الجامع الصغیر	مطبوعہ لاہور	۱۳۹۴ھ
۹	جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی	تاریخ الخلفاء	مطبع مجتبائی دہلی	۱۳۲۸ھ
۱۰	جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی	تعقبات	مطبع محمدی لاہور	۱۳۰۳ھ
۱۱	جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی	اللآلی المصنوعہ	مطبوعہ مصر	
۱۲	رفیق دلاوری	سیرتِ ذوالنورین	مطبع حنفیہ ملتان	۱۳۸۹ھ
۱۳	زوار حسین شاہ	حضرت مجدد الف ثانی	مطبوعہ ادارہ مجددیہ کراچی	۱۳۹۲ھ
۱۴	زید فاروقی مجددی	کلیاتِ باقی	مطبع دین محمدی لاہور	
۱۵	امام سلیمان بن اشعث	سنن ابی داؤد	مطبع مجتبائی دہلی	۱۳۱۶ھ
۱۶	صلاح بن مبارک بخاری	انیس الطالبین اردو	مطبوعہ لاہور	
۱۷	عالم دین قاضی	مکتوبات شریف خواجہ باقی باللہ	مطبع مشہور عالم لاہور	
۱۸	عبداللہ انصاری	طبقات الصوفیہ	مطبوعہ کابل (افغانستان)	۱۳۴۱ھ

نمبر شمار	صاحب کتاب	نام کتاب	مقام اشاعت	سن اشاعت
۱۹	عبدالرحمٰن جامی	نفحات الانس	مطبع نولکشور لکھنؤ	۱۳۲۳ھ
۲۰	عبدالرحمٰن جامی	شواہد النبوت (اردو)	مکتبہ نبویہ لاہور	
۲۱	عبدالرحمٰن صفوری	نزہتہ المجالس	مطبوعہ مصر	
۲۲	عبدالکریم قشیری	رسالہ قشیری	مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت	
۲۳	عبدالرؤف مناوی	کنوز الحقائق	مطبوعہ لاہور	
۲۴	عبدالوہاب شعرانی	الطبقات الکبریٰ	مطبع مصطفیٰ البابی مصر	۱۳۸۳ھ
۲۵	علاء الدین علی المتقی	منتخب کنز العمال	مطبوعہ مصر	
۲۶	علی بن عثمان ہجویری	کشف المحجوب	مطبع معارف لاہور	۱۳۹۸ھ
۲۷	علی بن حسین الواعظ کاشفی	رشحات	مطبع نولکشور لکھنؤ	۱۳۲۳ھ
۲۸	علی بن یوسف شطنوفی	بہجتہ الاسرار	مطبع مصطفیٰ البابی مصر	
۲۹	فرید الدین عطار	تذکرۃ الاولیاء	مطبع ناظری لاہور	۱۲۸۲ھ
۳۰	امام محمد بن اسماعیل بخاری	بخاری شریف	اصح المطابع کراچی	۱۳۸۱ھ
۳۱	امام محمد بن عیسیٰ ترمذی	ترمذی شریف	مطبع مجتبائی دہلی	
۳۲	امام محمد بن یزید ابن ماجہ	ابن ماجہ شریف	مطبع صدیقی لاہور	۱۳۱۰ھ
۳۳	محمد بن محمد الجزری	حصن حصین	مطبع روڑی لاہور	۱۳۴۳ھ
۳۴	محمد بن یحییٰ اندلسی	التمہید والبیان	مطبع دار الثقافۃ بیروت	۱۹۶۴ء
۳۵	محمد بن یحییٰ تادفی	قلائد الجواہر (اردو)	مطبوعہ اللہ والے۔ لاہور	
۳۶	محمد بن السید درویش	اسنی المطالب	مطبع مصطفیٰ محمد مصر	۱۳۵۵ھ
۳۷	محمد صدیق خواجہ	حیات باقیہ	مطبوعہ دہلی	۱۳۲۴ھ
۳۸	محمد ہاشم کشمی	زبدۃ المقامات	محمود پریس لکھنؤ	۱۳۰۲ھ
۳۹	محمد یعقوب چرخی	رسالہ انسیہ	مطبع مجتبائی دہلی	
۴۰	محمد فضل اللہ	عمدہ المقامات	مطبوعہ لاہور	۱۳۵۵ھ

نمبر شمار	صاحبِ کتاب	نام کتاب	مقام اشاعت	سن اشاعت
۴۱	محمد سلیمان منصور پوری	رحمۃ اللعالمین	مطبوعہ لاہور	
۴۲	محمد حسن ڈاکٹر	ترجمہ رسالہ قشیریہ	مطبوعہ راولپنڈی	۱۳۶۰ھ
۴۳	محمد زکریا سہارنپوری	فضائل حج	مطبع تاج دہلی	۱۳۸۵ھ
۴۴	مسلم بن الحجاج	مسلم شریف	مطبع مجتبائی دہلی	۱۳۱۹ھ
۴۵	ولی الدین محدث	مشکوٰۃ شریف	مطبوعہ کراچی	۱۳۶۱ھ
۴۶	ولی الدین محدث	اکمال فی اسماء الرجال	مطبوعہ کراچی	۱۳۶۱ھ
۴۷	ولی اللہ شاہ	قرۃ العینین	مطبع مجتبائی دہلی	۱۳۱۰ھ